وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

تیسیر القرآن

(اردو)

صحیح احادیث کی روشنی میں

TAISEER UL QURAN

مترجم و مفسر مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

مکتبۃ السلام سٹریٹ نمبر ۲۰ وسن پورہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ،فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی،قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر القرآن

(اُردو مفصّل)

جلد سوم

سُورۃ مریم تا سُورۃ صٓ

www.KitaboSunnat.com

مترجم و مفسر
فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ

نظرثانی
الشیخ عبدالوکیل علوی حفظہ اللہ

اشرافِ
ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کیلانی حفظہ اللہ

مکتبۃ السلام سٹریٹ ۲۰ وسن پورہ لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تیسیر القرآن (اردو مفصل)

اس تفسیر کی 4 جلدیں ہیں۔

- جلد اول سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانعام
- جلد سوم سورۃ مریم تا سورۃ ص
- جلد دوم سورۃ الاعراف تا سورۃ الکہف
- جلد چہارم سورۃ الزمر تا سورۃ الناس

ترجمہ و تفسیر ــــــ مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ
خطاطی قرآن مجید ــــــ مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ
تعداد ــــــ 2200
طبع ــــــ محرم الحرام 1432
کمپوزنگ ــــــ اشرف خلیل / احسن
اہتمام ــــــ پروفیسر نجیب الرحمن کیلانی
ناشر ــــــ ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمن کیلانی۔ انجینئر حافظ عتیق الرحمن کیلانی
مطبع ــــــ انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور فون: 37232400
ہدیہ ــــــ 550 روپے

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 003952
91-Babar Block, Garden Town, Lahore

www.KitaboSunnat.com

ناشر: مکتبۃ السلام
سٹریٹ نمبر:20، وسن پورہ لاہور فون: 042-37844157 , 0321-8869902

ڈسٹری بیوٹر
دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیو یارک
DARUSSALAM

ہیڈ آفس و مرکزی شوروم 36 - لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 711 1023 , 711 0081 , 723 2400 , 724 0024 فیکس: 735 4072
E-mail: darussalampk@hotmail.com Website: www.dar-us-salam.com

شوروم اردو بازار اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 712 0054 فیکس: 732 0703

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ہر زمانے میں اسلام کی نعمت و دولت انسانوں تک پہنچنے کے دو ہی ذرائع ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا کلام اور دوسرے اس کے مبعوث کئے ہوئے انبیاء و رسل کی شخصیتیں، جن کو اس نے اپنے کلام پاک کی تبلیغ و تعلیم اور تفہیم کے لئے واسطہ اور ذریعہ بنایا اور عملی قیادت و رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا تاکہ ان کے ذریعہ اور توسط سے انسانی افراد اور معاشرے کا تزکیہ کرے اور معاشرتی بگاڑ کی اصلاح کرے۔

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں کا باہمی تعلق لازم و ملزوم کا ہے۔ کسی ایک کو دوسرے سے الگ اور جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا جائے تو نہ دین کا صحیح فہم حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ہدایت ہی سے مستفید ہوا جاسکتا ہے۔

پرانے دور کی طرح آج کے دور جدید میں بھی انسان کو اگر نعمت اسلام مل سکتی ہے تو وہ بھی دو ذرائع ہی سے مل سکتی ہے۔ ایک اللہ جل جلالہ کا پاک کلام جو اس وقت صرف قرآن کریم کی صورت میں موجود ہے اور دوسرا اسوۂ نبوت کی صورت میں جو اب صرف محمد ﷺ کی سیرت مطہرہ میں محفوظ ہے۔ آج اسلام کا صحیح فہم اگر حاصل ہو سکتا ہے تو اس کی واحد صورت ایک ہی ہے کہ قرآن مجید کو اس کے لانے والے سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سمجھا جائے۔ اسی کے اسوہ اور سیرت کی روشنی میں اس کا فہم حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ جس نے یہ طریقہ اختیار کیا توقع ہے کہ وہ دین کا صحیح فہم حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ہو جائے گا۔ اور جس نے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا وہ دین کا صحیح فہم پانے میں ناکام و نامراد رہے گا اور راہ راست پانے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

اس حقیقت سے شاید ہی کسی صاحب فہم و فراست آدمی کو انکار ہو کہ قرآن حمید اور سیرت مصطفیٰ ﷺ دونوں ہی بحر ناپید کنار ہیں۔ اگر کوئی انسان یہ چاہے کہ ان کے معانی و مفاہیم، اور فوائد و برکات کا کماحقہ احاطہ کرلے گا تو یہ اس کے لئے ممکن نہیں۔ بس جس چیز کی کوشش اور سعی ممکن ہے وہ صرف اتنی ہی ہے کہ آدمی زیادہ سے زیادہ ان کا صحیح فہم و ادراک حاصل کرنے کی کوشش کر کے روح دین تک رسائی پانے کی تگ و دو کرے۔

اسی نکتہ کو سامنے رکھتے ہوئے تیسیر القرآن کے مفسرؒ نے خود قرآن کریم کا حتی المقدور صحیح فہم سمجھنے کے بعد اولاد آدم کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اور وہ اس مقصد میں ماشاء اللہ العزیز نہایت کامیاب نظر آتے ہیں۔

قرآن کریم کی عربی، اردو اور دیگر زبانوں میں تفسیروں کی اتنی بہتات اور کثرت ہے کہ جنہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ ہر تفسیر کا اپنا اسلوب بیان اور طرز نگارش الگ اور جدا ہے "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" کا سماں ہے۔ عربی زبان تو ان شروح و تفاسیر کا اصل منبع و ماخذ ہے۔ اردو میں بھی اللہ جل جلالہ کے بے شمار بندوں نے تفاسیر کے رنگارنگ گلدستے سجا دیئے ہیں۔ ایسا ہی ایک گلدستہ تیسیر القرآن کی صورت میں جلوہ نما ہے۔ اس کی نمایاں ترین خصوصیت اور امتیازی وصف آیات قرآن کا صحیح و مرفوع احادیث کے ساتھ تفسیر بیان کرنا ہے۔ تفسیر بالرائے سے حتی الامکان اجتناب سے کام لیا گیا ہے۔ یہی وصف و امتیاز اس کے مقبول عام ہونے میں نمایاں کردار ادا کر رہا ہے اور تھوڑے عرصہ میں توقع سے کہیں زیادہ پذیرائی ہو رہی ہے۔

اس تفسیر کے مقبول ہونے میں جہاں متذکرہ بالا وصف نے کلیدی کردار ادا کیا ہے وہاں موصوف نے بیشتر مقامات پر تفسیری حواشی کے ساتھ ساتھ تفصیل طلب، دینی، علمی، معاشی و معاشرتی اور روزمرہ کے نئے نئے پیدا شدہ یا پیدا کردہ مسائل پر جو تسلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخش علمی گفتگو کی ہے اس کا حصہ کچھ کم نہیں۔ مثلاً جنت ودوزخ کے احوال وکیفیات، علم ہیئت کے اصولوں کی روشنی میں سیاروں کی محوری اور سالانہ گردش، زمین اور سورج کا باہمی ربط وتعلق، مناسک حج اور قربانی کے مسائل، رجم اور لعان سے متعلقہ احکام واقعہ افک کا پس منظر اور پیش منظر اور منافقین کا گھناؤنا کردار، استیذان سے متعلق احکام، نیز پردہ کے احکام، ملک یمین سے تمتع، مسئلہ ختم نبوت اور مرزا قادیانی کی تردید کے دلائل، مومنین کی صفات، اطاعت والدین، تلاوت قرآن کریم اور حفظ کے فوائد اور اس کی برکتیں۔ بعث بعد الموت پر عقلی ونقلی دلائل سے سیر حاصل بحث، اللہ رب العزت کی قدرتوں، اس کے احسانات وانعامات پر خوب کلام کیا ہے۔ بالخصوص منکرین حدیث کے نظریات کی خوب خبر لی ہے۔ ان کے نظریات کے رد میں دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔

بات کو سمجھانے کا جو ملکہ اور قدرت اللہ تعالیٰ نے موصوف کو عطا فرمائی اس کی بدولت موصوف نے مشکل سے مشکل دقیق سے دقیق مسائل کو نہایت آسان زبان، سنجیدہ اسلوب اور شستہ انداز میں ایسے ڈھب سے بیان کر دیا ہے کہ عام قاری اپنی ذہنی استطاعت کے مطابق آسانی سے اخذ کر لینے میں معمولی سے دشواری ودقت محسوس نہیں کرتا۔ یہ بات تیسیر القرآن کے عوام وخواص قارئین کے مراسلات، خطوط، ٹیلی فون اور بالمشافہ گفتگو اور بات چیت سے نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں ایسی مفید تفسیر کی طباعت واشاعت کی اہم ذمہ داری سے بخیر وخوبی عہدہ برآ ہونے کی سعادت وتوفیق سے نوازا، ہر مرحلہ اور موقعہ پر ہماری راہنمائی اور دستگیری فرمائی۔ اس جلد سے پہلے اول اور دوم جلدیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ اب یہ تیسری جلد قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہو رہے ہیں اور اول ودوم دونوں جلدوں میں انسانی بساط واستطاعت کی حد تک کوشش کے باوجود قارئین نے کچھ اغلاط کی نشاندہی فرمائی ہے جس پر ہم اپنے کرم فرما قارئین کے صمیم قلب سے شکر گزار ہیں اور ان کے لئے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین ودنیا کی بھلائیوں اور سرفرازیوں سے نوازے آمین۔ اسی طرح تیسری جلد کے بارے میں بھی توقع رکھتے ہیں کہ قارئین کرام بصد شوق اس کا مطالعہ فرمائیں گے۔ دوران مطالعہ جو جو غلطیاں ان کے علم میں آئیں۔ ہمیں ان کی نشاندہی سے مطلع فرمائیں۔ ہم ان شاء اللہ آئندہ دوسری اشاعت میں ان کی صحت کا پورا اہتمام کریں گے۔

اس موقعہ پر ہم جناب عبدالوکیل علوی صاحب کا شکریہ ادا نہ کرنا حق تلفی سمجھتے ہیں جنہوں نے تیسیر القرآن کی ساری جلدوں میں استعمال شدہ احادیث کے ماخذ کی صحت کے ساتھ ساتھ متعدد مقامات پر واقعات اور اسماء الرجال اور اماکن کی درستگی فرمائی، نیز بہت سے محاورات اور اردو عبارات کو بھی درست کیا اور بعض مقامات پر عربی متن کے ترجمہ کی صحت کا بھی اہتمام کیا۔

اللہ جل جلالہ کے حضور صدق دل سے عرض گزار ہیں کہ ہمارے ساتھ اس کام میں جس قدر جس کسی نے اشاعت، تصحیح اور بہتر تجاویز پیش کرنے میں مدد فرمائی ہے کہ وہ انہیں بھرپور جزائے خیر سے نوازے اور صاحب تفسیر کو کروٹ کروٹ راحت وسکون بخشے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں اپنے صالح اور مقرب بندوں میں شامل فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اس کار خیر کو ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

www.KitaboSunnat.com

نجیب الرحمٰن کیلانی۔ جامع مسجد الایمان۔ شاہ فرید آباد۔ ملتان روڈ لاہور۔ فون: ۷۸۴۴۱۵۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین تیسیر القرآن

سورۃ مریم تا سورۃ ص

مضامین	صفحہ نمبر
سورۃ مریم	
ہجرت حبشہ	۳۰
ہجرت حبشہ اور قریشی وفد کی ناکامی	۳۰
سیدنا زکریا علیہ السلام کی بیٹے کے لئے دعا	۳۲
علماء انبیاء کے وارث ہیں	۳۲
یحییٰ علیہ السلام اللہ کا اپنا تجویز کردہ نام ہے	۳۲
سیدنا زکریا علیہ السلام کے تعجب کی وجہ	۳۳
سیدنا زکریا علیہ السلام کا حمل کی علامت پوچھنا	۳۳
سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے اوصاف	۳۳
سیدہ مریم کی بیت المقدس کے حجرہ میں عبادت	۳۴
سیدہ مریم اور جبریل کا مکالمہ	۳۵
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش خود ایک معجزہ تھی	۳۵
سیدہ مریم میں روح جبریلؑ نے پھونکی تھی یا اللہ تعالیٰ نے؟	۳۶
حمل کے بعد سیدہ مریم کا بیت المقدس سے چلے جانا	۳۶
زچگی کے دوران خورد و نوش کیلئے اللہ کی معجزانہ امداد	۳۷
پیدائش کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد کی صورتیں اور چپ کا روزہ	۳۷
یہود کی بہتان تراشیاں	۳۷
سیدہ مریم اخت ہارون کیسے ہیں؟	۳۸
سیدنا عیسیٰؑ نے کلام فی المہد سے اپنی والدہ کی بہتان سے مکمل بریت کردی	۳۸
گود میں کلام کرنے والے تین بچے	۳۹
سیدنا عیسیٰ کے بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا فرقے، ان کے جھگڑے اور کلام فی المہد کے اہم نکات	۳۹
اللہ کو بیٹے یا کسی مددگار کی قطعاً ضرورت نہیں	۴۰
یوم حسرت اور موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں ذبح کرنا	۴۱
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ والی حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب	۴۲
سیدنا ابراہیم کا اپنے باپ کو بت پرستی کی قباحتیں سمجھانا	۴۳
باپ کا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو گھر سے نکال دینا	۴۴
سیدنا ابراہیم کی اپنے باپ کیلئے دعائے مغفرت کا وعدہ	۴۴
ہجرت کے بعد اللہ کا سیدنا ابراہیمؑ کو اولاد عطا کرنا	۴۵
سیدنا ابراہیمؑ کی تمام مذاہب میں یکساں مقبولیت	۴۵
نبی اور رسول کا فرق	۴۵
سیدنا موسیٰؑ کا طور الایمن جا پہنچنا	۴۵
سیدنا موسیٰؑ کی اللہ سے ہم کلامی	۴۶
سیدنا ہارون کب نبی بنے؟	۴۶
سیدنا اسماعیلؑ کے اوصاف و خصائل	۴۶
اصلاح کا آغاز گھر سے ہونا چاہئے	۴۶
سیدنا ادریسؑ کا زمانہ اور مرکز تبلیغ	۴۷
سلسلہ نبوت کا اختصاص	۴۷
نماز کی اہمیت اور تعلق باللہ	۴۸
غیّ کا مفہوم	۴۸
نماز کا تارک ایماندار نہیں رہتا جب تک توبہ نہ کرے	۴۸
لغو سے مراد؟	۴۹
فرشتوں کا نزول اللہ کے حکم کے تحت	۴۹
اللہ سے کوئی بات بھولی ہوئی نہیں	۴۹
کوئی چیز اللہ کے ہم نام نہیں	۵۰

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
پل صراط سے ہر ایک کو گزرنا ہوگا	۵۱	مطالبات کی منظوری	۶۴
ورود سے مراد دخول نہیں ہوتا	۵۲	سیدنا موسیٰ کی پیدائش اور تابوت میں ڈالنا	۶۴
مال و دولت کے پیمانوں سے دوسروں کی قدر و قیمت		تابوت کا فرعون کے سامنے پیش کیا جانا	۶۵
متعین کرنا، مال و دولت کی فراوانی اللہ کی رضا کی دلیل نہیں	۵۲	فرعون کے ہاں سیدنا موسیٰ کی تربیت	۶۵
انعامات کی فراوانی سے آزمائش	۵۲	سیدنا موسیٰ کے ہاتھوں ایک قبطی کا مر جانا	۶۶
ہر واقعہ مومن کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے	۵۳	تقدیر کے مطابق اسباب خود بنتے چلے جاتے ہیں	۶۶
خباب بن ارت کی مزدوری آخرت کو دینے والا	۵۳	اللہ کے ذکر کا فائدہ	۶۶
عز کا لغوی مفہوم	۵۴	دعوت کے لئے نرم لہجہ رکھنا ضروری ہے	۶۷
وَرَدَ کے معنی	۵۵	فرعون کے ہاں جانے کے خدشات	۶۷
سفارش کی کڑی شرائط	۵۵	فرعون کو دعوت دینے کے پانچ نکات	۶۷
اللہ کی اولاد قرار دینا اللہ کو گالی دینے کے مترادف ہے	۵۶	فرعون کا سیدنا موسیٰ سے پہلا سوال، تمہارا پروردگار	
انبیاء اور صالحین سے لوگ محبت اور بدکرداروں سے		کون ہے؟	۶۸
نفرت کیوں کرتے ہیں؟	۵۶	فرعون کا دوسرا سوال، پہلی امتیں کس حال میں ہیں؟	۶۸
سورۃ طٰہٰ		اللہ سے بھول چوک ناممکن ہے	۶۹
قرآن اتنا ہی پڑھنا چاہئے جتنا دل کی خوشی سے پڑھا جائے	۵۸	تمام مخلوق کی روزی کا بندوبست	۶۹
زمین اور آسمان کے درمیان کیا کچھ ہے؟	۵۹	انسان کا زمین سے دائمی تعلق؟	۶۹
اللہ کی مخلوق کہاں کہاں ہے؟	۵۹	جادوگری کا مقابلہ اور سیدنا موسیٰ کی دو شرطیں	۷۰
خفی اور سر کا لغوی فرق	۵۹	مقابلہ سے پہلے فرعونیوں کو سیدنا موسیٰ کی تنبیہ	۷۱
اسماء الحسنٰی	۵۹	اکابرین فرعون میں اختلاف	۷۱
سیدنا موسیٰؑ کا آگ لینے کے لئے جانا	۶۰	فرعونیوں کے خفیہ مشورے اور مقابلہ کے وقت متحد	۷۲
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اتفاقاً طویٰ کی وادی میں پہنچنا۔	۶۰	رہنے کی تلقین	۷۲
خفی کا لغوی مفہوم	۶۱	مقابلہ میں جادوگروں کی پہل۔	۷۲
اسلام کی بنیادی تعلیمات	۶۱	بذریعہ وحی کامیابی کی بشارت	۷۲
اللہ کی سیدنا موسیٰ سے ہم کلامی	۶۱	شعبدہ بازی کا اہلاک	۷۲
وحی الٰہی میں لذت	۶۲	جادوگروں کا ایمان لانا	۷۳
عصائے موسیٰ کے سانپ کے نام اور اوصاف	۶۲	فرعون نے ایمان لانے والے جادوگروں کو اتنی	
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے چار مطالبات	۶۳	سخت دھمکی کیوں دی؟	۷۳
تقدیر کے سامنے تدبیر کی ناکامی	۶۴	جادوگروں کی جرأت ایمانی	۷۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
سیدنا موسیٰ اور بنو اسرائیل کی بحر احمر کے ساحلی راستے سے شام و فلسطین کو ہجرت	۷۵
فرعونیوں کا تعاقب	۷۵
فرعونیوں کی غرقابی	۷۶
میدان تیہ میں بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات	۷۶
سیدنا موسیٰ کا اپنے ہمراہیوں سے پہلے طور پر پہنچ جانا	۷۷
بنی اسرائیل کی گئوسالہ پرستی اور لفظ السامری کی تحقیق	۷۷
طور سے واپسی پر سیدنا موسیٰ کے بنی اسرائیل سے تین سوال	۷۸
قوم کا گئوسالہ پرستی پر عذر لنگ	۷۸
گئوسالہ پرستوں کی سیدنا ہارونؑ کو دھمکی	۷۹
سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون کا مکالمہ	۷۹
سامری سے سوال و جواب	۸۰
سامری کے بیان کی حقیقت	۸۱
سامری کی دنیا میں سزا	۸۱
صور کے معنی اور اس کی ترقی یافتہ شکلیں	۸۲
نفخۂ صور اول کے اثرات	۸۳
نفخۂ صور ثانی کے اثرات	۸۳
سفارش کی تین شرائط اور اس کی وجہ	۸۴
سفارش کا عوامی عقیدہ لغو ہے	۸۴
اعمال کا بدلہ ملنے کے لئے شرائط	۸۴
وحی کو توجہ سے سننے کا حکم	۸۵
بھول چوک انسان کی فطرت میں داخل ہے، سیدنا آدم نے بھول کر غلطی کی تھی	۸۵
جنت میں بلا مشقت ہر طرح کا آرام تھا	۸۶
کیا شیطان نے پہلے حوا کو بہکایا تھا؟	۸۶
پھل چکھنے کا فوری رد عمل	۸۶
کون کس کا دشمن؟ فریق کون کون ہیں؟	۸۷
زندگی تنگ ہونے سے مراد؟	۸۷
اعمال کا بدلہ ممثل شکل میں	۸۷
قانون امہال و تدریج کی مصلحتیں	۸۸
صبر اور نماز کے فوائد	۸۹
پانچوں نمازوں کے اوقات	۸۹
رزق کا وسیع تر مفہوم	۸۹
گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دینا ضروری ہے	۹۰
تقویٰ کا انجام ہمیشہ بہتر ہی ہے	۹۰
آپ کی بعثت سے اہل مکہ پر اتمام حجت	۹۰
سورۃ الانبیاء	
آپؐ کا آخری نبی ہونا قرب قیامت کی علامت ہے	۹۲
قریشی سرداروں نے قرآن کے جادو سے بچنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کیں؟	۹۳
ولید بن مغیرہ کے ہاں مجلس مشاورت	۹۳
دعوت قرآن کو روکنے کیلئے قریش مکہ کی معاندانہ سرگرمیاں	۹۴
نضر بن حارث کے کارنامے۔	۹۴
سب انبیاء مرد تھے، کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور سب اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔	۹۵
قرآن میں جو کچھ مذکور ہے تمہیں سے تعلق رکھتا ہے۔	۹۶
عذاب الٰہی جب آ جائے اس وقت ایمان لانے سے رک نہیں سکتا۔	۹۷
دنیا کس لحاظ سے کھیل تماشا ہے؟	۹۷
تخلیق کائنات کا مقصد	۹۸
باطل کی شکست کیسے؟ جبکہ بسا اوقات باطل ہی غالب نظر آتا ہے۔	۹۸
فرشتوں کے وظائف	۹۸
اللہ وہی ہو سکتا ہے جو زندگی بخشے	۹۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
اگر اللہ کے سوا اور بھی الٰہ ہوں تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔	۹۹
جو مسئول ہے وہ الٰہ نہیں ہو سکتا۔	۱۰۰
کسی الہامی کتاب سے شرک کی تائید نہیں ہو سکتی۔	۱۰۰
فرشتے اللہ کی اولاد نہیں بلکہ اس کے فرمانبردار اور معزز بندے ہیں۔	۱۰۱
فرشتوں کی سفارش اور شفیع پر پابندیاں	۱۰۱
رتق اور فتق کا لغوی مفہوم	۱۰۲
ہر چیز کی تخلیق پانی سے ہے	۱۰۲
آغاز کائنات	۱۰۲
شمس و قمر کی گردش	۱۰۳
زمین کی گردش کے متعلق مختلف نظریات	۱۰۳
افلاک اور ان کی گردش	۱۰۴
ہجرت حبشہ اور کفار کی پریشانی	۱۰۵
فتنہ کا مفہوم	۱۰۵
مشرکوں کا اپنے معبودوں کو آپ سے برتر سمجھنا اور آپ ﷺ کا مذاق اڑانا	۱۰۵
انسان کی جلد بازی کی آرزو اور اس کا جواب	۱۰۶
خوشحالی انسان کو اللہ سے غافل کر دیتی ہے۔	۱۰۷
زمین کو گھٹانے کا مطلب	۱۰۸
اعمال کا وزن کیسے ہو گا۔ میزان الاعمال کی حقیقت	۱۰۸
حدیث بطاقۃ	۱۰۹
تورات کی صفات	۱۱۰
قرآن کی صفات بمقابلہ تورات	۱۱۰
رشد کا مفہوم	۱۱۰
تقلید آباء کی مذمت	۱۱۱
سیدنا ابراہیم کا بتوں کو توڑنا	۱۱۲
مشکل کشاؤں کی بے بسی	۱۱۴
سیدنا ابراہیم کو آگ میں پھینکنا	۱۱۴
معجزہ کا انکار دراصل قدرت الٰہی کا انکار ہے	۱۱۵
معجزہ کی اثری تاویل اور اس کا جواب	۱۱۶
دنیا میں پہلی مشرک قوم، قوم نوح تھی۔	۱۱۸
نفش کا لغوی مفہوم	۱۱۸
اجڑی کھیتی کے متعلق سیدنا داؤد اور سلیمان کا فیصلہ	۱۱۹
اجتہاد اگر درست ہو تو مجتہد کے لئے دوہرا اجر اور غلطی ہو جائے تو بھی ایک اجر ہے	۱۱۹
تین قسم کے قاضی اور علم کے بغیر فیصلہ کرنے والا جہنمی ہے۔	۱۱۹
شیر خوار بچے کے متعلق دونوں کا فیصلہ	۱۲۰
قرینہ کی شہادت	۱۲۰
سیدنا داؤد کی خوش الحانی	۱۲۰
ابو موسیٰ اشعری کی خوش الحانی	۱۲۰
سیدنا داؤد اور لوہے کی ڈھلائی اور زرہ سازی	۱۲۱
سیدنا سلیمان کے لئے ہوا کی تسخیر	۱۲۲
جن سے مراد دیہاتی لوگ۔ جنوں پر حکومت	۱۲۳
سیدنا ایوب کی بیماری اور صبر	۱۲۳
چشمہ کا ظہور اس میں نہانے سے صحت کی بحالی	۱۲۴
ذوالکفل کون تھے؟	۱۲۴
نون کا لغوی مفہوم	۱۲۴
سیدنا یونس مچھلی کے پیٹ میں اور آپ کی دعا	۱۲۵
جنت کی امید اور متصوفین	۱۲۶
سیدنا عیسیٰ کی بن باپ پیدائش کے منکرین	۱۲۶
سیدہ مریم اور زکریا علیہ السلام پر یہود کا الزام	۱۲۶
سب انبیاء کی مشترکہ تعلیم کیا تھی؟	۱۲۷
بزرگوں کی شان میں غلو اور شرکیہ عقائد کی اشاعت سے فرقہ بازی	۱۲۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
بے کار بحثوں سے تفرقہ بازی اور علماء کا کردار	۱۲۸
یاجوج ماجوج کی یورش اور علامات قیامت	۱۲۸
قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی	۱۲۹
معبودان باطل جہنم میں جائیں گے	۱۲۹
کون سے معبود جہنم سے بچائے جائیں گے	۱۳۰
کائنات کا انجام کیا اور کیسے ہوگا؟	۱۳۱
صالحین کی نئی تعبیر 'خلافت ارضی اور صالحین کی بحث	۱۳۱
خلافت ارضی کے لئے شرائط	۱۳۲
آپ ﷺ اہل جہان کے لئے رحمت کیسے ہیں؟	۱۳۲
سورۃ الحج	
انبیاء کی اپنی قوم سے مایوسی پر دعا	۱۳۴
قیامت کیسے بپا ہوگی؟ اور سیاروں کا ایک دوسرے سے ٹکرا جانا اور اس کی دہشت	۱۳۶
یاجوج ماجوج کا جہنم میں حصہ	۱۳۶
اہل جنت کا نصف امت مسلمہ ہوگی	۱۳۶
اللہ اور اس کی صفات میں جھگڑا	۱۳۷
توحید باری تعالیٰ پر دلائل	۱۳۷
رحم مادر میں انسان کی تخلیق	۱۳۸
بعث بعد الموت پر سب سے بڑی دلیل انسان کی اپنی پیدائش ہے	۱۳۸
نباتات سے معاد پر دوسری دلیل	۱۳۹
اللہ کے حق ہونے کے تین مطلب	۱۳۹
صفات الٰہی سے اخروی زندگی پر دلائل	۱۴۰
بدیہی علم کیا چیز ہے۔	۱۴۰
علم ہدایت اور کتاب کے بغیر اللہ کے بارے میں جھگڑا	۱۴۱
منافق دنیا اور آخرت دونوں جگہ بڑے خسارے میں رہتے ہیں۔	۱۴۲
تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر کسی کام نہیں آسکتی	۱۴۳

مضامین	صفحہ نمبر
بنی اسرائیل میں سے کون سا فرقہ یہودی کہلایا	۱۴۴
صابی کون ہیں؟	۱۴۴
عیسائیوں کے مختلف نام	۱۴۵
مجوس کا تعارف	۱۴۵
کائنات کی ہر چیز کے سجدہ کا مطلب	۱۴۶
بدر میں دعوت مبارزت	۱۴۷
اہل دوزخ کا لباس، طعام اور دوسری سزائیں	۱۴۸
اہل جنت کا لباس اور دوسری نعمتیں	۱۴۸
مسلمانوں پر کعبہ میں داخلہ کی پابندیاں فتح مکہ تک قائم رہیں	۱۴۹
حرم مکہ میں بیرونی مسافروں کے حقوق	۱۵۰
حرم مکہ میں جائیداد کی خرید و فروخت کا جواز	۱۵۰
حرم میں کون کون سے کام کرنا ممنوع ہیں	۱۵۱
سیدنا ابراہیم نے کعبہ صرف توحید پرستوں کے لئے بنایا تھا۔	۱۵۱
مساجد کی صفائی سے مراد صرف ظاہری صفائی نہیں بلکہ شرک سے صفائی بھی ہے۔	۱۵۱
ضامر کا لغوی مفہوم	۱۵۲
حج کے فوائد اور برکات	۱۵۲
وہ امور جو دور جاہلیت میں نیکی سمجھے جاتے تھے مگر اسلام نے ان میں اصلاح کی۔	۱۵۲
قربانی کے گوشت کی تقسیم؟	۱۵۳
بیت العتیق کے معانی	۱۵۳
قیامت کے نزدیک کعبہ کو گرانے والا	۱۵۳
حج اور قربانی کے متعلق احادیث اور مسائل	۱۵۴
قربانی کے جانور پر سوار ہونا تعظیم کے منافی نہیں	۱۵۶
پیدل حج کا سفر کرنا کار ثواب نہیں	۱۵۶
یوم النحر کو مناسک حج میں تقدیم و تاخیر	۱۵۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
قربانی کو مالی ضیاع سمجھنے والے مسلمان	۱۵۸
چار بنیادی حرام اشیاء	۱۵۸
زور کے لغوی معنی	۱۵۹
شہادت زور کبیرہ گناہ ہے۔	۱۵۹
حنیف کا لغوی معنی	۱۵۹
شرک انسانیت کی توہین ہے اور اس کی مثال جیسے کوئی بلندی سے نیچے پٹخ دیا جائے۔	۱۶۰
قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا	۱۶۰
قربانی سب انبیاء کی شریعت کا جزو رہی ہے	۱۶۱
غیر اللہ کی قربانی یا نذر و نیاز شرک ہے	۱۶۱
خبت کا لغوی مفہوم	۱۶۱
رزق حرام کی نسبت اللہ نے اپنی طرف نہیں کی۔	۱۶۲
بُدن کا لغوی مفہوم	۱۶۲
قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ عرصہ کے لئے بھی رکھا جا سکتا ہے۔	۱۶۳
انسان کے لئے جانوروں میں خوئے غلامی	۱۶۳
قربانی کی قبولیت کی شرائط اور نیت کے فتور کی صورتیں	۱۶۴
حج نہ کرنے والوں کو حاجیوں سے مماثلت کے احکام	۱۶۴
جہاد کی اجازت کی پہلی آیت	۱۶۵
معرکہ حق و باطل میں اللہ اہل حق کی مدد کیوں کرتا ہے؟	۱۶۶
اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں	۱۶۷
عذاب میں تاخیر پر کافروں کا استہزاء	۱۶۸
نکیر کا لغوی مفہوم	۱۶۸
غور و فکر کا منبع دماغ یا دل؟	۱۶۹
قوموں کی طبعی عمر؟	۱۶۹
رسول اور نبی کا فرق	۱۷۰
کسی نبی یا رسول کی آرزو میں شیطانی وسوسہ؟	۱۷۱
لات و منات کی سفارش کا من گھڑت قصہ	۱۷۱
شیطانی وساوس کا مختلف لوگوں پر مختلف اثر	۱۷۲
مشرکین کیوں سجدہ ریز ہوئے تھے؟	۱۷۳
مظلوم کی آہ سے بچنے کا حکم خواہ کسی بھی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔	۱۷۵
زیادتی کے برابر بدلہ لینے کا جواز یا رخصت	۱۷۵
انسان پر اللہ تعالیٰ کے چار بڑے احسانات	۱۷۷
منسک کا معنی اور منسک اور منہاج کا فرق	۱۷۸
اللہ کے دوسروں کو اختیارات تفویض کرنے پر کوئی علمی دلیل نہیں	۱۷۹
مشرکوں اور کافروں کی توحید خالص سے چڑ اور بدکنا	۱۷۹
طالب اور مطلوب دونوں کی بیکسی اور بے بسی	۱۸۰
کائنات کی وسعت اور اس پر کنٹرول سے اللہ کی ہستی اور قدرت پر دلیل	۱۸۰
رسالت کے لئے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں اور آدمیوں سے انتخاب	۱۸۱
سفارش پر پابندیاں اور اس کی وجہ	۱۸۲
سورہ حج کی فضیلت	۱۸۳
جہاد کی اقسام	۱۸۳
دین میں تنگی نہیں، کمزور اور مجبور لوگوں کا لحاظ	۱۸۴
دین کے معاملہ میں سیدنا ابراہیم کا خصوصی ذکر کیوں؟	۱۸۴
سورة المؤمنون	
افلح کا لغوی مفہوم	۱۸۶
کامیابی کے لئے مومنوں کی چھ صفات	۱۸۶
نماز میں خشوع کا مقام اور اثرات	۱۸۶
لغو کا مفہوم	۱۸۶
زکوٰۃ کا لغوی مفہوم	۱۸۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
زکوٰۃ اور اس کے فوائد	١٨٧
ترک نکاح اور رہبانیت کا رد	١٨٧
عورت کا اپنے غلام سے تمتع کی ممانعت	١٨٨
شہوانی خواہش کی تین ممکنہ صورتیں اور راہ اعتدال	١٨٨
جائز نکاح اور ملک یمین کے علاوہ باقی صورتیں حرام ہیں	١٨٨
امانت کی قسمیں اور ان کی نگہداشت	١٨٩
جنت کا سب سے اعلیٰ مقام جنت الفردوس	١٩٠
انسان کی پیدائش اور مٹی کے جوہر کا مفہوم	١٩١
انسان کی اندرونی کائنات	١٩٢
انسان کا اور ہی چیز بن جانے کا مطلب	١٩٢
موت سے اخروی زندگی کا آغاز کیسے؟	١٩٣
کائنات کی تخلیق اور اس کی نگہداشت	١٩٣
پانی کی کل مقدار جو اللہ نے آسمان سے اتاری	١٩٤
نیچریت اور دہریت کا رد	١٩٤
زیتون کا درخت اور اس کے فوائد	١٩٥
دودھ کیسے اور کب بنتا ہے	١٩٥
مویشیوں کے فوائد	١٩٦
رسول کا بشر ہونا کیوں ضروری ہے؟	١٩٦
نور و بشر کی بحث	١٩٧
انبیاء اور دوسرے لوگوں کے حصول اقتدار میں فرق	١٩٧
دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آجاتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔	٢٠٠
آخرت کا انکار جہالت اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔	٢٠٠
قوم عاد کے بعد کے انبیاء	٢٠٢
سلطان کا لغوی مفہوم	٢٠٢
عبادت کا مفہوم	٢٠٣
منکرین سنت کا رد	٢٠٣
عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کے منکرین کا رد	٢٠٣

مضامین	صفحہ نمبر
ربوہ کا لغوی مفہوم اور اس سے مراد	٢٠٣
مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی	٢٠٤
رسولوں کو پاکیزہ اشیاء کھانے کا حکم	٢٠٥
کسب حلال کی اہمیت	٢٠٥
امة واحدة کا مفہوم	٢٠٥
دین کے اصول چار اور فرقے سینکڑوں	٢٠٦
فرقے کیسے بنتے ہیں؟ اور ہر فرقہ کی خود پسندی	٢٠٦
کیا آسودہ حالی اللہ کی رضامندی کی علامت ہے؟	٢٠٧
تکلیف کا مفہوم اور شرعی احکام کی حکمت اور ہر شخص کی استعداد کا لحاظ	٢٠٨
اعمال کے اندراج کا طریق کار	٢٠٩
سمر کا لغوی مفہوم	٢١٠
حق لوگوں کی خواہشات کا تابع نہیں	٢١١
قرآن کی تاثیر، عتبہ بن ربیعہ پر قرآن کی آیات کا اثر	٢١٢
سیدھی راہ سے مراد؟	٢١٣
قریش مکہ پر قحط	٢١٤
بلس کے معنی۔ مایوسی کی وجہ سے انتقام پر اتر آنا	٢١٤
گردش لیل و نہار	٢١٥
ملکوت کا لغوی معنی	٢١٧
غیر اللہ کے تصرف کا عقیدہ	٢١٧
زیادہ خداؤں کا نتیجہ نظام کائنات کا درہم برہم ہونا ہے	٢١٧
برزخ زمانی از موت تا قیام قیامت	٢٢٠
قیامت کے دن سب رشتہ داریاں بھول جائیں گی۔	٢٢١
میزان الاعمال کے نتائج	٢٢١
کَلَحَ کا لغوی مفہوم	٢٢٢
خَسَأَ کا لغوی مفہوم	٢٢٢
اعمال کے نتائج بھگتنے کے لئے ایک طویل مدت	

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
(آخرت) کی ضرورت	۲۲۳
اللہ تعالیٰ نے کبھی کوئی چیز بے کار پیدا نہیں کی۔	۲۲۴
غیر اللہ کو پکارنے پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل موجود نہیں۔	۲۲۴
سورۃ النور	
سورہ نور کے نزول کا پس منظر	۲۲۵
کوڑوں کی سزا صرف کنوارے مرد اور عورت کے لئے کیوں ہے؟	۲۲۶
منکرین رجم کا اعتراض اور اس کا جواب	۲۲۷
زنا کی اقسام اور ان میں فرق	۲۲۷
زنا کے سدباب کے ذرائع	۲۲۸
شادی شدہ مرد و عورت کا زنا شدید ترین جرم ہے	۲۲۸
رجم ہماری شریعت کا حصہ کیوں ہے؟	۲۲۸
شادی شدہ یہودی جوڑے کا رجم	۲۲۸
امام بخاری کا اجتہاد	۲۲۹
حد رجم سے انکار کی وجوہ	۲۲۹
آیہ رجم اور سیدنا عمر کا خطبہ	۲۲۹
منسوخ التلاوت آیت کا حکم باقی رہنے کی تین وجوہ	۲۲۹
رجم کے واقعات سورہ نور کے نزول کے بعد کے ہیں۔	۲۳۰
حد اور اقامت حد سے متعلق شرائط، ہدایات اور احکام سے متعلقہ احادیث	۲۳۱
اثبات جرم میں شک کا فائدہ ملزم کو پہنچتا ہے۔	۲۳۳
زنا بالجبر میں عورت پر حد نہیں	۲۳۳
قید کرنے کی مشروعیت	۲۳۳
سامان کی برآمدگی چوری کا ثبوت نہیں ہوتا	۲۳۳
مقدمہ عدالت میں جانے سے پہلے حقدار چور کو معاف کر سکتا ہے۔	۲۳۴
حد قائم کرنے کی برکت	۲۳۴
حد اور اقامت سے متعلق احادیث کا ماحصل	۲۳۴
پردہ پوشی	۲۳۵
سزائیں بامر مجبوری شرعی حیلہ	۲۳۵
دور فاروقی میں حد قذف	۲۳۶
شبہ کا فائدہ ملزم کو پہنچتا ہے	۲۳۶
زنا کا جرم قابل راضی نامہ نہیں	۲۳۶
اقبال جرم کے لئے سزا کی ممانعت	۲۳۷
قاضی اپنے علم کی بنا پر فیصلہ نہیں دے سکتا	۲۳۷
زنا کے دوسرے فریق کی تفتیش نہ کی جائے	۲۳۷
تحقیق جرم میں انتہائی نرمی	۲۳۷
اثبات جرم کے بعد بر سر عام بدنی سزا کی وجہ	۲۳۸
وحشیانہ سزا کا طعنہ دینے والوں کا اپنا کردار	۲۳۸
فحاشی میں مشہور مرد یا عورت سے نکاح یا رشتہ کرنا حرام ہے	۲۳۹
کسی پر تہمت لگانا بہت بڑا گناہ ہے	۲۳۹
تہمت کے اثبات کے لئے چار شہادتیں کیوں؟	۲۴۰
پردہ پوشی کس لحاظ سے بہتر ہے؟	۲۴۰
لعان سے متعلق احادیث	۲۴۱
لعان سے متعلق احادیث سے ماخوذ احکام	۲۴۲
لعان بہت سے پیچیدہ مسائل کا حل ہے	۲۴۳
واقعہ افک میں ملوث ہونے والے مسلمان اور ان پر حد قذف	۲۴۳
واقعہ افک میں عبداللہ بن ابی کا کردار	۲۴۴
واقعہ افک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی	۲۴۵
واقعہ افک کے دوران عامۃ المسلمین کا بلند پایہ اخلاق	۲۴۹
واقعہ افک کا قانونی پہلو	۲۴۹
انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔	۲۵۰
بد ظنی سے اجتناب اور حسن ظن کی تاکید	۲۵۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
فحاشی کی مختلف صورتیں اور ان کی اشاعت	۲۵۱
شرک کے بعد شیطان کا دوسرا وار فحاشی پھیلانا ہے	۲۵۲
سیدنا ابو بکر کا مسطح کا وظیفہ بند کرنے پر قسم کھانا	۲۵۳
معاف اس لئے کرنا چاہئے کہ اللہ ہمیں معاف کر دے	۲۵۴
بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے	۲۵۴
اعضاء جوارح کی شہادت	۲۵۵
دین کے لغوی معانی	۲۵۵
اجازت کے بغیر گھروں میں داخلہ پر پابندی	۲۵۶
تستانسوا کا لغوی مفہوم	۲۵۶
اذن کیوں ضروری ہے	۲۵۷
اگر تیسری بار پر بھی اذن نہ ملے تو واپس چلے جانا چاہئے	۲۵۷
اذن لینے کا طریقہ	۲۵۸
نظر بازی زنا کا سب سے بڑا دروازہ ہے	۲۵۹
منگیتر کو دیکھنے کی اجازت	۲۵۹
ہاتھوں اور چہرہ کو ڈھانپنا	۲۶۰
دوپٹہ اوڑھنے کا مقصد	۲۶۱
ابدی محرم رشتہ دار	۲۶۲
غیر عورتوں اور ہیجڑوں سے حجاب کا حکم	۲۶۲
اپنے خادموں سے بے حجاب ہونے کی مشروط اجازت	۲۶۳
چال پر پابندی	۲۶۳
ایامٰی کا لغوی مفہوم	۲۶۳
مجرد افراد کے نکاح کا حکم	۲۶۴
نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والوں کے لئے روزے رکھنے کا حکم	۲۶۴
رزق کی تنگی ترشی کا انحصار نکاح پر نہیں	۲۶۵
اسلام نے غلامی کا مکمل خاتمہ کیوں نہیں کیا؟	۲۶۶

مضامین	صفحہ نمبر
غلاموں کی آزادی کے لئے مختلف تدابیر	۲۶۶
اگر غلام مالک سے مکاتبت کرنے کو کہے تو اسے ضرور مان لینا چاہئے۔	۲۶۷
مکاتب کی مالی امداد	۲۶۷
نور کی اقسام	۲۶۸
اللہ ہی کائنات کا نور ہے	۲۶۹
نور ایمان کی وحی الٰہی کے لئے بے تابی	۲۶۹
ہر گھر میں اللہ کا ذکر ہونا چاہئے	۲۷۰
نوافل کی گھروں میں ادائیگی	۲۷۰
ایمان کا تقاضا امید بھی اور خوف بھی	۲۷۱
سراب اور شراب کا لغوی فرق	۲۷۲
عام کافروں اور منافقوں کی مثال	۲۷۲
کائنات کی ہر چیز کی نماز اور تسبیح	۲۷۳
کیا بارش محض طبعی قوانین کا نتیجہ ہے؟	۲۷۴
بادلوں اور بارش کے مضر پہلو	۲۷۵
گردش لیل و نہار اور موسموں کی تبدیلی	۲۷۵
زمین پر سب جانداروں کی تخلیق پانی سے ہوئی ہے	۲۷۵
اللہ اور رسول کی بات سے اعراض منافقت ہے	۲۷۷
شریعت کی صرف حسب پسند باتوں پر عمل کرنے والا منافق ہے	۲۷۸
اللہ کے رسول کے فیصلے سے اعراض کی وجوہ	۲۷۸
قسمیں صرف وہ لوگ کھاتے ہیں جن کا اعتماد مجروح ہو چکا ہو	۲۷۹
نظام خلافت کی استعداد ہر انسان میں بالقوہ موجود ہے	۲۸۰
صحابہ کرام سے خلافت ارضی اور دین کے استحکام کا وعدہ الٰہی	۲۸۰
تنگدستی اور بدامنی کے خاتمہ کی بشارت	۲۸۱
اعمال صالحہ کی نئی تاویل	۲۸۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
صحابہ کرام کی فضیلت	۲۸۱
کون سے اعمال صالح ہیں؟	۲۸۲
عورت کا لغوی معنی	۲۸۳
خلوت خانہ کی اہمیت اور احکام	۲۸۳
بلوغت اور اس کے عوامل	۲۸۴
قواعد کا لغوی مفہوم	۲۸۴
ستر و حجاب کا فرق	۲۸۵
مرد اور عورت کے مقامات ستر	۲۸۵
بوڑھی عورتوں کو حجاب کے احکام سے رخصت کی مشروط اجازت	۲۸۵
کھانا کھانے، کھلانے کے آداب	۲۸۶
اکیلے اکیلے کھانا بہتر ہے یا اجتماعی طور پر مل کر کھانا؟	۲۸۷
مجلس سے صدر کی اجازت کے بغیر اٹھ کر چلے آنا ممنوع ہے	۲۸۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام	۲۸۹
رسول کی مخالفت پر عذاب کی وعید	۲۹۰
سورة الفرقان	
تبارک کا لغوی مفہوم	۲۹۱
مسلمانوں کا اپنے نبی کی شان میں غلو	۲۹۱
حلول کا عقیدہ	۲۹۱
عبداللہ بن سبا یہودی کا کردار	۲۹۲
سیدنا علی کا آپ کو اللہ کہنے والوں کو سزا دینا۔	۲۹۲
امام اہل سنت اور عقیدہ حلول	۲۹۳
فرقان کا مفہوم	۲۹۴
آپ کی رسالت اور قرآن کی ہدایت تا قیامت سب لوگوں کے لئے ہے۔	۲۹۴
اللہ کی اولاد نہ ہونے پر استدلال	۲۹۴
ہر چیز کے متعلق اللہ کا اندازہ کیا ہے۔؟	۲۹۵

مضامین	صفحہ نمبر
الوہیت کے سلبی معیار	۲۹۵
مستشرقین کا یہ الزام کہ آپ نے علمائے یہود و نصاریٰ سے کسب فیض کیا تھا اور اس کے جوابات۔	۲۹۶
مشرکین کا الزام کہ آپ کو کوئی سکھا جاتا ہے، کے جوابات	۲۹۷
قرآن کو نازل کرنے والا صرف اللہ ہی ہو سکتا ہے۔	۲۹۸
اہل عرب کے نزدیک مسحور کی تین صورتیں	۲۹۸
کفار کو یہ سمجھ ہی نہیں آتی تھی کہ آپ پر کیا الزام لگائیں۔	۲۹۹
آخرت کے قائل اور کافر کے انجام کا تقابل	۳۰۰
مِن دون اللہ سے مراد صرف بت نہ ہونے کی وجوہ	۳۰۱
قیامت کے دن مطیع و مطاع کا مکالمہ اور ایک دوسرے پر الزام	۳۰۲
ظلم کا لغوی مفہوم	۳۰۲
نبی کے ذریعہ سب افراد قوم کی آزمائش کیسے ہوتی ہے؟	۳۰۳
کفار کا مطالبہ کہ فرشتے ہم پر نازل ہوں۔	۳۰۴
فرشتوں کو دیکھنے کی تین صورتیں	۳۰۴
کافروں کو ان کے اچھے اعمال کا بدلہ کیوں نہیں ملے گا۔	۳۰۵
آسمان اور زمین جیسے پہلے دھواں اور گڈ مڈ تھے۔ قیامت کو ویسے ہی ہو جائیں گے۔	۳۰۵
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حشر میں سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔	۳۰۶
خذول کا لغوی مفہوم	۳۰۶
مسلمانوں کے قرآن کو پس پشت ڈالنے کے مختلف پہلو	۳۰۷
کفار کا اعتراض کہ قرآن یکبارگی کیوں نازل نہیں ہوا	۳۰۸
قرآن بتدریج نازل ہونے کے فوائد	۳۰۹
اصحاب الرس کون ہیں؟	۳۱۰
آخرت کے قائل اور منکر کا فرق	۳۱۱
کفار کی بوکھلاہٹ اور خود اپنی تردید	۳۱۱
خواہشات کی اتباع شرک ہی کی ایک قسم ہے۔	۳۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
کافر مویشیوں سے بدتر کیوں ہیں؟	۳۱۳
سایوں کے بتدریج گھٹنے بڑھنے کے خوشگوار اثرات	۳۱۳
نیند میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۳۱۴
ہواؤں کی مختلف اقسام	۳۱۵
بارش کے پانی کا خوش ذائقہ ہونا اللہ کی ایک نشانی ہے۔	۳۱۵
بارش کو ستاروں کی گردش سے منسوب کرنے والا کافر ہے	۳۱۶
کافروں سے جہاد کبیر کیوں اور کیسے؟	۳۱۷
مرج کا لغوی مفہوم	۳۱۷
گرم پانی میں ٹھنڈے اور ٹھنڈے پانی میں گرم رویئں چلانا بھی اللہ کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔	۳۱۷
نطفہ سے مرد اور عورت کی تخلیق۔ نیز ان کی جسمانی ساخت اور کارکردگی میں اللہ کی محیر العقول تقدیر	۳۱۸
کافروں اور مسلمانوں کیلئے آپ کی ذمہ داری کی نوعیت	۳۱۹
انبیاء کی محنت کا صلہ؟	۳۱۹
رحمٰن کے لفظ سے قریش کی چڑ	۳۲۰
چاند اور سورج کی روشنی میں فرق اور دوسرے فوائد	۳۲۱
خلفۃ کا لغوی مفہوم	۳۲۱
اللہ کے بندوں کی صفات	۳۲۲
متکبرانہ چال کی ممانعت، چال انسان کے خیالات کی عکاس ہوتی ہے۔	۳۲۲
بیہودہ مجالس سے اجتناب	۳۲۲
رات کی تنہائی میں اللہ کی یاد اور نماز تہجد	۳۲۲
ایمان کا تقاضا اللہ سے امید بھی اور ڈر بھی	۲۲۳
اسراف و تبذیر میں فرق	۳۲۳
اقتصاد کیا ہے؟	۳۲۴
عرب معاشرہ میں شرک قتل ناحق اور زنا کی کثرت اور ان کاموں سے اجتناب	۳۲۴

مضامین	صفحہ نمبر
اسلام لانے کے فائدے	۳۲۵
برائیاں نیکیوں میں کیسے بدلتی ہیں؟	۳۲۵
توبہ کا فائدہ اور شرائط	۳۲۵
شہادت زور کا مطلب	۳۲۶
وحی کو عقل کے تابع رکھنے والے حضرات کا قرآن کی آیت سے استدلال	۳۲۶
اہل خانہ کو دیندار بنانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ دعا بھی ضروری ہے	۳۲۶
امارت کی مشروط آرزو اور سیاسی لیڈروں کی تاویل	۳۲۷
اللہ کی بے نیازی	۳۲۸
کیا اچھے اور برے اعمال کے نتائج لابدی ہیں؟	۳۲۸
سورۃ الشعراء	
کفار کے ایمان نہ لانے پر آپ کی پریشانی کی وجوہ	۳۳۰
جبری ایمان اللہ کو مطلوب نہیں۔	۳۳۰
نباتات میں اللہ کی نشانیاں	۳۳۱
آپ کی اور موسیٰ کی دعوت کے پس منظر کا تقابل	۳۳۲
سیدنا موسیٰ کی اللہ سے گزارشات اور ان کی قبولیت	۳۳۳
اللہ کی معیت کی ایک مثال معتزلہ اور جہمیہ کا رد	۳۳۳
موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ	۳۳۴
سیدنا موسیٰ کا قتل خطا کا اعتراف	۳۳۴
فرعون کے خدائی کے دعویٰ کی نوعیت کیا تھی	۳۳۶
معجزات سے فرعون اور درباریوں کی اثر پذیری	۳۳۷
فرعون کی عیاری	۳۳۸
ماہر جادوگروں کی طلبی	۳۳۸
مقابلہ کے لئے وقت اور جگہ کی تعیین	۳۳۹
فرعون کا غالب فریق کا ساتھ دینے کا اعلان	۳۳۹
ایک نبی اور جادوگر کے کردار کا تقابل	۳۳۹
عصائے موسیٰ کا جادوگروں کے سانپوں کو ہڑپ کرنا	۳۴۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
جادوگر کیوں ایمان لائے؟	۳۴۰
فرعون کی شکست اور جادوگروں کو سزا دینے کا اعلان	۳۴۱
ایمان لانے کے بعد جادوگروں کے کردار میں تبدیلی	۳۴۱
بنی اسرائیل کے ایمان لانے پر دوبارہ ان کے لڑکوں کو مار ڈالنے کی سزا۔	۳۴۲
بنی اسرائیل کی شام کو ہجرت	۳۴۲
فرعون کا تعاقب	۳۴۳
فرعون کی بدحواسی	۳۴۳
عصا مارنے سے سمندر میں بارہ راستے بن جانا	۳۴۴
فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی	۳۴۵
فرعون کے قصہ میں سامان عبرت	۳۴۵
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خانگی ماحول اور باپ کو نصیحت	۳۴۵
انسانی زندگی پر سیاروں کے اثرات کا عقیدہ	۳۴۶
بتوں کے متعلق ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم سے سوال	۳۴۶
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بتوں سے دشمنی	۳۴۷
عبادت کی مستحق ہستی کی صفات	۳۴۷
زندگی اور موت صرف اللہ کے اختیار میں ہے	۳۴۸
سیدنا ابراہیم کے باپ کا حشر	۳۴۹
کس طرح کے معبود جہنم میں جائیں گے	۳۵۱
عابد اور معبود یا مطیع اور مطاع کا مکالمہ	۳۵۱
انبیاء کے اولین مخالف مترفین ہوتے ہیں۔	۳۵۳
مترفین کا قول کہ تمہارے ساتھی رذیل لوگ ہیں	۳۵۳
رجم کا لغوی مفہوم	۳۵۴
یادگاریں تعمیر کرنا قوم عاد کا طریقہ اور عبث کام ہے	۳۵۵
بنیاد پرستی کیا ہے؟	۳۵۶
قوم عاد پر عذاب کی کیفیت	۳۵۷
قوم ثمود کا مسکن اور خصائل	۳۵۷
سیدنا صالح علیہ السلام کا شجرہ نسب	۳۵۷
سیدنا صالح کی اپنی قوم کو تبلیغ	۳۵۸
قوم ثمود کا صالح سے حسی معجزہ کا مطالبہ	۳۵۹
اونٹنی کی پانی پینے کی باری قوم نے کیوں تسلیم کرلی؟	۳۵۹
سیدنا صالح علیہ السلام پر قاتلانہ حملہ کی سازش	۳۶۰
قوم ثمود پر زلزلہ اور صاعقہ کا عذاب	۳۶۰
قوم کی سیدنا لوط پر پابندیاں اور جلاوطنی کی دھمکی	۳۶۱
سیدنا لوط کی بیوی کا کردار	۳۶۲
اصحاب الایکہ کون لوگ تھے؟	۳۶۲
سیدنا شعیب کی قوم لین دین میں ہیرا پھیری اور بددیانتی کی مرتکب تھی	۳۶۳
قوم کا سیدنا شعیب کو مجنون اور بشر کہہ کر جھٹلا دینا	۳۶۳
سیدنا شعیب کا انتباہ	۳۶۴
اصحاب الایکہ پر سائے کا عذاب	۳۶۴
سات مستند تاریخی واقعات کا ماحصل' اللہ کی نافرمانی اور رسول کی تکذیب کے نتیجہ میں اللہ کا عذاب۔	۳۶۴
وحی کے نزول کے وقت آپ کی کیفیت	۳۶۵
علماء بنی اسرائیل خوب جانتے تھے کہ آپ موعود رسول ہیں۔	۳۶۶
اتمام حجت کے بعد ہی عذاب آتا ہے۔	۳۶۸
کفار کا آپ پر الزام کہانت	۳۶۸
اقربین کو آپ کی پہلی دعوت	۳۶۹
شیطان صرف بدکردار لوگوں پر اترتے ہیں	۳۷۰
کہانت کی بنیاد سراسر جھوٹ پر ہے۔	۳۷۱
شاعروں کی خصوصیات۔ تخیل ہی تخیل۔ تضاد بیانی اور عملی فقدان	۳۷۱
کون سے شاعر اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔	۳۷۲
سورۃ النمل	
آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے اور جزا و سزا کا تصور	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
صحیح نہ رکھنے والے کافر ہیں	۳۷۴
سیدنا موسیٰ کے آغاز نبوت کا پس منظر	۳۷۵
معتزلہ جہمیہ اور متصوفین کا رد	۳۷۶
نبی کو نبوت سے پہلے اپنے نبی ہونے کا علم نہیں ہوتا	۳۷۷
عصائے موسیٰ اور ید بیضا اور دوسرے معجزات	۳۷۷
ایمان اور کفر کی چار اقسام اور جحود کا مفہوم	۳۷۸
سیدنا داؤد کو بادشاہی کیسے ملی؟	۳۷۸
سیدنا سلیمان علیہ السلام کا جانوروں کی بولی سمجھنا اور اللہ کا شکر ادا کرنا	۳۷۹
ہر چیز تسبیح کرتی ہے	۳۷۹
سیدنا سلیمان علیہ السلام کا لشکر انسانوں، جنوں اور پرندوں پر مشتمل تھا	۳۸۰
چیونٹیوں کا معاشرتی اور سیاسی نظام	۳۸۰
چیونٹی کی فریاد اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعائے استغفار	۳۸۱
وزع کا لغوی مفہوم	۳۸۱
چیونٹی کی بات کرنے کی تاویل	۳۸۱
سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حدود سلطنت	۳۸۲
اہل سبا کے متعلق ہدہد کی اطلاع	۳۸۲
اہل سبا کی سورج پرستی	۳۸۲
لفظ خب کا لغوی مفہوم	۳۸۳
سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ہدہد کے ذریعے ملکہ سبا کو خط بھیجنا	۳۸۳
ہدہد کی عقلی تاویل اور اس کا جواب	۳۸۴
سیدنا سلیمان علیہ السلام کے مختصر سے خط کی امتیازی خصوصیات	۳۸۴
ملکہ سبا کا درباریوں سے مشورہ	۳۸۵
ملکہ کا اپنے خدشات سے درباریوں کو مطلع کرنا	۳۸۵
سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں وفد کی روانگی	۳۸۶
وفد کو سلیمان علیہ السلام کا جواب	۳۸۶
سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ملکہ کے تخت کو طلب کرنا	۳۸۷
ملکہ سبا کا تخت کتنے عرصہ میں اور کیسے سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا	۳۸۸
تخت لانے والا کون تھا؟	۳۸۸
شکر کی تاثیر	۳۸۹
ناشکری کا نقصان	۳۸۹
سیدنا سلیمان کا ملکہ کے تخت کی صورت بدل دینا	۳۹۰
ملکہ سبا کی عقل کا امتحان	۳۹۰
دوسرا امتحان پانی کے حوض سے	۳۹۱
ملکہ سبا کا ایمان لانا علیٰ وجہ البصیرت تھا	۳۹۱
﴿کشفت عن ساقیھا﴾ سے متعلق عقل پرستوں کی تاویل اور اس کا جواب	۳۹۲
قوم ثمود کے نو غنڈہ سرغنے	۳۹۳
قوم ثمود کے ان غنڈوں کی سازشیں	۳۹۳
ذکر قوم لوط	۳۹۴
لواطت کے نتائج	۳۹۵
بستی سے نکالنے کی دھمکی	۳۹۵
الحمدللہ کے استعمال کا خاص موقع	۳۹۵
اللہ کی ربوبیت عامہ	۳۹۶
عدل کا لغوی مفہوم	۳۹۶
زمین کے جائے قرار ہونے کی چھ توجیہات	۳۹۷
مشکل اوقات میں اکیلے اللہ کو پکارنا	۳۹۸
ستاروں کے فائدے	۳۹۹
نباتات اور جاندار اشیاء کی انواع جو انسان کے علم میں آچکی ہیں	۳۹۹
آغاز خلق اور اعادہ خلق کا سلسلہ ہر آن جاری ہے	۴۰۰
خوراک کی پیدائش کے عوامل	۴۰۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
غیب اور شہادت کے مختلف پہلو	۴۰۱
علم غیب صرف اللہ کو ہے	۴۰۱
علم غیب اور الوہیت کا باہمی تعلق	۴۰۲
علم غیب ناقابل تقسیم صفت ہے	۴۰۲
سوال کیا ہم اٹھائیں جائیں گے اور جواب مجرموں کا انجام دیکھ لو میں ربط	۴۰۳
بنی اسرائیل کے باہمی اختلافات کے متعلق قرآن کی نشاندہی	۴۰۵
ہدایت پانے کی چار ممکنہ صورتیں	۴۰۶
دابۃ الارض کی حقیقت	۴۰۷
انسان کو جس بات کی سمجھ نہ آئے انکار کر دیتا ہے	۴۰۸
دخر کا لغوی مفہوم	۴۰۹
قیامت کو پہاڑوں کا انجام	۴۱۰
اتقن کا لغوی مفہوم	۴۱۰
حرم مکہ کی وجہ سے قریش کو حاصل ہونے والے فوائد	۴۱۱
سورۃ القصص	
قرآن میں اکثر مقامات پر قصص الانبیاء کے ضمن میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر پہلے کیوں آیا ہے؟	۴۱۳
فرعون کا لقب اور زمانہ	۴۱۳
فرعون کی سیاسی پالیسی، قبطی اور سبطی کون لوگ تھے	۴۱۴
سبطیوں کی نسل کشی کے لئے فرعون کا اقدام	۴۱۴
فرعون کا خواب کہ ایک اسرائیلی اس کی حکومت کا خاتمہ کرے گا۔	۴۱۵
مظلوم بنی اسرائیل پر اللہ کی نظر کرم	۴۱۵
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور آپ کی والدہ کو وحی کے ذریعہ ہدایات	۴۱۶
سیدنا موسیٰ علیہ السلام، فرعون کی بیوی کے ہاں	۴۱۶

مضامین	صفحہ نمبر
اپنی بیوی کی درخواست پر فرعون کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو متبنیٰ بنانا اور پرورش کرنا۔	۴۱۷
تدبیر کنند بندہ، تقدیر کند خندہ	۴۱۷
ام موسیٰ کی بے قراری	۴۱۷
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے بہن بھائی اور بہن کا حالات کی خبر رکھنا	۴۱۸
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے انا کی تلاش	۴۱۸
بہن کی انا کے لئے نشاندہی	۴۱۸
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اپنی ماں کے پاس واپسی	۴۱۹
فرعون کے ہاں جدید علوم اور اصول جہانبانی کی تعلیم	۴۱۹
ایک قبطی اور سبطی میں لڑائی، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو مکا مارنا اور اس کا کام تمام ہونا۔	۴۲۰
قتل خطا پر سیدنا موسیٰ کی دعائے مغفرت	۴۲۰
قبطی کے قاتل کا راز فاش ہونا	۴۲۲
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کے مشورہ کی اطلاع ملنا اور مدین کی طرف روانگی	۴۲۲
مدین کے کنویں پر لوگوں کا ہجوم	۴۲۳
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلانا	۴۲۳
سیدنا شعیب علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ہاں بلانا	۴۲۴
مدین میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قیام کا بندوبست	۴۲۴
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ملازم رکھنے کی سفارش	۴۲۵
ملازمت کی ضروری شرائط	۴۲۵
ان شرائط کو نظرانداز کرنے کے مقاصد	۴۲۵
لڑکی سے نکاح کی شرط	۴۲۵
آیا آٹھ سال کی خدمت بطور حق مہر تھی؟	۴۲۶
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت اور جملہ مسائل کا حل	۴۲۶
دس سال بعد اپنے وطن کو روانگی	۴۲۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا راہ بھولنا	۴۲۷
طویٰ میں پہنچنا اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی اور نبوت ملنا	۴۲۷
دو معجزات عطا ہونا اور فرعون کے ہاں جانے کا حکم	۴۲۸
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے خدشات اور التجا اور ہارون کو نبوت ملنا' اللہ کی طرف سے امن کی یقین دہانی	۴۲۹
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو اللہ کا پیغام پہنچانا	۴۲۹
فرعون کی خدائی کی نوعیت	۴۳۰
سیدنا موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ	۴۳۰
اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق روسی انکشاف اور اس کا جواب	۴۳۱
فرعون کا ہامان کو ایک اونچا محل تعمیر کرنے کی ہدایت	۴۳۱
فرعونیوں کا انجام	۴۳۲
فرعون منکرین حق کا رہنما تھا	۴۳۲
انبائے غیب سے آپ کی نبوت پر دلیل	۴۳۳
یہ تینوں واقعات آپ کی نبوت پر دلیل بھی ہیں اور سابقہ کتب میں تحریف کی تصحیح بھی۔	۴۳۴
آپ کی بعثت کے دو مقصد اتمام حجت اور رفع عذر	۴۳۵
موسیٰ علیہ السلام جیسے معجزہ کا مطالبہ کرنے والے کفار کو کئی مسکت جوابات	۴۳۵
اہل کتاب میں سے ایمان لانے والوں کو دوہرا اجر	۴۳۷
لغو سے کنارہ کرنے والے نو مسلم عیسائی اور ابو جہل	۴۳۸
ہدایت کے دو مختلف مفہوم اور ابو طالب کی وفات کا قصہ	۴۳۹
ابو طالب کو اخروی عذاب میں تخفیف	۴۳۹
مشرکین مکہ کا یہ قول کہ اگر ہم ایمان لے آئیں تو ہمیں کوئی ٹھکانہ ملے اور اس کا جواب	۴۴۰
کفار کے اعتراض کا دوسرا جواب معیشت عذاب سے بچا نہیں سکتی	۴۴۱
اعتراض کا تیسرا جواب، عذاب یا ہلاکت کے لئے ضابطہ، رسول کسی مرکزی شہر میں مبعوث ہوتا ہے۔	۴۴۱
چوتھا جواب معیشت محض فانی زندگی کا سامان ہے	۴۴۲
دنیاوی متاع کا حصول مذموم نہیں الا یہ کہ اس میں اخروی نقصان ہو۔	۴۴۲
بھلائی میسر آنے کے لحاظ سے انسانوں کی چار قسمیں	۴۴۲
اعتراض کا پانچواں جواب	۴۴۳
عابد و معبود دونوں اپنی خواہش کے پیروکار تھے۔ اور معبودوں کا جواب	۴۴۳
مشرکوں سے پہلا سوال شرک سے متعلق، دوسرا رسالت سے متعلق ہوگا	۴۴۴
پیروں کو اختیار بخشنے والے مریدان باصفا	۴۴۵
دن رات کے نظام سے اللہ کی قدرت کاملہ پر دلیل	۴۴۶
بزرگوں کے اقوال، اور مکاشفات وغیرہ شرعی دلیل نہیں بن سکتے	۴۴۷
قریشی مالداروں کے لئے قارون کی مثال	۴۴۸
قارون اور اس کے خصائل	۴۴۸
قارون کو حقوق کی ادائیگی کی نصیحت	۴۴۹
قارون کا جواب اور ناعاقبت اندیشی	۴۴۹
قارون کا شاہانہ ٹھاٹھ کا مظاہرہ کرنا اور دنیاداروں کی آرزو	۴۵۰
صبر کے مفہوم کی وسعت	۴۵۱
قارون کا انجام	۴۵۱
فساد کا مفہوم 'فساد فی الارض کیا ہے؟	۴۵۲
معاد کے مختلف مفہوم	۴۵۳
نبی کو نبوت ملنے تک یہ علم نہیں ہوتا کہ اسے نبوت ملنے والی ہے	۴۵۳
آپ افضل الانبیاء کیسے ہیں؟	۴۵۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔	۴۵۵
سورۂ عنکبوت	
ایمانداروں کی جانچ مصائب کی کسوٹی پر	۴۵۶
عقیدہ بدا اور اس کا جواب	۴۵۶
جہاد کے مختلف محاذ اور اقسام	۴۵۸
جہاد کی توفیق دینا بھی اللہ کی مہربانی ہے	۴۵۸
نیکیوں سے برائیاں مٹنے کی مختلف صورتیں	۴۵۸
حقوق والدین اور سعد بن ابی وقاصؓ والدہ کا کردار	۴۵۹
اللہ کے مقابلہ میں کسی اطاعت نہیں	۴۶۰
کیا اطاعت والدین قرآن کی رو سے غیر ضروری ہے؟	۴۶۰
والدین کی اطاعت کے نقصانات	۴۶۱
والدین کی اطاعت کے وجوب پر قرآن سے دلائل	۴۶۲
کیا اطاعت کے بغیر حسن سلوک ممکن ہے؟	۴۶۳
سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اطاعت کا بے نظیر نمونہ	۴۶۳
اطاعت والدین کی حدود	۴۶۴
راہ حق میں تکالیف و مصائب پیغمبروں کی میراث ہے۔	۴۶۵
کافروں کا مسلمانوں کو کہنا کہ اگر تم واپس آجاؤ تو ہم قیامت کو تمہارا بار اٹھا لیں گے	۴۶۶
دوسرے کا عذاب و ثواب کس صورت میں؟	۴۶۶
ذکر نوح	۴۶۷
اصحاب السفینہ اور کشتی نوح	۴۶۷
بتوں کے لئے قرآن میں مستعمل الفاظ	۴۶۸
آستانوں کے لئے جھوٹے قصے کہانیاں گھڑنا کیوں ضروری ہے؟	۴۶۸
شرک کے خلاف سیدنا ابراہیم کے تین دلائل	۴۶۸
رحم مادر میں انسان کی تخلیق	۴۶۹
نقش ثانی، نقش اول سے آسان	۴۷۰

مضامین	صفحہ نمبر
ہر ایک ذرے کے اندر کا ثنائی نظام ہے	۴۷۰
قوم کا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں پھینک دینا	۴۷۱
قوم کے باہمی اتحاد کی بنیاد شرکیہ رسوم	۴۷۲
معبودوں کا عبادت سے انکار اور عابد و معبود میں دشمنی	۴۷۲
سیدنا لوط علیہ السلام کا ایمان لانا اور ہجرت	۴۷۳
سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اللہ کی مہربانیاں	۴۷۴
قوم لوط کی کارستانیاں	۴۷۵
قوم لوط پر عذاب لانے والے فرشتوں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بحث	۴۷۶
فرشتوں کو دیکھ کر سیدنا لوط علیہ السلام کی بے چینی	۴۷۶
قوم لوط پر عذاب آنا	۴۷۷
عذاب کی نوعیت	۴۷۷
ذکر شعیب علیہ السلام	۴۷۸
عاد و ثمود۔ دیوانہ بکار خویش ہشیار	۴۷۸
مشرکوں کے معبودوں کی مثال جیسے مکڑی کا گھر ہو	۴۸۰
کس قسم کی مثال درست ہوتی ہے	۴۸۰
اللہ نے کسی کو اختیارات تفویض نہیں کئے	۴۸۱
تلاوت قرآن کے فائدے	۴۸۱
کیا بلا سوچے سمجھے قرآن کی تلاوت بے سود فعل ہے؟	۴۸۲
تلاوت قرآن اور حفظ قرآن	۴۸۳
قانون کی کتاب کے لئے ترتیل کی کیا ضرورت ہے۔	۴۸۳
متشابہات کی تلاوت کا فائدہ	۴۸۳
قرآن کے الفاظ کی اعجازی تاثیر اور اس کی وجوہات	۴۸۴
تلاوت قرآن کے فائدے	۴۸۴
اگر نماز برائی اور فاحشات سے نہیں روکتی تو یہ نماز	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
میں غافل رہنے کا ثبوت ہے۔	۴۸۵
اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز کیسے؟	۴۸۵
اہل کتاب کے ہاں جتنی سچائی ہے اس کا اعتراف کرنا چاہئے	۴۸۶
آپ ﷺ کے امی ہونے کی مصلحت	۴۸۷
کیا آپ نے بعد میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا؟	۴۸۸
قرآن کے علاوہ آپ ﷺ کی ذات بھی کئی واضح معجزات کا مجموعہ تھی۔	۴۸۸
قرآن زندہ جاوید معجزہ ہے	۴۹۰
آپ ﷺ کی نبوت کے بعد صرف قرآن ہی کتاب ہدایت ہے	۴۹۰
وطن پرستی اور قوم پرستی کفر ہے، اہم چیز دین کی آزادی کے لئے ہجرت ہے	۴۹۱
صبر کے مفہوم کا دائرہ، اخلاق اقدار میں سرفہرست صبر ہے اور دوسرے نمبر توکل	۴۹۲
توکل کا مفہوم	۴۹۲
کسی کو کم یا زیادہ رزق دینے میں اللہ کی حکمتیں اور بندوں کے مصالح	۴۹۳
دنیا کن لوگوں کے لئے کھیل تماشا ہے	۴۹۵
غیروں سے استمداد	۴۹۵
قریش مکہ کو حرم مکہ کی وجہ سے حاصل ہونے والے فوائد	۴۹۵
اللہ کن لوگوں کو اپنی راہیں بجھاتا ہے؟ خلوص نیت سے جہاد پر اللہ کی راہیں کھلنا	۴۹۶
سورۃ روم	
سورہ روم میں دو بہت بڑی پیشین گوئیاں	۴۹۷
سیدنا ابوبکر ؓ اور مشرکوں میں شرط	۴۹۸
انسان کن کن باتوں میں دوسرے جانداروں سے	

مضامین	صفحہ نمبر
ممتاز ہے	۴۹۹
انسان کے امتحان کا پورا وقت اس کی موت تک ہے	۴۹۹
رزلٹ کا اعلان موت کا دن ہے اور اسی وقت سے جزا وسزا شروع ہو جاتی ہے۔	۴۹۹
اخروی زندگی کیوں ضروری ہے؟	۵۰۰
کائنات میں نظم وضبط سے ہی ایجادات ہوتی ہیں اور تمدن کو فروغ ملتا ہے	۵۰۰
توحید، انسانی زندگی کے مقصد اور روز آخرت پر دلائل	۵۰۰
آخرت پر تیسری دلیل	۵۰۱
معبودان باطل کی تین اقسام	۵۰۲
ان میں سے کوئی بھی سفارش نہ کر سکے گا۔	۵۰۳
نمازوں کے اوقات میں آفتاب پرستوں کی مخالفت	۵۰۳
نباتات اور انسان کی پیدائش سے بعث بعد الموت پر دلائل	۵۰۴
انسان کی خودکار مشینری	۵۰۷
انسان کی تخلیق میں اختلاف اور یکسانیت کا حسین امتزاج	۵۰۷
مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے طالب بھی ہیں اور مطلوب بھی۔	۵۰۸
مردوں اور عورتوں کی پیدائش میں تناسب جو بقائے نوع کے لئے ضروری ہے۔	۵۰۸
اختلاف اور یکسانیت کا امتزاج اللہ کی انفرادی توجہ پر دلالت کرتا ہے۔	۵۰۸
نیند اور نیند میں خواب دیکھنا دونوں سربستہ راز ہیں۔	۵۰۹
رات کو کام اور دن کو سونا دینی اور دنیوی لحاظ سے مضر ہیں۔	۵۰۹
بارش کے عوامل میں اللہ کی نشانیاں	۵۱۰
ستاروں کی گردش پر کنٹرول کرنے والی ہستی کا وجوب	۵۱۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
شرک کیسے بہت بڑی بے انصافی ہے؟ایک مثال سے وضاحت	۵۱۲
شرک کے کاروبار کی بنیاد مفاد پرستی ہے	۵۱۲
ہر بچہ اصل فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے	۵۱۳
ہر انسان میں قبول حق کی استعداد موجود ہے اور یہی اللہ کی فطرت ہے	۵۱۳
توحید کے عقیدہ میں ترمیم یا اضافہ کرنے والے سب مشرک ہیں۔	۵۱۴
انسان کی ابتدا توحید سے ہوئی تھی نہ کہ شرک سے	۵۱۴
ہر فرقہ اپنے ہی عقائد کا گرویدہ ہے	۵۱۴
انسان کی تنگ نظری اور چھچھوراپن	۵۱۵
رزق کی کمی بیشی میں اللہ کی مصلحتیں	۵۱۶
مال و دولت میں دوسروں کا حق	۵۱۶
سود سے قومی معیشت تباہ ہوتی اور زکوٰۃ سے پھلتی پھولتی ہے	۵۱۷
اسلامی نظام معیشت کی بنیاد صرف دو چیزیں	۵۱۸
زکوٰۃ سے مال کیسے بڑھتا ہے؟	۵۱۸
فساد فی الارض کا اصل سبب	۵۱۹
ہر قسم کے فساد کی اصل وجہ شرک اور یوم آخرت سے انکار ہے	۵۱۹
جنت میں داخلہ استحقاق کی بنا پر نہیں بلکہ محض اللہ کے فضل سے ہوگا	۵۲۰
ہواؤں کے فائدے	۵۲۱
بارش برسنے کے عمل میں اللہ کی قدرتیں اور حکمتیں	۵۲۲
بارش کے خوشگوار نتائج	۵۲۲
نعمت اور زوال نعمت پر ایک دنیادار کا کردار	۵۲۲
زندگی کے سب مراحل اضطراری ہیں	۵۲۳

مضامین	صفحہ نمبر
طبیعی امور کے علاوہ اللہ کی مشیت سے اختلافی حالات	۵۲۳
کافروں کے اندازے دنیا میں بھی غلط اور آخرت میں بھی غلط ہوں گے	۵۲۴
سورہ لقمان	
قرآن رحمت کس لحاظ سے ہے؟	۵۲۶
گانے بجانے اور ساز و مضراب کی کراہت	۵۲۷
لھوالحدیث سے کیا مراد ہے؟	۵۲۷
نضر بن حارث کا اسلام روکنے میں کردار	۵۲۷
ثقافت جاہلیہ	۵۲۸
سماء اور فلک میں فرق	۵۲۸
لفظ سماء کے مختلف معانی' سات زمینوں کی تخلیق	۵۲۹
کائنات کی وسعت	۵۲۹
سیدنا لقمان کون تھے۔ شکر کی تلقین اور اللہ کی بے نیازی	۵۳۰
بیٹے کو پہلی نصیحت اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا	۵۳۱
اللہ کا اپنے بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر حق	۵۳۱
حدیث جریج	۵۳۲
رضاعت کی مدت	۵۳۳
اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت	۵۳۴
لقمان کی اپنے بیٹے کو دوسری نصیحتیں	۵۳۴
مصائب برداشت کرنا پیغمبروں کی میراث ہے	۵۳۴
متکبرانہ حرکات	۵۳۴
ضرورت کے لئے بلند آواز مذموم نہیں بلکہ وہ ہے جو دھونس جمانے کے لئے ہو۔	۵۳۵
تسخیر کائنات کا مفہوم	۵۳۵
ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مراد؟	۵۳۵
تقلید آباء شیطان کی پیروی ہے	۵۳۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
شریعت مضبوط حلقہ کیسے ہے؟	۵۳۶
الحمدللہ۔ جب فریق مخالف اپنے ہی اعتراف میں پھنس جائے	۵۳۷
اللہ کے کلمات سے مراد؟ اللہ تعالیٰ کے کلمات لاتعداد ہیں	۵۳۸
اللہ کے تخلیقی اور توصیفی کارنامے	۵۳۹
چاند اور سورج کی الوہیت کی تردید	۵۳۹
مشرکین اور دہریہ کا رد	۵۳۹
پانی کی خاصیت اور کشتی سازی	۵۴۰
مقصد کے دو مفہوم	۵۴۱
دنیا کی زندگی میں دھوکے کے مختلف پہلو	۵۴۱
اللہ کے نام پر دھوکا دینے والے شیطان	۵۴۲
حدیث جبریل علیہ السلام	۵۴۲
غیب کے جن امور کا انسان کو علم نہیں ہو سکتا۔	۵۴۳
سورۃ السجدۃ	
تصنیف کے لئے مہارت لازمی ہے	۵۴۴
عرب میں کون کون سے انبیاء مبعوث ہوئے	۵۴۵
آپ کی نبوت سے پہلے کے اسلام پسند حضرات	۵۴۵
اللہ تعالیٰ ہزار سالہ پروگرام مدبرات امر کے حوالہ کر دیتا ہے۔ جس میں کسی قوم پر عذاب بھی شامل ہے	۵۴۶
مقصد کے لحاظ سے ہر چیز کی اعلیٰ شکل وصورت	۵۴۶
نطفہ کے ہر جرثومہ میں صاحب نطفہ کی شکل اور عادات وخصائل کا عکس	۵۴۷
تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی انفرادی توجہ	۵۴۷
انسان کا روز آخرت سے انکار کی اصل وجہ	۵۴۸
دوبارہ زندگی پر عقلی دلیل۔ انا یا روح فنا نہیں ہوگی	۵۴۸
انسان اور جن جبری اطاعت کیلئے پیدا نہیں ہوئے	۵۴۹
آدم کس کا خلیفہ ہے؟	۵۴۹
اعمال اور ان کے نتائج میں مماثلت	۵۴۹

مضامین	صفحہ نمبر
اللہ سے ڈرنے کے باوجود حسن ظن رکھنے کا حکم	۵۵۰
غریبوں اور مفلس لوگوں کو بھی صدقہ کرنا ضروری ہے	۵۵۱
جنت کی نعمتوں کی صفات	۵۵۱
اللہ کی آیات کی پانچ اقسام	۵۵۲
اللہ کی تمام تر آیات کا ماحصل	۵۵۳
امام کی لازمی خصوصیات	۵۵۴
تفرقہ بازی کا انجام: تعصب اور ذلت	۵۵۴
وحی الٰہی کی مردہ زمین پر بارش سے تشبیہ	۵۵۵
سورۃ الاحزاب	
جنگ احد کے بعد مدینہ میں خوف وہراس کی فضا	۵۵۷
معاشرتی اصلاحات اور غلامی کا مسئلہ	۵۵۷
غلام اور آزاد کی طبقاتی تقسیم	۵۵۷
آپ کے آزاد کردہ غلام زید کا سیدہ زینب سے نکاح	۵۵۷
آپ کا زید کو سمجھانا اور طلاق کی نوبت	۵۵۸
مشکل کام کا آغاز نبی کی ذات سے اور سیدہ زینب سے نکاح کا حکم	۵۵۸
نکاح پر کافروں اور منافقوں کا طعن وتشنیع	۵۵۸
اللہ کا دو دل نہ بنانے کا مفہوم	۵۵۹
ظہار کا دستور بھی لغو ہے۔ اور متبنیٰ بنانے کا بھی کیونکہ ماں بھی ایک ہی ہو سکتی ہے اور باپ بھی۔	۵۵۹
متبنیٰ اور وراثت کے دستور کی اصلاح	۵۵۹
سلمان فارسی اور صہیب رومی	۵۶۰
اپنے آپ کو کسی دوسرے فرد یا قوم کی طرف منسوب کرنا کبیرہ گناہ ہے۔	۵۶۰
آپ ﷺ مومنوں کے ان کی ذات سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں۔	۵۶۱
تمام لوگوں سے بڑھ کر آپ سے محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا	۵۶۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
مواخات اور وراثت	۵۶۲
انبیاء کا عہد کیا ہے؟	۵۶۲
انبیاء کے عہد کی ان سے باز پرس بھی ہوگی	۵۶۳
جنگ احزاب کے اصل محرک خیبر میں پناہ گزین یہودی تھے۔	۵۶۳
کفار کے متحدہ گروپ میں کون کون سے گروہ اور قبائل شامل تھے؟	۵۶۴
مجلس مشاورت اور خندق کی کھدائی	۵۶۴
خوراک کی قلت	۵۶۵
آپ ﷺ کا چٹان توڑنا	۵۶۵
جابر بن عبداللہ کے ہاں دعوت اور آپؐ کا معجزہ	۵۶۵
بنو قریظہ کی عہد شکنی	۵۶۵
نعیم بن مسعود کی سیاسی چال اور اتحادی گروپ میں پھوٹ	۵۶۶
سخت ٹھنڈی ہوا کی آندھی	۵۶۶
زبیر بن عوام کا دشمن کی خبر لانے کو تیار ہونا	۵۶۶
آپ کا فرمان کہ آئندہ کفار ہم پر حملہ نہ کر سکیں گے	۵۶۶
منافقوں کے مسلمانوں کو طعنے	۵۶۷
منافقوں کا گھروں کی حفاظت کا بہانہ	۵۶۸
منافقوں کا اپنے عہد سے انحراف	۵۶۸
عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہت بہتر ہے	۵۶۸
منافقوں کی بزدلی کا منظر	۵۶۹
منافقوں کی بزدلی کی انتہا	۵۷۰
جنگ کے دوران آپ کا کردار' آپ سب مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع عملی نمونہ ہیں	۵۷۰
کس طرح کے لوگ آپ کی اتباع نہیں کرتے	۵۷۱
آپ کا بنو غطفان کو اتحادیوں سے توڑنے کا خیال اور انصار کا جواب	۵۷۱
اللہ سے کئے ہوئے عہد کو نباہنے والے	۵۷۲
عبدود کی لاش کا عوضانہ؟	۵۷۳
حیی بن اخطب نے بنو قریظہ کو کیسے بد عہدی پر آمادہ کیا؟	۵۷۳
مدینہ میں اندرونی خطرات	۵۷۳
بنو قریظہ کا محاصرہ	۵۷۴
یہود کی سپر اندازی	۵۷۴
یہود کا سیدنا سعد بن معاذ کو حکم تسلیم کرنا	۵۷۴
سعد بن معاذ کا فیصلہ اور بنو قریظہ کا انجام	۵۷۴
بیویوں کا آپ ﷺ سے خرچ کا مطالبہ	۵۷۵
واقعہ ایلاء کی تفصیل	۵۷۶
آیت تخییر	۵۷۷
بیویوں کا جواب	۵۷۷
نبی کی بیویوں کا مقام	۵۷۸
معاشرہ سے فحاشی کے خاتمہ کے لئے احکام	۵۷۸
آواز پر پابندی	۵۷۹
بن سنور کر آزادانہ پھرنے پر پابندی	۵۷۹
آیۂ حجاب کا نزول اور ضرورت سے نکلنے کی اجازت	۵۸۰
عورتوں کی حقیقی ضروریات	۵۸۰
عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے	۵۸۰
مسجد میں جانے کی مشروط اجازت	۵۸۱
عورت کے لئے بہترین جائے نماز گھر کی اندرونی جگہ ہے	۵۸۱
عورتوں کے مسجد میں جانے پر پابندیاں	۵۸۱
آزادانہ اختلاط کی ممانعت	۵۸۱
تبرج میں کیا کچھ شامل ہے؟	۵۸۲
اہل بیت سے مراد کون لوگ ہوتے ہیں؟	۵۸۲
پاکیزگی کے مختلف پہلو	۵۸۲
حکمت کیا چیز ہے؟	۵۸۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
منکرین حدیث کا ایک اعتراض اور اس کا جواب	۵۸۳
تبلیغ دین میں ازواج النبی کا کردار	۵۸۳
اسلام کی دس بنیادی اقدار	۵۸۴
عام طور پر مردوں کو ہی کیوں مخاطب کیا جاتا ہے؟	
اعمال کے اجر میں مرد اور عورت برابر ہیں۔	۵۸۵
آزاد شدہ غلاموں کا معاشرہ میں مقام	۵۸۵
سیدہ زینب کا اللہ اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا	۵۸۵
آپ ﷺ کے سیدنا زید بن حارثہ پر احسانات	۵۸۵
اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سیدنا زید بن حارثہ پر احسانات	۵۸۵
آپ ﷺ کون سی بات دل میں چھپاتے تھے؟	۵۸۶
اللہ کا حکم ہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لئے نکاح کا قائم مقام تھا	۵۸۷
معترضین کے اس نکاح کے بارے میں اعتراضات	۵۸۸
آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں	۵۸۹
اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب	۵۸۹
مرزا قادیانی کی نبوت کے تدریجی مراحل	۵۹۰
ظلی اور بروزی نبی کی اصطلاح	۵۹۰
آپ کی نبوت کی تردید پر دلائل	۵۹۱
جہاد بالسیف کی بھرپور مخالفت	۵۹۲
آپ کا اپنے بارے میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہونے کا اعتراف	۵۹۲
محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی کا حشر	۵۹۳
مولانا ثناء اللہ امرتسری سے مباہلہ اور مرزا صاحب کی وفات	۵۹۳
حکومت پاکستان کا مرزائیوں کو کافر قرار دینا	۵۹۴
قادیانیوں کی طرف سے آپ کی نبوت پر دلائل اور ان کا جواب	۵۹۴
نئے نبی کی ضرورت کس صورت میں ہوتی ہے۔	۵۹۵
صحابہ کرام پر صلوٰۃ وسلام	۵۹۵
نبی کی شہادت کی تین صورتیں	۵۹۶
مومنوں پر اللہ کا بہت بڑا فضل کیا ہے؟ اور امت مسلمہ کی فضیلت	۵۹۶
طلاق دینے والے کو ہدایات	۵۹۷
آپ ﷺ کو چار سے زائد بیویوں کی خصوصی اجازت اور اس کی وجہ	۵۹۸
کون کون سی عورت نبی کی بیوی بن سکتی ہے۔	۵۹۸
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تبصرہ	۵۹۹
خصائص انبیاء	۵۹۹
خصائص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۶۰۰
وصلی روزوں کی ممانعت	۶۰۱
بودار اشیاء کے استعمال سے متعلق حکم	۶۰۱
کیا نکاح کا مقصد صرف جنسی خواہش کی تکمیل یا حصول اولاد ہی ہے؟	۶۰۱
آپ ﷺ نے کتنی شادیاں کیں اور کس، کس اغراض کے تحت کیں	۶۰۲
آپ ﷺ پر حق مہر باری نان و نفقہ واجب نہیں تھا۔	۶۰۳
بیویوں کی باری کے سلسلہ میں آپ کو خصوصی رعایت	۶۰۳
رعایت کے باوجود آپ نے ہمیشہ باری کو ملحوظ رکھا	۶۰۳
کنیزوں کی رخصت کا غلط استعمال	۶۰۵
گھروں میں داخلہ پر پابندی (استیذان)	۶۰۵
آداب دعوت طعام	۶۰۵
آیہ حجاب	۶۰۶
ولیمہ کی دعوت کھانے کے بعد بیٹھ رہنے والے تین شخص	۶۰۶
مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط کی روک تھام اور پردہ کا حکم	۶۰۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
جس بات سے اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچے وہ ناجائز ہے	۶۰۷	تجارتی نظام	۶۲۷
کون کون سے رشتہ دار محرم ہیں؟	۶۰۷	زراعت کے علاوہ تجارت کی بھی تباہی	۶۲۷
آپ ﷺ پر درود و سلام کیوں ضروری ہے؟	۶۰۸	شیطان کن راہوں سے انسان کو گمراہ کرتا ہے؟	۶۲۸
سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے دو مطلب	۶۰۹	اللہ کے ہاں سفارش کا ضابطہ	۶۲۹
صلوٰۃ و سلام کے فضائل	۶۰۹	اللہ تعالیٰ کا جلال اور ہیبت	۶۳۰
اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا کی صورتیں	۶۰۹	آپ افضل الانبیاءؑ بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی۔	۶۳۲
بنات النبی ﷺ	۶۱۰	ہمسایہ ممالک کو آپ ﷺ کے تبلیغی خطوط	۶۳۲
بڑی چادر اوڑھ کر عورتیں باہر نکلیں	۶۱۰	قیصر روم کو آپ کا نامہ مبارک	۶۳۲
ہاتھوں اور چہرے کا پردہ	۶۱۱	ہرقل اور ابوسفیان میں مکالمہ	۶۳۳
آیت کے غلط معنی اور اس کا جواب	۶۱۱	اَعیان سلطنت کی اسلام سے نفرت اور قیصر روم کی بے بسی	۶۳۵
منافقوں اور یہودیوں کا گٹھ جوڑ واقعات کی روشنی میں	۶۱۲	پرویز کا آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو پھاڑنا اور اس کا قتل ہونا	۶۳۶
سادات اور کبراء سے کون لوگ مراد ہیں؟	۶۱۴	باذان حاکم یمن کا قبول اسلام	۶۳۶
بنی اسرائیل کی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایذا رسانی	۶۱۵	شرحبیل کا آپ ﷺ کے قاصد کو قتل کرنا	۶۳۶
راست بازی کے فوائد	۶۱۶	اسلامی لشکر کی بے مثال جرأت	۶۳۷
امانت کا بار جو انسان نے اٹھالیا۔	۶۱۷	خالد بن ولید سیف اللہ کا نمایاں کارنامہ	۶۳۸
سورة سبا		نجاشی کے نام خط اور اس کا جواب اور قبول اسلام	۶۳۸
زمین میں داخل ہونے والی، زمین سے نکلنے والی، زمین پر اترنے والی اور زمین سے چڑھنے والی اشیاء	۶۱۹	مقوقس مصر کا جواب اور تحائف	۶۳۹
کفار مکہ کا مسلمانوں سے تین باتوں میں عقائد کا اختلاف	۶۲۱	والی بحرین کا قبول اسلام	۶۳۹
ولید بن مغیرہ کے ہاں مجلس مشاورت	۶۲۱	اہل عمان کا قبول اسلام	۶۳۹
سیدنا سلیمانؑ اور تانبا پگھلانے کا فن	۶۲۳	والی یمامہ ہوذہ کی شرط قبول اسلام اور آپ ﷺ کا جواب	۶۴۰
جنوں کا آپؑ کے لئے مزدوروں کی طرح کام کرنا	۶۲۳	تبلیغی خطوط کے اندرون اور بیرون عرب اثرات	۶۴۰
جن اور ہیکل سلیمان کی تعمیر	۶۲۴	آپ افضل الانبیاء بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی	۶۴۱
سیدنا سلیمانؑ کی وفات اور جنوں کا کام کرتے رہنا	۶۲۵	مطیع اور مطاع لوگوں کا مکالمہ	۶۴۲
جن بھی غیب نہیں جانتے	۶۲۵	انبیاء کی مخالفت میں سب سے پیش پیش آسودہ حال لوگ ہوتے ہیں۔	۶۴۳
قوم سبا کے حالات	۶۲۵		
قوم سبا پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور زرعی نظام	۶۲۵		
بیراج اور ڈیموں کا نظام	۶۲۶		
سبا پر سیلاب کا عذاب	۶۲۶		

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
خوش حال لوگوں کا آخرت کے متعلق نظریہ	۶۴۳
مال و دولت اللہ کی رضا کی دلیل نہیں	۶۴۳
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق زیادہ ہوتا ہے۔	۶۴۵
بت پرستی اور قبر پرستی میں قدر مشترک	۶۴۵
فرشتوں سے الوہیت کے متعلق سوال	۶۴۶
اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کی جائے وہ دراصل شیطان کی عبادت ہوتی ہے۔	۶۴۶
کفارِ مکہ قرآن کو جادو کیوں کہتے تھے؟	۶۴۷
حجر اسود کو نصب کرنے کا جھگڑا ختم کرنا آپ ﷺ کی دانش مندی پر دلیل ہے	۶۴۸
جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے	۶۴۹
ایمان لانے کا مقام دنیا ہے آخرت نہیں۔	۶۵۰
اشیاع کا لغوی مفہوم	۶۵۰
سورۃ فاطر	
فطر کا لغوی مفہوم	۶۵۲
پیغام رساں فرشتے	۶۵۲
فرشتوں کے پر اور سرعت رفتار	۶۵۲
بارش سب جانداروں کے رزق کا ذریعہ ہے	۶۵۳
شیطان کا اللہ کے نام پر لوگوں کو دھوکا دینا	۶۵۴
کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ ﷺ کا پریشان ہونا	۶۵۵
نباتات کی پیدائش سے معاد پر دلیل	۶۵۵
پاکیزہ کلمہ اور اعمال صالح کا باہمی تعلق	۶۵۶
کفار مکہ کی چال کیسے ان پر الٹ پڑی؟	۶۵۶
جنین پر وارد ہونے والے تغیرات اور اللہ تعالیٰ کی انفرادی توجہ	۶۵۷
میٹھا پانی اور کھاری پانی اور ان کے مشترکہ فوائد	۶۵۷
دن اور رات کے نظام میں تدریج	۶۵۸
مشرکوں کی فریاد کیسے رائیگاں جاتی ہے؟	۶۵۹
قیامت کو معبود اپنے عابدوں کے دشمن بن جائیں گے	۶۵۹
وزر کا لغوی مفہوم اور قانون جزا و سزا	۶۶۰
بینا اور نابینا کون لوگ ہیں؟	۶۶۱
سماعِ موتی کا رد	۶۶۱
ہر قسم کی مخلوق میں تنوع بھی ہے، فوائد بھی اور خوبصورتی بھی	۶۶۲
علم صرف وہ مفید ہے جس سے اللہ کا خوف پیدا ہو۔ اور حقیقی عالم وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا بھی ہو۔	۶۶۳
کیا علماء سے مراد سائنٹسٹ ہیں؟	۶۶۳
اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے اعمال کی قدردانی، پیاسے کتے کو پانی پلانے اور راہ سے کانٹے ہٹانے پر بخشش	۶۶۴
قرآن کے حق ہونے کا مطلب زندگی کے حقائق کا لحاظ رکھنا ہے	۶۶۵
اعمال کے لحاظ سے تین قسم کے مسلمان اور ان کا انجام	۶۶۵
مینڈھے کی شکل میں موت کا ذبح ہونا	۶۶۷
جہنمیوں کی فریاد کے مختلف جوابات	۶۶۷
انسان زمین میں خلیفہ کس کا؟	۶۶۸
شریکوں کے جواز کی ممکنہ بنیادیں؟	۶۶۸
شرک کی اصل بنیاد مفاد پرستی ہے	۶۶۹
مشرکینِ مکہ کا یہ قول کہ اگر نبی ہم میں آتا تو ہم تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے	۶۷۰
دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں۔ ورنہ زمین پر کوئی جاندار زندہ نہ رہ سکتا۔	۶۷۱
سورۃ یٰس	
فضائل سورہ یٰسین	۶۷۳
قرآن کا نزول ہی آپ ﷺ کی رسالت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔	۶۷۳
مکہ میں شعیبؑ کے دو ہزار سال بعد آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔	۶۷۴
آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کی حالت	۶۷۴
تقلیدِ آباء اور رسم و رواج کے طوق	۶۷۵
اثر کا لغوی مفہوم	۶۷۶
زندگی کے بعد اعمال نامہ میں درج ہونے والے اعمال	۶۷۷
لوح محفوظ کے نام اور صفات	۶۷۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
اصحاب القریہ اور مردِ حق گو	۶۷۷
انبیاء کی دعوت پر کافروں کو کیا مصیبت پڑتی ہے؟	۶۷۸
کافر قوم کی دھمکی	۶۷۸
اس مرد حق گو نے اصحاب قریہ کو کیا کیا باتیں سمجھائیں	۶۷۹
اپنے ایمان کا برملا اعلان	۶۸۰
مرد حق گو کی شہادت	۶۸۰
اصحاب القریہ پر چیخ کا عذاب	۶۸۱
دلائلِ توحید: ہر قسم کی نباتات کا بہترین حصہ انسان کے لئے ہوتا ہے۔	۶۸۱
زرعی پیداوار میں انسان کا حصہ	۶۸۲
وما عملته ایدیہم کے مختلف مفہوم	۶۸۲
تمام خوردنی اشیاء کی اصل زرعی پیداوار ہے۔	۶۸۲
زوج کے مختلف معانی اور ان کی وسعت	۶۸۲
رات کا ذکر دن سے پہلے اور فطری تقویم	۶۸۳
سورج کا عرشِ الٰہی تلے سجدہ ریز ہونا	۶۸۳
اشکالِ قمر اور منازلِ قمر	۶۸۴
سورج اور چاند کی گردش اور فلک کا مفہوم	۶۸۴
سمندر میں غرقابی کا حسرت ناک منظر	۶۸۵
مشیت کا سہارا اس وقت لیا جاتا ہے جب جرم اپنا ہو	۶۸۶
قیامت دفعتاً آجائے گی	۶۸۷
دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا اثر	۶۸۷
شیطان کی عبادت کیسے ہوتی ہے؟	۶۸۹
عبادت کا مفہوم	۶۸۹
اعضاء وجوارح کی گواہی کیسے ہوگی؟	۶۹۰
فوراً سزا دینا اللہ کی مشیت کے خلاف ہے	۶۹۰
بڑھاپے سے بچپنے کی حالت	۶۹۱
آپ ﷺ کا وزن توڑ کر شعر پڑھنا	۶۹۱
آپ ﷺ کے شعر	۶۹۲
آپ ﷺ کو شعر کیوں نہیں سکھایا گیا؟	۶۹۲
مویشیوں سے حاصل ہونے والے فوائد	۶۹۳
معبودان باطل کی دنیا اور آخرت میں بے بسی	۶۹۳
اللہ کی تخلیق کے مختلف طریقے	۶۹۵
اللہ نے ہر مردہ میں زندہ اور زندہ میں مرنے کی خاصیت رکھ دی ہے	۶۹۵
درختوں کے فائدے اور آگ کا حصول	۶۹۵
اللہ کے کلمہ کن کہنے کے مفہوم	۶۹۵
سورۃ صافات	
صفیں باندھے ہوئے فرشتے	۶۹۷
قرآن اللہ کا کلام اور کائنات اس کا فعل ہے اور ان میں تضاد نا ممکن ہے۔	۶۹۷
مشارق و مغارب کتنے ہیں؟	۶۹۸
آسمانوں کا وجود ایک ٹھوس حقیقت ہے	۶۹۸
دور نبوی ﷺ میں کہانت کا چرچا	۶۹۸
شہاب ثاقب	۶۹۹
مٹی کی مختلف حالتیں جن سے آدم کا پتلا بنایا گیا	۶۹۹
ڈارون کے نظریہ کا ابطال	۶۹۹
انسان کی دوبارہ زندگی کیسے؟	۷۰۱
زوج کے تینوں معنے مراد ہیں	۷۰۱
معبودانِ باطل کی تین اقسام	۷۰۲
مطیع اور مطاع کا قیامت کے دن مکالمہ	۷۰۲
لفظ یمین کے مختلف معنی اور ان سب کا اطلاق	۷۰۳
خوشحال لوگوں کے اکڑنے کی تین وجوہ	۷۰۳
شاعر اور نبی کا فرق	۷۰۴
مجنون اور نبی کا فرق	۷۰۴
بعد زمانی کے باوجود مماثلت نبی کی تعلیم کے برحق ہونے کا ثبوت ہے	۷۰۴
جنت کے رزق کی خصوصیات	۷۰۵
فواکہ کیسے پھل ہیں؟	۷۰۵
شراب کے تین نقصان اور ایک فائدہ	۷۰۵
بیض کی مختلف تعبیریں	۷۰۶
عالمِ آخرت میں سمعی اور بصری قوتوں میں بے پناہ اضافہ	۷۰۷
افضل اعمال کون سے ہیں؟	۷۰۸
اللہ کی محیر العقول مخلوق	۷۰۸
شیطان کے مختلف مفہوم	۷۰۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر
تقلید آباء کی مذمت	۷۰۹
نوحؑ کی بددعا اور اس کی قبولیت	۷۱۰
کیا نوحؑ آدمِ ثانی ہیں؟	۷۱۰
ابراہیمؑ کی ستارہ پرست قوم	۷۱۱
دعوت توحید کا آغاز اپنے باپ سے	۷۱۱
قوم ابراہیم اور جشن نوروز	۷۱۲
سیدنا ابراہیم کا بتوں کو توڑ پھوڑ دینا	۷۱۲
سیدنا ابراہیمؑ سے قوم کا سوال و جواب	۷۱۲
سیدنا ابراہیمؑ کو آگ کے الاؤ میں پھینکنا	۷۱۲
شام کی طرف ہجرت	۷۱۳
سیدنا اسمٰعیلؑ کی بشارت	۷۱۳
نبی کا خواب وحی ہوتا ہے	۷۱۴
بیٹے کی بے مثال فرمانبرداری	۷۱۴
قربانی کا منظر	۷۱۴
باپ بیٹے کا امتحان میں پورا اترنا	۷۱۴
بیٹے کا قربانی کا فدیہ	۷۱۵
ذبیح اللہ سیدنا اسمٰعیلؑ تھے یا سیدنا اسحٰقؑ؟	۷۱۵
احسان کا وسیع مفہوم	۷۱۶
مصر میں بنی اسرائیل کی حالت زار	۷۱۷
سیدنا الیاسؑ کا مرکز تبلیغ، بعل کی پرستش	۷۱۸
سیدنا لوطؑ اور ان کی قوم	۷۱۹
سیدنا یونسؑ کی بلااذن الٰہی ہجرت	۷۲۰
کشتی میں قرعہ اندازی	۷۲۰
سیدنا یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں	۷۲۰
مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا	۷۲۰
آپ ﷺ کی رہائش اور خوراک کا بندوبست	۷۲۱
سیدنا یونسؑ کا اپنی قوم میں واپس آنا	۷۲۱
قریش کا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینا	۷۲۱
جنوں اور اللہ تعالیٰ میں سسرالی رشتہ	۷۲۲
اللہ اور جبرئیلؑ کے درمیان نور کے ستر حجاب	۷۲۳
قریش کا دعویٰ کہ اگر ہمارے پاس نبی آیا ہوتا تو ہم اللہ کے مخلص بندے ہوتے	۷۲۳
اللہ کے غلبہ سے مراد روحانی اور اصولِ دین کا غلبہ ہے	۷۲۴
کفار مکہ پر جو عذاب آتے رہے۔	۷۲۴

مضامین	صفحہ نمبر
سورۃ صٓ	
تعجب کی بات تو تب تھی کہ نبی کوئی اجنبی یا فرشتہ ہوتا	۷۲۶
سمجھوتہ کیلئے ایک ۲۵ رکنی وفد کا ابوطالب کے پاس آنا	۷۲۷
آپ ﷺ کا جواب، ایک اللہ کی عبادت کرو، عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے	۷۲۷
قریش کا خیال کہ یہ نبی اقتدار چاہتا ہے	۷۲۸
قریش کا قول کہ آیا نبوت کے لئے یہی شخص رہ گیا تھا	۷۲۹
جواب، کیا یہ اپنے آپ کو اللہ کی رحمت کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں	۷۲۹
کفار کا مطالبہ، ہمارا اعمال نامہ ابھی دے دیا جائے	۷۳۰
آپ ﷺ کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف	۷۳۱
سیدنا داؤدؑ کی خوش الحانی	۷۳۱
دیوار پھاند کر آنے والے دو شخص اور مقدمہ کی نوعیت	۷۳۲
سیدنا داؤدؑ اور اسرائیلیات	۷۳۳
سیدنا داؤدؑ کی آزمائش کیا تھی؟	۷۳۳
روزِ جزا پر عقلی دلیل دنیا کھیل تماشا نہیں	۷۳۵
دوسری دلیل عدل کا تقاضا	۷۳۵
سیدنا سلیمان کے ہاں پیش کئے جانے والے گھوڑے	۷۳۶
سیدنا سلیمان کو اللہ نے کس آزمائش میں ڈالا	۷۳۷
رسول اللہ ﷺ بھڑنے والا جن	۷۳۷
جنوں پر سیدنا سلیمانؑ کی حکمرانی	۷۳۸
سیدنا ایوبؑ پر اللہ کے انعامات	۷۳۹
صبر ایوب	۷۳۹
سیدنا ایوبؑ کا اپنی بیوی کو سزا دینا	۷۴۰
شرعی حیلہ کس صورت میں جائز ہے؟	۷۴۰
الیسع اور ذوالکفل کا ذکر	۷۴۱
اہلِ جہنم کا باہمی مکالمہ اور ایک دوسرے پر الزام	۷۴۲
عالمِ بالا میں فرشتوں کی بحثیں	۷۴۴
فرشتوں کو آدمؑ کو سجدہ کا حکم	۷۴۵
اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں؟	۷۴۵
لاعلمی کا اعتراف کر لینا بھی عالم ہونے کی دلیل ہے	۷۴۶

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ

٩٨ آیاتها — رکوعها ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ

کلمات ٩٦٨ آیت ٩٨ (١٩) سورہ مریم[١] مکی[٢] ہے (۴۴) رکوع ٦ حروف ٣٦٨٦

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

ک۔ ہ۔ ی۔ ع۔ ص (١) یہ آپ کے پروردگار کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا[٣] پر کی تھی۔ (٢) جب زکریا نے اپنے پروردگار کو چپکے[۴] چپکے پکارا (٣)

www.KitaboSunnat.com

[١] اس سورہؑ کا نام مریم اس لئے ہے کہ اس میں سیدہ مریم کے حالات کا تفصیلی ذکر آیا ہے اور یہی ایک خاتون ہیں جن کا قرآن میں نام مذکور ہے اور کم از کم تیس مقامات پر ان کا نام آیا ہے۔

[٢] ۞ ہجرتِ حبشہ:۔ یہ سورت مکہ میں ہجرتِ حبشہ یعنی ۵ نبوی سے پیشتر نازل ہوئی تھی۔ قریش کے ناروا مظالم اور سختیوں میں مسلمان پس رہے تھے اور کوئی غلام تھا یا آزاد، کمزور تھا یا قوی سب مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ بالآخر آپؐ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ وہاں کا عیسائی بادشاہ جسے مسلمان نجاشی کہتے تھے۔ اپنے عدل کی وجہ سے مشہور تھا اور حبشہ کی طرف ہجرت کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ وہاں تبلیغ کے لئے میدان کھلا تھا۔ چنانچہ پہلی دفعہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو وفد حبشہ کو روانہ ہوا اس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں۔ ان عورتوں میں سیدنا عثمان کی بیوی یعنی رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رقیہ بھی شامل تھیں۔ اسی موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جو اللہ کی راہ میں ہجرت کے لئے نکلا“ رفتہ رفتہ ان مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ چند ہی ماہ میں ۸۳ مرد اور ۱۱ عورتیں حبشہ کو منتقل ہو گئے جن میں سات غیر قریشی مسلمان بھی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں صرف ۴۰ آدمی رہ گئے۔ اس صورت حال نے کفار مکہ کو سخت بے چین کر دیا۔ کیونکہ ہجرت کرنے والے تقریباً سب ہی کسی نہ کسی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ کسی کا بیٹا، کسی کا داماد، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن وغیرہ تھے۔ اس صدمہ سے متاثر ہو کر کچھ لوگ تو مسلمان ہوئے اور زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جنہوں نے مسلمانوں پر سختیوں میں مزید اضافہ کر دیا۔ ایک تجویز طے ہوئی کہ جیسے بھی بن پڑے مہاجرین حبشہ کو یہاں واپس مکہ لایا جائے۔

۞ ہجرتِ حبشہ اور قریشی وفد کی ناکامی:۔ اس غرض کے لئے دو ماہرین سفارت عبداللہ بن ابی ربیعہ (ابو جہل کا ماں جایا بھائی) اور عمرو بن عاص (فاتح مصر، جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے) کا انتخاب کیا گیا۔ یہ دونوں بادشاہ اور پادریوں کے لئے تحفے تحائف لے کر حبشہ پہنچے۔ پہلے پادریوں سے ملے اور انہیں تحفے تحائف دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ جب ہم بادشاہ کے سامنے اپنی عرضداشت پیش کریں تو وہ ان کی ہاں میں ہاں ملا دیں۔ چنانچہ دوسرے دن اس وفد نے بادشاہ کے سامنے حاضر ہو کر نذرانے پیش کرنے کے بعد عرض کی کہ ہمارے چند مجرموں نے مکہ سے بھاگ کر آپ کے ہاں پناہ لی ہے۔ وہ ہمیں واپس کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیئے جائیں۔ ساتھ ہی رشوت خور درباریوں اور پادریوں نے ہاں میں ہاں ملا دی۔ مگر نجاشی انصاف پسند انسان تھا۔ ان کی باتوں میں نہ آیا اور کہہ دیا کہ جب تک میں ان لوگوں کی بات نہ سن لوں ان کی واپسی کا کیسے حکم دے سکتا ہوں۔ چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا اور ان سے صورت حال دریافت کی گئی۔ مسلمانوں نے سیدنا جعفر طیار کو اپنا نمائندہ یا ترجمان مقرر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں فلاں قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان نبی مبعوث کیا جس پر ہم ایمان لے آئے تو یہ لوگ ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑ گئے۔ انہی لوگوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر ہم نے آپ کے ملک میں پناہ لی ہے۔ نجاشی کہنے لگا: تمہارے نبی پر جو کلام نازل ہوا ہے۔ اس کا کچھ حصہ تو سناؤ چنانچہ سیدنا جعفر طیار نے اسی سورۂ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں جن میں سیدنا زکریا اور سیدہ مریم کا ذکر ہے۔ یہ کلام سن کر نجاشی پر رقت طاری ہو گئی۔ سنتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی اور جب سیدنا جعفر طیار نے تلاوت ختم کی تو کہنے لگا: یہ کلام اور وہ کلام جو سیدنا عیسیٰؑ پر نازل ہوا دونوں ایک ہی منبع سے پھوٹے ہیں۔ واللہ! میں ان لوگوں کو تمہارے حوالہ نہ کروں گا"

نجاشی کے انکار پر قریشی وفد سخت مایوس ہو گیا اور موجودہ صورتحال پر غور کرنے کے لئے سر جوڑ بیٹھے۔ عمرو بن عاص یکدم پکار اٹھا کہ بادشاہ سے دوبارہ ملاقات کی جائے میں کل ایسی بات پیش کروں گا جس سے یقیناً ہم کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ دوسرے دن عمرو بن عاص نے رسائی حاصل کر کے بادشاہ سے کہا: حضور آپ کو یہ بھی علم ہے کہ یہ لوگ سیدنا عیسیٰؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟

بادشاہ نے اس سوال کے جواب کے لئے دوبارہ مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ انہیں بھی اس بات کی خبر ہو گئی تھی۔ بہرحال انہوں نے یہ طے کر لیا کہ حالات جیسے بھی پیش آئیں ہمیں سچی بات ہی کہنا چاہئے اور جب نجاشی نے یہ سوال کیا تو سیدنا جعفر طیار کہنے لگے کہ "عیسیٰؑ اللہ کے بندے، اس کے رسول، روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے" یہ جواب سن کر نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: "واللہ! جو کچھ تم نے کہا: عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں" نجاشی کے اس تبصرہ پر درباری لوگ برہم ہوئے مگر نجاشی نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ قریشی سفارت مکمل طور پر ناکام ہو گئی۔ نجاشی نے ان کے تحائف انہیں واپس کر دیئے اور مسلمانوں کو امن و اطمینان سے اس ملک میں رہنے کی اجازت دے دی۔

[۳] سیدنا زکریا اور یحییٰ علیہما السلام نیز سیدہ مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات پہلے سورۂ آل عمران کے رکوع نمبر ۳ اور ۴ میں گزر چکے ہیں۔ ان کے حواشی بھی مدنظر رکھے جائیں۔

سیدنا یحییٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام دونوں کی پیدائش خرق عادت کے طور پر ہوئی تھی۔ مگر چونکہ سیدنا یحییٰ کی پیدائش نسبتاً کم خرق عادت ہے۔ اس لئے اسے بطور تمہید پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

[۴] اس کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ مثلاً رات کی نماز تہجد میں جب انسان کو کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا اور وہ بڑی دلجمعی اور سکون کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ کہ بڑھاپے اور مایوسی کی عمر میں ایسی بات کی درخواست کی کہ اگر دوسرے لوگ سن لیں تو مذاق اڑائیں۔ اس لئے آہستہ آواز سے دعا کی۔ تیسرے یہ کہ جب سیدہ مریم کے پاس بے موسم میوے دیکھے تو دل ہی دل میں اللہ کو پکارنے لگے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۗىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَاۗءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝۵ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۤ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝۶ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝۷ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ

اور کہا: "میرے پروردگار! میری ہڈیاں بوسیدہ ہو چکیں اور بڑھاپے کی وجہ سے سر کے بال[۵] سفید ہو گئے، تاہم اے میرے پروردگار! میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں[۶] رہا۔(۴) میں اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں (کی برائیوں سے) ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو اپنی جناب سے مجھے ایک وارث عطا فرما(۵) جو میرے اور آلِ یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے پروردگار! اسے پسندیدہ[۸] انسان بنانا"(۶)

(اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:) زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہو گا۔ اس سے پیشتر اس نام کا کوئی دوسرا آدمی ہم نے پیدا[۹] نہیں کیا۔(۷) زکریا نے عرض کی: میرے پروردگار! میرے ہاں لڑکا

[۵] اشتعل الراُس کا لفظی معنی سر کا شعلہ مارنا ہے مگر یہ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے اور یہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب بڑھاپے کی وجہ سے سر کے بال سفید اور چمکدار ہونے لگیں۔

[۶] اس کا ایک مطلب تو وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا۔ یعنی جب بھی میں نے تجھ سے دعا کی وہ ہمیشہ قبول ہوتی رہی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار جب بھی تو نے مجھے کسی کام کے کرنے کے لئے پکارا تو میں ہمیشہ بجالاتا رہا اور کبھی شقی ثابت نہیں ہوا۔

[۷] ۞ سیدنا زکریا کا بیٹے کے لئے دعا کرنا:۔ یعنی لڑکا طلب کرنے سے میری اصل غرض یہ ہے کہ وہ میرا صحیح جانشین ثابت ہو۔ کیونکہ دوسرے میرے بھائی بند جو مجھے نظر آرہے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو میرے بعد دعوت دین اور تبلیغ کے کام کو سنبھال سکے۔

[۸] ۞ علماء انبیاء کے وارث ہیں:۔ یہاں وراثت سے مراد علمِ دین کی وراثت ہے۔ کیونکہ انبیاء کی یہی وراثت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے "ان العلماء هم ورثة الانبياء" (بخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول و العمل) "یعنی علماء حضرات ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں" پھر میرے اس لڑکے کو اپنا پسندیدہ بھی بنایا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے اخلاق و کردار اس قدر پاکیزہ ہوں کہ وہ سب لوگوں کی نظر میں مقبول و محبوب اور پسندیدہ ہو۔

[۹] ۞ یحییٰ اللہ کا اپنا تجویز کردہ نام:۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر کے بیٹے کی بشارت دی تو ساتھ ہی نام بھی خود ہی تجویز فرما دیا اور نام بھی ایسا انوکھا کہ پہلے کسی آدمی کا یہ نام نہیں رکھا گیا تھا۔ یحییٰ: دعائیہ نام ہے یعنی اللہ کرے تادیر زندہ رہے۔ جیسے ہمارے ہاں جیونا یا جیونی نام رکھتے ہیں اور عرب میں عائش اور عائشہ، نیز اسم بمعنی صفت بھی ہو سکتا ہے جیسے وللہ الاسماء الحسنیٰ کے معنی "اللہ کے بہترین نام" بھی ہو سکتے ہیں اور "بہترین صفات" بھی، اس لحاظ سے اس کا معنی یہ ہو گا کہ ایسی اچھی سیرت والا آدمی پہلے کوئی نہیں ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ
هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا
تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا
بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ

کیسے ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے [۱۰] کی حد کمال کو پہنچ چکا ہوں" (۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہاں ایسا ضرور ہوگا۔ تیرا پروردگار یہ کہہ رہا ہے کہ یہ میرے لئے آسان سی بات ہے، اس سے پہلے میں تجھے [۱۱] پیدا کر چکا ہوں جبکہ تو کوئی چیز بھی نہ تھا" (۹) زکریا نے عرض کیا: "پروردگار! پھر میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تیرے لئے نشانی [۱۲] یہ ہے کہ تو مسلسل تین رات تک لوگوں سے گفتگو نہ کر سکے گا" (۱۰) چنانچہ (جب وہ وقت آگیا) زکریا اپنے حجرہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو انہیں اشارہ سے کہا کہ "صبح و شام تسبیح بیان کیا کرو" (۱۱) (اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کو بچپن میں ہی حکم دیا ہے کہ) "اے یحییٰ! کتاب (تورات) پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو جاؤ" اور ہم نے اسے بچپن میں ہی قوت فیصلہ [۱۳] عطا کر دی تھی۔ (۱۲) ہم نے اسے اپنی

[۱۰] ❁ سیدنا زکریا علیہ السلام کے تعجب کی وجہ:۔ یعنی جب دعا کی تھی اس وقت تو تعجب نہ ہوا اور جب قبول ہوگئی اور بشارت ملی تو تعجب کرنے لگے۔ اور یہ تعجب اس لئے نہ تھا کہ آپ کو اللہ کی قدرت میں شک تھا ورنہ ایسی دعا ہی نہ کرتے بلکہ یہ تعجب اس فطری داعیہ کی بنا پر تھا کہ انسان کی عادت ہے کہ جب وہ کوئی غیر معمولی خوشخبری سنے تو مزید اطمینان اور مزید خوشی کے حصول کے لئے اس بات کو کرید کرید کر بار بار پوچھتا ہے۔

[۱۱] یہاں خلقتك سے مراد سیدنا زکریا علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں اور سیدنا آدم علیہ السلام بھی۔ دونوں صورتوں میں اس واقعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حیران کن قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے نیز یہاں تو پھر وسائل (یعنی سیدنا زکریا اور ان کی بیوی) موجود ہیں۔ ان کی زائل شدہ قوتوں کو از سر نو زندہ یا بحال کر دینا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

[۱۲] ❁ سیدنا زکریا علیہ السلام کا حمل کی علامت پوچھنا:۔ یعنی ایسی نشانی جس سے معلوم ہو جائے کہ اب حمل قرار پا گیا ہے۔ چنانچہ علامت یہ بتائی گئی کہ تمہاری قوت گویائی بحال رہنے کے باوجود تم لوگوں سے بات چیت نہ کر سکو گے البتہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے زبان چلتی رہے گی۔ چنانچہ جب وہ وقت آگیا تو آپ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔ اور دوسروں کو اشارہ سے تاکید کر دی کہ وہ ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہیں اور اللہ کا شکر ادا کرنے میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔

[۱۳] ❁ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے اوصاف:۔ یعنی اللہ کی کتاب کو خود بھی سیکھو دوسروں کو بھی سکھاؤ۔ اس کے احکام پر خود بھی پوری طرح عمل کرو دوسروں کو بھی اس کی دعوت دو۔ یہی وہ مشن تھا جس کے لئے سیدنا زکریاؑ نے دعا کی تھی۔ چنانچہ اللہ نے سیدنا یحییٰؑ کو سن رشد پر پہنچتے ہی منصب نبوت پر سرفراز فرما کر یہ حکم دے دیا تھا۔ اور ساتھ ہی قوت فیصلہ، قوت اجتہاد، تفقہ فی الدین، معاملات میں صحیح رائے قائم کرنے کی صلاحیت اور معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار بھی دے دیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۙ (۱۳) وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (۱۴) وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ
يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (۱۵) وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (۱۶)
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۪ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۷) قَالَتْ

مہربانی سے[۱۴] نرم دل اور پاک سیرت بنایا اور وہ فی الواقع پرہیزگار تھے۔(۱۳) وہ اپنے والدین سے ہمیشہ اچھا سلوک کرتے تھے اور کسی وقت بھی جابر اور نافرمان[۱۵] نہ ہوئے۔(۱۴) اس دن پر سلامتی ہو جس دن بھی وہ پیدا ہوئے اور اس دن بھی جب[۱۶] وہ مریں گے اور اس دن بھی جب دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا۔(۱۵) اور (اے پیغمبر!) اس کتاب میں مریم کا حال بھی ذکر کیجئے۔ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی۔(۱۶) اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ[۱۷] گئی تھی۔ اس وقت ہم نے اس کی طرف اپنی روح[۱۸] (فرشتہ) کو بھیجا جو ایک تندرست انسان کی شکل میں مریم کے سامنے آ گیا۔(۱۷) وہ بولی اگر تمہیں کچھ

[۱۴] حنانا سے مراد مہربانی، شفقت اور محبت کی وہ قسم ہے جو ماں کو اپنے بچہ سے ہوتی ہے۔ یعنی سیدنا یحییٰ علیہ السلام لوگوں کے حق میں اس قدر ہمدرد، غمگسار اور نرم دل تھے جیسے ماں اپنی اولاد کے حق میں ہوتی ہے۔ پاکیزہ اخلاق کے مالک اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے نہ کبھی کوئی گناہ کا کام کیا اور نہ گناہ کا ارادہ کیا اور اللہ کے ڈر سے روتے رہنے کی وجہ سے ان کے رخساروں پر نشان پڑ گئے تھے۔

[۱۵] بڑھاپے کی اولاد، اور بالخصوص ایسی اولاد جو اللہ سے دعائیں مانگ مانگ کر حاصل ہو، کے عادات واطوار ماں باپ کے زیادہ لاڈ پیار کی وجہ سے اچھے نہیں ہوتے لیکن یحییٰ علیہ السلام میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔ وہ ماں باپ کے انتہائی فرمانبردار، ان سے بہتر سے بہتر سلوک کرنے والے تھے۔ نافرمانی یا سرکشی کی ان میں بو تک نہ تھی۔

[۱۶] انسان پر تین ہی مشکل گھڑیاں پیش آتی ہیں۔ جو بہرحال مشکل ہوتی ہیں۔ ایک پیدائش کا وقت اس کے اپنے آپ پر اور اس کی ماں پر۔ دوسرے موت کا وقت اور تیسرے بعث الموت کا وقت گویا اللہ تعالیٰ کی نظروں میں بھی وہ اس قدر پسندیدہ تھے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی کوئی وقت ایسا نہیں آیا یا نہیں آئے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلامتی نازل نہ ہوتی ہو۔

[۱۷] ۞ سیدہ مریم کی بیت المقدس کے حجرہ میں عبادت:۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی خرق عادت پیدائش کے بعد اب سیدنا عیسیٰ کی معجزانہ بغیر باپ پیدائش کا آغاز ہو رہا ہے۔ سیدہ مریمؑ بیت المقدس کے مشرقی جانب کے ایک حجرہ میں گوشہ نشین ہو کر اللہ کی عبادت میں مشغول رہا کرتیں۔ پھر اس کمرہ میں بھی ایک پردہ ڈال لیا تاکہ دوسرے لوگوں سے بھی الگ تھلگ رہ کر پوری یکسوئی سے ذکر و فکر میں مشغول رہ سکیں اور اس کا دوسرا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ جب جوان ہوئیں تو انہیں حیض آ گیا اور بہت زیادہ شرم محسوس ہوئی تو اس وقت سب لوگوں سے پردہ کر لیا۔ پھر اسی علیحدگی میں غسل حیض بھی کیا۔

[۱۸] یہاں روح سے مراد فرشتہ ہے۔ سیدنا جبرئیل ایک نوجوان اور خوبصورت مرد کی شکل میں اسی پردہ کے مقام پر نمودار ہو گئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ۝۱۸ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا
زَكِیًّا ۝۱۹ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا ۝۲۰ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ
رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ۝۲۱ فَحَمَلَتْهُ

اللہ کا خوف ہے تو میں تم سے اللہ کی پناہ[۱۹] مانگتی ہوں۔“ (۱۸) وہ بولے: ”میں تو تمہارے پروردگار کا بھیجا[۲۰] ہوا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں ایک پاک سیرت لڑکا دوں“ (۱۹) وہ بولیں: ”میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی انسان[۲۱] نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں“ (۲۰) وہ بولے ہاں! ایسا[۲۲] ہی ہوگا تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ میرے لئے یہ آسان سی بات ہے اور اس لیے بھی (ایسا ہوگا) کہ ہم اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور وہ ہماری طرف سے رحمت ہوگا اور یہ کام ہو کے رہے گا“ (۲۱) چنانچہ مریم کو

اور فرشتے جب انسانی شکل میں نبیوں یا برگزیدہ ہستیوں کے پاس آتے ہیں تو عموماً خوش منظر صورتوں میں ہی آتے ہیں۔

[۱۹] ۞ سیدہ مریم اور جبرئیل کا مکالمہ:۔ یہ صورت حال دیکھ کر سیدہ مریمؑ سخت خوفزدہ ہوگئیں اور ان کے لئے یہ انتہائی نازک وقت تھا۔ خود بھی نوجوان تھیں، سامنے نوجوان اور خوش شکل مرد کھڑا تھا۔ تنہائی تھی، کوئی دوسرا پاس موجود بھی نہ تھا۔ نووارد کا نورانی چہرہ دیکھ کر اندازہ کیا کہ آدمی تو کوئی پرہیزگار ہی معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اسے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ میں تیری طرف سے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں۔ یعنی اس بات سے کہ تو مجھ پر کسی قسم کی دست درازی کرے۔

[۲۰] فرشتے نے جواب دیا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اگر میرے متعلق کوئی برا خیال آیا ہے تو اسے نکال دو۔ میں آدمی نہیں بلکہ تمہارے پروردگار کا فرستادہ فرشتہ ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔ یہاں جبریلؑ نے لڑکا عطا کرنے کی نسبت جو اپنی طرف کی ہے تو اس سے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ فرشتے اللہ کے شریک ہیں اور اللہ نے انہیں کچھ اختیارات تفویض کر رکھے ہیں جیسا کہ مشرکین سمجھتے ہیں یا مشرکین مکہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ یہاں ساتھ ہی یہ وضاحت موجود ہے کہ ”میں تیرے پروردگار کا فرستادہ ہوں“ یعنی اس کام پر مامور ہوا ہوں۔ مجھے اس کام کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا مدبرات امر کام کی نسبت کبھی براہ راست اللہ کی طرف کرتے ہیں، کبھی اپنی طرف اور جب اپنی طرف کریں تو وہ بھی حقیقتاً اللہ ہی کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے اسی واقعہ کی نسبت ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ (۶۶:۱۲)

[۲۱] یعنی سیدہ مریم کا پہلا خوف تو دور ہو گیا کہ یہ کوئی بدکار آدمی نہیں بلکہ اللہ کا فرستادہ فرشتہ ہے اب حیرت اس بات پر ہوئی کہ لڑکا ہو کیسے سکتا ہے؟ جب تک کسی مرد سے صحبت نہ ہو خواہ یہ بالجبر کی صورت میں ہو یا بالرضا کی صورت میں؟ اور یہ دونوں باتیں یہاں مفقود تھیں۔

[۲۲] ۞ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش خود ایک معجزہ تھی:۔ یعنی ناممکن ہونے کے باوجود ممکن ہے اور ایسا ہو کے رہے گا کیونکہ اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ اور یہ اس لئے ہوگا کہ ہم اس لڑکے کو تمام لوگوں کے لئے ایک زندہ جاوید معجزہ بنا دیں۔ پھر یہ لڑکا ہماری طرف سے تمہارے لئے از راہ رحم و کرم عطیہ بھی ہے اور تمام لوگوں کے لئے بھی رحمت ثابت ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ
قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ
تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾

اس [۲۳] بچے کا حمل ٹھہر گیا اور وہ اس حالت میں ایک دور کے مکان میں علیحدہ جا بیٹھیں (۲۲) پھر زچگی کی درد انہیں ایک کھجور کے تنے تک لے آئی تو کہنے لگیں، کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میرا [۲۴] نام ونشان بھی باقی نہ رہتا۔ (۲۳) اس وقت درخت کے نیچے سے (فرشتے نے) انہیں پکار کر کہا کہ ”: غمزدہ نہ ہو، تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ بہادیا ہے۔ (۲۴) اور اس کھجور کے تنہ کو زور سے ہلاؤ وہ آپ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔ (۲۵)

واضح رہے کہ تخلیق کے لئے چار ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

ایک یہ کہ ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہو، یہ صورت عام ہے اور سب انسان یا جاندار ایسے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ دوسری یہ کہ ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہو۔ اس طرح سیدنا آدمؑ کو پیدا کیا گیا۔ تیسری یہ کہ صرف مرد سے پیدا ہو۔ جیسے سیدہ حوا کو آدم سے پیدا کیا گیا۔ اور چوتھی یہ کہ صرف عورت سے پیدا ہو۔ یہ صورت ابھی تک وجود میں نہ آئی تھی جو سیدنا عیسیٰؑ کی پیدائش سے پوری ہو گئی۔

[۲۳] ❁ سیدہ مریم میں روح جبرئیل نے پھونکی تھی یا اللہ تعالیٰ نے؟ روایات میں ہے کہ یہ کہہ کر سیدنا جبریل نے سیدہ مریمؑ کی قمیص کے گریبان میں روح پھونکی جسے سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ یعنی یہ روح ہم نے پھونکی تھی۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جبریلؑ نے یہ کیوں کہا تھا ”تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں“ اس نفخہ جبریل یا نفخہ الٰہی سے سیدہ مریم کو حمل قرار پا گیا۔ اسی وجہ سے آپ کو روح اللہ کہتے ہیں۔

❁ حمل کی وجہ سے سیدہ مریم کا بیت المقدس سے چلے جانا:۔ جب آپ حاملہ ہو گئیں تو اب شرم کے مارے وہاں رہنا گوارا نہ کیا اور آپ بیت المقدس کا حجرہ چھوڑ کر دور کسی مقام پر چلی گئیں۔ کہتے ہیں کہ یہ مقام بیت اللحم تھا جو وہاں سے تقریباً آٹھ میل دور ہے۔

[۲۴] یعنی زچگی کے درد سے بے تاب ہو کر اٹھیں اور ایک کھجور کے تنے کا سہارا لیا۔ کیفیت یہ تھی ایک تو دردزہ کی شدت کی تکلیف، دوسرے تنہائی و بیکسی، تیسرے اشیائے خوردنی اور دیگر ضروریات کا فقدان۔ حتیٰ کہ پانی تک موجود نہ تھا اور سب سے زیادہ پریشان کن بات آئندہ بدنامی اور رسوائی کا تصور تھا۔ اب سب باتوں سے آپ اس قدر پریشان ہوئیں کہ بے اختیار منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ کاش میں آج سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور لوگوں کے حافظہ سے بھی اتر چکی ہوتی۔

جو حضرات معجزات کے منکر ہیں۔ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو قرآنی تصریحات کے علی الرغم فطری پیدائش قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہیں اناجیل کی روایات قبول کرنے میں بھی کچھ باک نہیں ہوتا۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ انجیل میں تو فقط سیدہ مریمؑ کی یوسف نجار سے منگنی کا ذکر ہے مگر یہ حضرات باقاعدہ نکاح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۚ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ
صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾
يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ

پس کھاؤ [٢٥] ، پیو اور اپنی آنکھ ٹھنڈی کرو پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا کہ ": میں نے اللہ کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے لہذا آج کسی انسان سے [٢٦] بات نہ کروں گی" (٢٦) پھر وہ اس بچے کو اٹھائے اپنی قوم میں آئیں تو وہ کہنے لگے: "مریم تو تو بہتان [٢٧] والی چیز لائی ہے۔(٢٧) اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی" (٢٨) مریم نے اس بچے کی طرف اشارہ کر دیا تو وہ کہنے لگے: "ہم اس سے

سیدہ مریم کے اس جملہ "کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میرا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا" کی تعبیر یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ جملہ انہوں نے دردزہ کی شدت کی وجہ سے کہا تھا۔ یہ تعبیر اس لحاظ سے غلط ہے کہ دردِ زہ ہر عورت کو ہوتی ہے اور ہر وضع حمل کے وقت ہوتی ہے۔ لیکن صرف اس درد کی بنا پر کسی عورت نے کبھی موت کی آرزو نہیں کی۔ بلکہ عورتیں ایسے موقعوں پر ہمیشہ یہ درد خوشی کے ساتھ برداشت کرتی ہیں بالخصوص اس صورت میں کہ بچہ بھی پہلوٹی کا ہو اور پھر اولاد بھی نرینہ ہو۔ لہذا منکرین معجزات یا نیچری حضرات کی یہ تاویل صرف اللہ کی آیات کا مذاق ہی نہیں بلکہ تجربہ کی کسوٹی پر بھی غلط ثابت ہوتی ہے۔

[٢٥] ۞ زچگی کے دوران خورد و نوش کے لئے اللہ کی معجزانہ مدد:۔ جس کھجور کے درخت کے تنے سے سیدہ مریم نے سہارا لیا تھا وہ قدرے بلندی پر واقع تھا اس کے نیچے سے پھر اسی فرشتہ کی آواز سنائی دی جس نے لڑکے کی بشارت دی تھی اور جس کی بشارت شاید اس وقت سیدہ مریم بھول گئی تھیں۔ اور وہ آواز یہ تھی کہ ذرا نیچے تو دیکھو اللہ نے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے یہ تمہارے پینے کے لئے ہے اور اسی کھجور کے تنے کو زور سے ہلاؤ تو تازہ پکی کھجوریں جھڑنے لگیں گی۔ یہ سیدہ مریم کے کھانے کا سامان کیا گیا اور یہ دونوں چیزیں معجزانہ طور پر پیدا کی گئی تھیں۔ جو اس حالت زچگی کے لئے ایک سادہ غذا بھی تھی اور مناسب و متوازن بھی۔

[٢٦] ۞ پیدائش کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد کی صورتیں اور چپ کا روزہ:۔ اللہ کی مہربانی سے بچہ پیدا ہو گیا۔ فرشتہ کی آمد سے تنہائی میں کمی واقع ہوئی۔ کھانے پینے کا سامان بھی مہیا ہو گیا اور جو تھی اور سب سے زیادہ پریشان کن بات یہ تھی کہ بدنامی سے بچاؤ کی کیا صورت ہو اور لوگ جو دیکھیں گے اور پوچھیں گے تو انہیں کیا جواب دیا جائے۔ اس کا علاج اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا اور فرشتے نے سیدہ مریم کو ہدایت کی کہ اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو اس کو اشارہ سے یہ کہہ دینا کہ میں نے آج چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ لہذا کسی آدمی سے بات کرنا مجھے منع ہے۔ واضح رہے کہ چپ کا روزہ پہلی امتوں میں مشروع تھا مگر شریعتِ محمدیہ میں مشروع نہیں۔ ایسے روزہ میں انسان ذکر اذکار اور اللہ سے دعا وغیرہ تو کر سکتا تھا، مگر لوگوں سے بات چیت نہیں کر سکتا تھا جیسا کہ سیدنا زکریاؑ کو بھی سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے حمل کی علامت ایسا ہی تین دن کا روزہ بتایا گیا تھا۔ ایسے روزہ میں فرشتوں سے بات چیت ممنوع نہیں تھی۔

[٢٧] ۞ یہود کی بہتان تراشیاں:۔ جس وجہ سے سیدہ مریم اس دور کے مکان میں جا گزیں ہوئی تھیں وہ تو پورا ہو چکا۔ اب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي

کیسے کلام کریں جو ابھی [٢٨] گود کا بچہ ہے؟" (٢٩) بچہ بول اٹھا۔ میں اللہ کا بندہ [٢٩] ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ (٣٠) اور جہاں کہیں بھی میں رہوں اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (٣١) اور یہ بھی کہ میں اپنی والدہ سے بہتر سلوک کرتا رہوں۔ نیز

وہ اسے اٹھائے ہوئے اور فرشتہ کی ہدایت کو پلے باندھے ہوئے اپنی قوم کے لوگوں کے ہاں آگئیں۔ اس امید پر کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلے بروقت مدد فرمائی ہے اب بھی کوئی راہ نکال دے گا۔ جب وہ اپنے لوگوں کے پاس بچہ کو اٹھائے ہوئے پہنچیں تو انہوں نے بچہ کو دیکھ کر بغیر کچھ پوچھے ہی طعن وملامت شروع کر دی اور آسمان سر پر اٹھالیا اور کہا کہ ہارون جیسے پاکیزہ خاندان کی اولاد ہوتے ہوئے یہ تو نے کیا گل کھلا دیا تم نے ہمارے پورے خاندان کی ناک کٹوا دی اور ہماری عزت خاک میں ملا دی۔ غرض بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں۔ کسی نے کہا کہ تمہاری ماں (عمران کی بیوی) بھی ایک پاک باز اور عفیفہ عورت تھی اور باپ (عمران) بھی بڑا شریف آدمی تھا۔ پھر تجھ میں یہ بری خصلت کہاں سے آگئی؟ غرض جتنے منہ اتنی باتیں ہوتی رہیں اور سیدہ مریم خاموشی اور تحمل سے یہ باتیں سنتی رہیں اور یہ باتیں کچھ غیر متوقع بھی نہ تھیں۔

۞ **سیدہ مریم ہارون کی بہن کیسے تھیں؟** کہتے ہیں کہ سیدہ مریم کے ایک بھائی کا نام بھی ہارون تھا۔ اسی وجہ سے لوگوں نے سیدہ مریمؑ کو اے ہارون کی بہن کہا تھا۔ ممکن ہے یہ بات بھی صحیح ہو مگر اس سے بہتر توجیہ وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے اسی توجیہ کی تائید عام محاورۂ عرب سے بھی ہوتی ہے۔ نیز درج ذیل حدیث بھی اسی توجیہ کی تائید کرتی ہے۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے نجران کے عیسائیوں کی طرف (مناظرہ کے لئے) بھیجا تو انہوں نے کہا: "تم جو یا اخت ھارون پڑھتے ہو تو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ میں تو کافی مدت ہے؟ (پھر مریم ہارون یعنی موسیٰؑ کے بھائی، کی بہن کیسے ہوئی؟) اور میں نہیں سمجھتا تھا کہ انہیں کیا جواب دوں۔ پھر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور انہیں بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے انہیں یہ نہ بتایا کہ وہ لوگ اپنے سے پہلے کے نبیوں اور بزرگوں کے نام رکھا کرتے تھے" (یعنی موسیٰ کے بھائی ہارون اور تھے اور مریم کا بھائی ہارون اور تھا) (ترمذی، ابواب التفسیر)

[٢٨] سیدہ مریمؑ نے فرشتہ کی ہدایت کے مطابق ان کی کڑوی کسیلی باتوں میں سے کسی کا جواب نہ دیا بلکہ اس نومولود بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ خود جواب دے گا۔ اس بات پر لوگ اور زیادہ برہم ہوئے اور کہنے لگے ایک تو خود مجرم ہو دوسرے ہمارا مذاق اڑاتی ہو۔ یہ بچہ جو ابھی پیدا ہوا ہے بھلا ان باتوں کا کیا جواب دے سکتا ہے؟

[٢٩] ۞ **سیدنا عیسیٰ نے کلام فی المہد سے اپنی والدہ کی بہتان سے مکمل بریّت کر دی:۔** تب اس نومولود بچے کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے قوت گویائی عطا فرمائی اور پہلی بات جو اس نے کی وہ یہ تھی کہ "میں اللہ کا بندہ ہوں" بالفاظ دیگر میں نہ اللہ ہوں اور نہ ابن اللہ ہوں اور یہ ایسی بنیادی بات تھی جو بعد میں اس کے پیروکاروں میں ہی متنازعہ فیہ بن گئی۔ کسی نے انہیں اللہ ہی کہہ دیا اور کسی نے اللہ کا بیٹا۔ آپ نے اپنے اس معجزانہ کلام کے آغاز میں ہی اس کی تردید فرما دی تھی۔ نیز یہ بھی بتایا کہ "اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى
ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا

اللہ نے مجھے جابر او بد بخت نہیں بنایا۔ (٣٢) مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور اس دن [٣٠] بھی جب میں مروں گا اور اس دن بھی جب میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ (٣٣) یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا قصہ۔ یہی سچی بات ہے جس میں وہ جھگڑا [٣١] کر رہے ہیں۔ (٣٤) اللہ تعالیٰ کو یہ شایاں نہیں کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ (ایسی باتوں سے)

نے مجھے کتاب دی ہے اور اپنا نبی بھی بنایا ہے" اس کے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے مجھے کتاب تورات کا علم عطا فرمایا اور دوسرا یہ کہ اللہ مجھے کتاب انجیل بھی عطا فرمانے والا ہے اور نبوت بھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام دراصل ان کی سب بہتان تراشیوں کا مکمل جواب تھا اور اس کلام میں ان کی والدہ سیدہ مریمؑ کی مکمل بریّت کا اظہار مقصود تھا یعنی اگر ایک نومولود بول سکتا ہے اور ایسا مبنی بر حقیقت کلام کر سکتا ہے تو یہ بھی عین ممکن ہے کہ وہ پیدا بھی معجزانہ طور پر بن باپ کے ہوا ہو۔ بالفاظ دیگر اسی عمر میں ایسے کلام کرنے کے معجزہ سے معجزانہ پیدائش کی توثیق مقصود تھی۔

[٣٠] سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اس وقت کے کلام کے باقی نکات یہ تھے کہ میں جہاں کہیں بھی رہوں گا اللہ کی مہربانی سے اس کی برکات میرے شامل حال رہیں گی اور مجھے یہ بھی تاکیدی حکم دیا گیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں باقاعدگی کے ساتھ نمازیں اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں۔ اور اپنی والدہ سے بہتر سلوک کرتا رہوں (صرف والدہ کا ذکر اس لئے کیا کہ آپ کا والد تھا ہی نہیں ورنہ اس کا بھی ضرور ذکر کرتے) اللہ نے میری سرشت میں نہ سرکشی رکھی ہے اور نہ بد بختی۔ جب میں پیدا ہوا تھا تو اس دن بھی اللہ نے مجھ پر سلامتی نازل فرمائی تھی اور مرتے وقت حتیٰ کہ مرنے کے بعد اٹھتے وقت یعنی اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی بہرحال اللہ مجھ پر سلامتی نازل فرمائے گا۔ یہ تھا وہ پورا کلام جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کیا تھا جبکہ آپ کی والدہ پر الزام تراشیاں کی جا رہی تھیں۔

۞ گود میں کلام کرنے والے تین بچے:۔ واضح رہے کہ بخاری و مسلم دونوں میں ایک طویل حدیث موجود ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے تین بچوں نے مہد میں کلام کیا تھا۔ ان میں سے ایک تو یہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کے مخاطب یہود تھے اور آپ کے اس کلام کا مقصود پہلے بیان ہو چکا ہے۔ دوسرا ابن جریج راہب کا قصہ ہے جسے بالخصوص مسلم نے بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ابن جریج راہب پر زنا کی تہمت لگائی گئی تو انہوں نے اللہ سے بریت کی دعا کی پھر حرامی نومولود بچہ کو کچوکا لگا کر پوچھا کہ بتاؤ کہ تمہارا باپ کون ہے؟ تو بچہ بول اٹھا کہ فلاں چرواہا ہے۔ اس طرح اللہ نے ابن جریج راہب کو زنا کی تہمت سے بری فرما دیا۔ اور تیسرے بچہ کی مخاطب اس کی ماں تھی جو سامان دنیا پر ریجھی ہوئی تھی تو بچہ نے بول کر اپنی ماں کی گمراہ کن غلط فہمی کو دور کر دیا۔

اور مہد میں کلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ شیر خوارگی کے عالم میں کلام کرے جب کہ ابھی اس نے کلام کرنا نہ سیکھا ہو۔ اور یہ مہد کا کلام تینوں واقعات میں صرف ایک ہی بار وقوع پذیر ہوا۔ یہ نہیں کہ ان بچوں نے اس عالم میں متعدد بار کلام کیا ہو۔

[٣١] ۞ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا فرقے، ان کے جھگڑے اور کلام فی المهد کے اہم نکات:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾

پاک ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو بس یہ کہہ دیتا ہے کہ "ہو جا" تو وہ [۳۲] ہو جاتی ہے۔(۳۵) اور (آپ انہیں بتائیں کہ) اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔(۳۶) پھر مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ پس ایسے کافروں کے لئے ہلاکت ہے جو بڑے دن کی حاضری کا انکار کر [۳۳] رہے ہیں۔(۳۷)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی حقیقت بالکل یہی ہے جو یہاں بیان کر دی گئی۔ لیکن اہل کتاب نے اس میں کئی اختلاف اور جھگڑے کھڑے کر دیئے۔ یہود نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اتنا گھٹایا کہ نعوذ باللہ انہیں ولد الزنا قرار دے کر اس پر دلائل پیش کرنے لگے اور نصاریٰ نے ان کا درجہ اس قدر چڑھایا کہ انہیں عین اللہ قرار دے لیا یا کچھ دوسرے انہیں ابن اللہ کہنے لگے اور اپنے ایسے عقائد کے دلائل پیش کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دونوں گروہ افراط و تفریط اور غلو فی الدین میں مبتلا ہیں۔ جو کچھ اصل حقیقت تھی وہ یہاں بیان کر دی گئی ہے۔ پھر اس اصل حقیقت کے بیان ہو جانے کے بعد اب مسلمانوں کے ایک فرقہ نے جو معجزات کے منکر ہیں اس حقیقت سے اختلاف کیا اور کہنے لگے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی معجزانہ طور پر نہیں بلکہ عام فطری دستور کے مطابق ہوئی تھی اور قرآن کے بیان کے علی الرغم قرآن ہی کی معنوی تحریف کر کے ایسے دلائل ڈھونڈنے لگے۔ ایسے تمام لوگوں کا اور ان کے اختلاف کا اب قیامت کے دن فیصلہ ہوگا۔ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کے منکرین کے سلسلہ میں دیکھئے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ کا حاشیہ)

اور عیسائی حضرات اللہ کو باپ سیدہ مریم کو ماں اور سیدنا عیسیٰؑ کو بیٹا کہتے ہیں۔ مگر سیدہ مریم کو اللہ کی بیوی نہیں کہتے۔ یعنی ماں باپ مان کر بھی ان کے ہاں سیدنا عیسیٰؑ کی پیدائش کا وہ طریقہ نہیں جو والدین کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ پھر اگر کوئی بات خرق عادت ماننا ہی ہے تو بدوں باپ پیدائش مان لینے میں کیا اشکال ہے؟

[۳۲] ❁ اللہ کو بیٹے یا کسی مددگار کی قطعاً ضرورت نہیں:۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کو بیٹا بنانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی یہ کارخانہ کائنات ٹھیک طرح چل رہا تھا تو پھر بیٹا بنانے کی ضرورت کہاں سے آگئی؟ علاوہ ازیں ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان بھی نہیں ہیں وہ اس قسم کی کمزوریوں اور مجبوریوں سے بالاتر اور پاک ہے نیز جب اس کے سارے کام فقط کن کا حکم دینے سے ہو جاتے ہیں۔ فوراً اسباب و وسائل مہیا ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ چیز ہو کے رہتی ہے تو پھر اسے کسی کو بیٹا یا شریک بنانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟

[۳۳] سیدھی راہ یہ ہے کہ میرا اور تمہارا یعنی سب لوگوں کا خالق اور پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اب جو لوگ اس سیدھی راہ میں رخنے ڈالتے، اللہ کے لئے بیٹے، پوتے، بیٹیاں یا دوسرے شریک تجویز کرتے، پھر ان پر بحثیں کر کے جدا جدا فرقے بنا رہے ہیں انہیں قیامت کے دن کی ہولناک تباہیوں سے خبردار کیجئے اور اس ہلاکت سے ڈرایئے جو اس دن انہیں یقیناً پیش آنے والی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ

جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے اس روز وہ خوب سن رہے اور دیکھ رہے ہوں گے۔ لیکن یہ ظالم آج کھلی گمراہی[۳۴] میں پڑے ہیں۔(۳۸) نیز انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈرایئے جبکہ ہر کام کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور (آج تو) یہ لوگ غفلت[۳۵] میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لا رہے۔(۳۹) بلا شبہ ہم ہی زمین اور اس پر موجود سب چیزوں کے[۳۶] وارث ہوں گے اور انہیں ہمارے ہاں

[۳۴] یعنی آج اس دنیا میں انہیں دیکھنے اور سننے کا فائدہ ہے مگر نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن خوب دیکھ اور سن رہے ہوں گے مگر اس دن دیکھنے اور سننے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس دن وہ ایسی ایسی باتیں سنیں گے جن سے ان کے جگر پھٹ جائیں گے اور ایسے منظر دیکھیں گے جن سے ان کے چہروں پر سیاہی اور مردنی چھا جائے گی۔

[۳۵] ❁ **یوم حسرت اور موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کرنا** :۔ کافروں کے پچھتانے کے مواقع تو بہت ہوں گے۔ مگر آخری موقع غالباً وہ ہوگا جب اہل جنت کو جنت جانے کا اور اہل دوزخ کو دوزخ میں جانے کا فیصلہ سنا دیا جائے گا جیسا کہ درج ذیل حدیث میں آیا ہے:

''سیدنا ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: (قیامت کے دن) موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لے کر آئیں گے۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا: ''اے اہل جنت!'' وہ ادھر دیکھیں گے تو فرشتہ کہے گا: ''تم اس مینڈھے کو پہچانتے ہو؟'' وہ کہیں گے ''ہاں''۔ یہ موت ہے اور ہم سب اس کا مزہ چکھ چکے ہیں'' پھر وہ پکارے گا، ''دوزخ والو!'' وہ لوگ بھی گردن اٹھا کر ادھر دیکھنے لگیں گے تو فرشتہ کہے گا: ''تم اس مینڈھے کو پہچانتے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہاں! یہ موت ہے، ہم سب اس کو دیکھ چکے ہیں''۔ اس وقت وہ مینڈھا ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہے گا: ''جنت والو! تمہیں ہمیشہ بہشت میں رہنا ہے اور دوزخ والو! تمہیں بھی ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔ اب کسی کو موت نہیں آئے گی۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی ﴿وانذرھم یوم الحسرۃ...... لایومنون﴾ (بخاری۔ کتاب التفسیر، ترمذی، ابواب التفسیر)

اس دن کافر سب کچھ خوب دیکھ رہے ہوں گے اور سن بھی رہے ہوں گے مگر ہر طرف سے ناامید ہو کر حسرت سے اپنے ہاتھ کاٹیں گے۔ مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا''

[۳۶] یعنی اس دن نہ کسی کا مُلک باقی رہے گا نہ مِلک باقی رہے گی۔ ہر چیز براہِ راست مالکِ حقیقی کی طرف لوٹ جائے گی۔ وہی علی الاطلاق ہر چیز کا مالک و مختار ہوگا۔ اور وہی ہر چیز کا وارث ہوگا۔ مُلک و مِلک کے لمبے چوڑے دعویٰ رکھنے والے وہاں خالی ہاتھ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرٰهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ إِذْ قَالَ

ہی لوٹ کر آنا ہے۔(۴۰) اور اس کتاب میں سیدنا ابراہیم کا قصہ[۳۷] بیان کیجئے بلاشبہ وہ راست باز[۳۸] انسان اور ایک نبی تھے۔(۴۱)

[۳۷] سیدنا ابراہیمؑ کے قصہ کا روئے سخن بالخصوص قریش مکہ کی طرف ہے۔ جو اپنے آپ کو دین ابراہیم کا پیروکار بتاتے تھے۔ انہیں بتایا یہ جا رہا ہے کہ وہ مشرک نہیں بلکہ توحید پرست تھے۔ انہوں نے اپنے مشرک آباء واجداد کی تقلید کو چھوڑ دیا تھا۔ تمہیں بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ مشرک قوم اور مشرک باپ نے طرح طرح کی دھمکیاں دیں مگر انہوں نے شرک کی باتیں تسلیم کرنے پر گھربار چھوڑنے اور ترک وطن کو ترجیح دی۔ ایک تم ہو جو اپنے شرک پر اتنے مصر ہو کہ توحید پرستوں کو اذیتیں دے دے کر انہیں ہجرت پر مجبور کر دیا ہے۔ پھر تمہارے اس اتباعِ دینِ ابراہیمی میں کون سی صداقت ہے؟

[۳۸] اور سیدنا ابراہیمؑ تو قول کے سچے اور اپنی عملی زندگی میں بھی راست باز انسان تھے اور صدیق ہونے کے علاوہ وہ نبی بھی تھے۔ بعض لوگ اسی آیت سے استدلال کر کے بخاری کی درج ذیل حدیث کی صحت کا انکار کر دیتے ہیں:

❁ سیدنا ابراہیم کے تین جھوٹ والی حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب:۔ "سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ سیدنا ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہ بولا سوائے تین مرتبہ کے۔ دو مرتبہ تو اللہ کے واسطے ان کا یہ کہنا کہ انی سقیم اور یہ کہنا کہ بل فعله کبیرهم هذا (۲۱: ۶۳) یہ دونوں اللہ کے لئے تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ ایک دن وہ اور (ان کی بیوی) سارہ اس حال میں جا رہے تھے کہ ایک ظالم بادشاہ پر ان کا گزر ہوا۔ کسی نے بادشاہ سے کہا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے جس کے ساتھ اس کی خوبصورت بیوی بھی ہے۔ اس بادشاہ نے سیدنا ابراہیمؑ کو بلوا بھیجا اور سارہ کی بابت پوچھا کہ یہ کون ہے؟ سیدنا ابراہیمؑ نے کہہ دیا: "یہ میری بہن ہے" پھر وہ سارہ کے پاس گئے اور کہا: سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے اور اس ظالم نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے کہہ دیا کہ یہ میری (دینی) بہن ہے۔ پس تم مجھے جھوٹا نہ کرنا" (بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب قول اللہ واتخذ الله ابراهيم خليلا)

۱۔ ان تین جھوٹوں میں سے دو کا ذکر تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ بتوں کو توڑا تو آپ نے تھا لیکن پوچھنے پر کہہ دیا کہ اس بڑے بت نے انہیں توڑا ہے اس طرح جب ان کی قوم جشن منانے نکلی اور آپ کو ساتھ لے جانے کو کہا تو آپ نے کہہ دیا کہ میں بیمار ہوں۔ پھر اسی وقت جا کر ان کے بت بھی توڑ ڈالے تو پھر بیمار کیسے تھے؟ کیا یہ باتیں خلاف واقعہ نہیں تھیں؟ لہذا معترضین کا اصل رخ قرآن کی طرف ہونا چاہئے نہ کہ حدیث کی تکذیب کی طرف۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے خود ابتداءً وضاحت سے یہ الفاظ فرما دیئے کہ "سیدنا ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا" یہ ان کے فی الواقع صدیق ہونے کی بہت بڑی شہادت ہے کہ ان سے ۱۷۵ سالہ زندگی میں تین سے زیادہ مرتبہ جھوٹ سرزد نہیں ہوا۔ اب آپ اپنی زندگی کے شب و روز پر نگاہ ڈالئے کہ آپ ساری زندگی میں نہیں بلکہ صرف ایک دن رات میں کتنی مرتبہ جھوٹ بولتے ہیں اور دانستہ بھی اور نادانستہ بھی اور پھر خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اگر ایک شخص سے ۱۷۵ سال کی زندگی میں تین سے زیادہ جھوٹ سرزد نہ ہوں تو اس کو صدیق کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ پھر ان تینوں واقعات کے لئے ٹھوس بنیادیں بھی موجود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿٤٢﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ
الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ

جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا: "ابا جان! آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں [۳۹] نہ دیکھتی ہیں اور نہ تمہارے کسی کام آسکتی ہیں۔ (۴۲) ابا جان! میرے پاس ایسا علم [۴۰] ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ لہٰذا میرے پیچھے چلئے میں آپ کو سیدھی راہ بتاؤں گا۔ (۴۳) ابا جان! شیطان کی عبادت [۴۱] نہ کیجئے وہ تو

ہیں۔ یعنی ان میں دو جھوٹ تو آپ نے مشرکین پر حجت قائم کرنے اور کلمۂ حق کو سربلند کرنے کے بولے جیسا کہ حدیث بالا سے ثابت ہے اور تیسرا جس کا ذکر حدیث میں ہے وہ آپ نے اپنی جان بچانے کے لئے بولا تھا۔ شاہ مصر کا دستور یہ تھا کہ وہ حسین عورت کو زبردستی چھین لیتا۔ اگر اس کے ساتھ اس کا خاوند ہوتا تو اسے مروا ڈالتا اور اگر اس کے ساتھ بھائی یا کوئی دوسرا رشتہ دار ہوتا تو اس سے عورت تو چھین لیتا مگر اس کی جان سے درگزر کرتا تھا۔ اب اگر سیدنا ابراہیمؑ نے اپنی جان بچانے کی خاطر جھوٹ بولا بھی تھا (حالانکہ وہ بھی ایک طرح سے جھوٹ نہیں بنتا جیسا کہ حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں) آخر اس میں قیامت کون سی آگئی؟ جان بچانے کی خاطر اگر مردار تک کھا لینا جائز ہے تو جھوٹ بولنا کیوں جائز نہیں ہو سکتا۔ وہ کون سی شریعت ہے جس میں اس قدر سختی روا رکھی گئی ہو۔ جان بچانے کے لئے تو اللہ نے کلمہ کفر تک کہہ دینے کی بھی اجازت دے دی ہے بشرطیکہ دل میں کوئی ایسی بات نہ ہو (۱۴:۳۸) تو پھر کیا جھوٹ بولنا اس سے بھی بڑا جرم ہے؟ جھوٹ گناہ اس صورت میں ہے جب اس کی زد کسی کے حقوق پر پڑتی ہو اور جتنی زیادہ زد پڑتی ہو اتنا ہی زیادہ کبیرہ گناہ بنتا جاتا ہے۔ ہمیشہ سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا شریعت کا ایک بڑا بھاری کلیہ ہے لیکن استثناء اس میں بھی موجود ہے جبکہ اصلاح اور خیر کا پہلو نمایاں ہو اور شریعت کی نگاہوں میں وہ فی الواقع اصلاح اور خیر ہو۔ مثلاً میاں بیوی کے درمیان صلح کرانے کے لئے شریعت نے باتیں بنانے اور جھوٹ بول کر صلح کرا دینے کو گناہ نہیں بلکہ مستحسن قرار دیا ہے۔ اسی طرح جہاد میں دشمن کو ہراساں کرنے کے لئے بھی ایسی باتوں کی اجازت ہے۔ حالانکہ لغوی لحاظ سے ان باتوں پر بھی لفظ کذب کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

[۳۹] ۞ سیدنا ابراہیم کا اپنے باپ کو بت پرستی کی قباحتیں سمجھانا: مروجہ شرک کی دو بڑی اقسام ہیں ایک بت پرستی دوسرے پیر پرستی۔ پیر خواہ زندہ ہو یا فوت شدہ۔ زندہ پیر کم از کم دیکھ تو سکتا ہے اور سن بھی سکتا ہے اور مادی وسائل کے ذریعہ مدد بھی کر سکتا ہے۔ مگر سیدنا ابراہیمؑ کی قوم تو بت پرست تھی۔ جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ نہ حرکت کر سکتے ہیں بلکہ وہ اپنے وجود تک کے لئے انسانوں کے محتاج ہیں۔ پھر وہ دوسروں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیا خاک کر سکتے ہیں؟

[۴۰] یعنی علم وحی الٰہی، جس میں انسان کی دنیوی زندگی کے لئے مکمل ہدایات موجود ہوتی ہیں اور آخرت میں محاسبے کا تفصیلی ذکر ہوتا ہے۔

[۴۱] یعنی شیطان کی اطاعت کرنا دراصل اس کی عبادت کرنا ہے، ورنہ معروف معنوں میں تو شیطان کی کوئی بھی عبادت نہیں کرتا۔ شیطان نے تو تمہارے باپ آدم کو سجدہ کرنے کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کر لی تھی۔ مگر آدم کو سجدہ نہیں کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾
قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ
سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ
عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ

اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔(۴۴) ابا جان! مجھے خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کو سزا [۴۲] ملے گی اور آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں گے۔(۴۵) باپ نے جواب دیا: "ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہو گیا ہے؟ اگر تو (اس کام سے) باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور (بہتر یہ ہے کہ) تو ایک طویل مدت کے لئے [۴۳] (میری آنکھوں سے) دور چلا جا" (۴۶) ابراہیم نے جواب دیا: "ابا جان! آپ پر سلام ہو۔ میں اپنے پروردگار سے آپ کے لئے بخشش کی دعا کروں گا۔ بلاشبہ میرا پروردگار مجھ پر مہربان ہے (۴۷) میں آپ لوگوں کو بھی چھوڑے جا رہا ہوں اور ان کو بھی جنہیں تم لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہو اور میں تو اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا مجھے امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم [۴۴] نہ رہوں گا" (۴۸) پھر جب سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) ان لوگوں کو چھوڑ کر چلے گئے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ تو ہم نے

تھا۔ پھر بھی تم اسی کی فرمانبرداری کرتے ہو؟

[۴۲] اللہ کی طرف سے کوئی جسمانی سزا ملے یا نہ ملے یہ تو ضرور ملے گی کہ اگر تم شیطان ہی کی اطاعت کرتے رہے تو تمہیں کبھی ہدایت نصیب نہ ہوگی۔ پھر تم ہمیشہ کے لئے شیطان ہی کے ساتھی بن جاؤ گے۔

[۴۳] ❁ باپ کا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو گھر سے نکال دینا:۔ باپ آذر جو درباری مہنت، بت تراش اور بت فروش تھا، بھلا بیٹے کے کہنے پر اپنی معاش اور اپنے منصب سے کیسے دستبردار ہو سکتا تھا۔ آپ کی اس پند و نصیحت کے جواب میں کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے تم اپنے آبائی دین سے برگشتہ اور بدعقیدہ ہو چکے ہو۔ ایسی بے دین اولاد کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا اور بہتر یہ ہے کہ تم فوراً میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ اور میرے گھر سے نکل جاؤ۔

[۴۴] ❁ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کا وعدہ:۔ چنانچہ سیدنا ابراہیمؑ نے گھر سے نکل جانے میں ہی اپنی اور اپنے دین کی عافیت سمجھی۔ مگر اپنے باپ کے حق میں اتنے خیر خواہ اور نرم دل تھے کہ جاتی دفعہ کسی ناراضگی کا اظہار کرنے کے بجائے اس کے لئے امن و سلامتی کی دعا کی اور وعدہ کیا کہ میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا اور کرتے بھی رہے پھر آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا کہ مشرک کی کسی صورت بخشش نہیں ہو سکتی تو آپ ایسی دعا کرنے سے رک گئے جیسا کہ سورہ توبہ میں گزر چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَۖ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبۡنَا لَهُم مِّن رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ

عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ مُوسَىٰٓۚ إِنَّهُۥ كَانَ مُخۡلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَٰدَيۡنَٰهُ مِن جَانِبِ

انہیں اسحاق عطا کیا اور (اس کے بعد) یعقوب[۴۵] بھی۔ ان سب کو ہم نے نبی بنایا تھا۔(۴۹) ہم نے ان سب کو اپنی رحمت سے نوازا تھا اور ذکرِ خیر سے سربلند[۴۶] کیا تھا۔(۵۰) نیز اس کتاب میں موسیٰ کا قصہ بھی بیان کیجئے۔ بلاشبہ وہ ایک برگزیدہ انسان اور رسول[۴۷] نبی تھے۔(۵۱) ہم نے انہیں کوہِ طور کی داہنی[۴۸] جانب سے پکارا اور

[۴۵] ہجرت کے بعد اللہ کا ابراہیم علیہ السلام کو اولاد عطا کرنا:۔ جب آپ نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر کو اور گھر والوں کو خیر باد کہتے ہوئے ہجرت اختیار کی تو اللہ نے ان کا نعم البدل اولاد کی شکل میں انہیں عطا فرمایا۔ جو بہر حال چھوڑے ہوئے رشتہ داروں سے بہتر تھے تاکہ غریب الوطنی کی وحشت دور ہو اور انس و سکون حاصل کریں، اولاد بھی ایسی جو سب نبی تھے۔ سیدنا اسحاق بھی نبی پھر ان کے بیٹے یعقوبؑ بھی نبی پھر انہی کی اولاد سے یعنی بنی اسرائیل میں سینکڑوں نبی پیدا ہوئے۔

[۴۶] سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تمام مذاہب میں یکساں مقبولیت:۔ تمام مذاہب و ملل ان کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں اور انہیں سے اپنے اپنے مذہب کا رشتہ جوڑتے ہیں اور انہیں ذکر خیر سے یاد کرتے ہیں۔ جیسا کہ امت محمدیہ بھی ہمیشہ اپنی نمازوں میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل پر درود پڑھتے ہیں تو ساتھ ہی سیدنا ابراہیمؑ اور ان کی آل پر بھی درود پڑھتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ سیدنا ابراہیمؑ کی دعا ﴿واجعل لی لسان صدق فی الاخرین﴾ (۲۶:۸۴) کی مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

[۴۷] نبی اور رسول کا فرق:۔ سیدنا اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی اولاد میں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر غالباً اس وجہ سے کیا جارہا ہے کہ آپ اولوالعزم پیغمبر، مشرع اعظم اور قد آور شخصیت ہیں اور آپ ﷺ کو فرمایا جارہا ہے کہ آپ لوگوں سے ان کا ذکر کیجئے۔ آپ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں انتہائی مخلص تھے۔ آپ نبی بھی تھے اور صاحب شریعت رسول بھی۔ نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ نبی عام ہے، اور رسول خاص۔ یعنی ہر رسول نبی تو ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ روایات کے مطابق رسولوں کی تعداد صرف ۳۱۳ یا ۳۱۵ تھی جبکہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ (نبی اور رسول کے فرق کے لئے دیکھئے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶۷ کا حاشیہ)

[۴۸] سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا طور الایمن جا پہنچنا:۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا شعیب علیہ السلام کے ہاں سے فارغ ہو کر مدین سے مصر کی طرف جارہے تھے تو یہ آواز ان کی دائیں طرف سے ہوئی کیونکہ وہ طور جو بیت المقدس کے پاس ہے مدین سے مصر آنے والوں کی دائیں طرف پڑتا ہے اور وہی طور مراد ہے، سویس کا طور مراد نہیں کیونکہ وہ بائیں طرف پڑتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰہُ نَجِیًّا ﴿۵۲﴾ وَوَہَبۡنَا لَہٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ نَبِیًّا ﴿۵۳﴾ وَاذۡکُرۡ فِی

الۡکِتٰبِ اِسۡمٰعِیۡلَ ۫ اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَکَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ﴿ۚ۵۴﴾ وَکَانَ یَاۡمُرُ اَہۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ

راز کی گفتگو کرنے کے لئے اسے قرب [۴۹] عطا کیا۔(۵۲) اور اپنی مہربانی سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر اسے (مدد کے طور پر) [۵۰] دے دیا۔(۵۳) نیز اس کتاب میں اسماعیل کا قصہ بیان کیجئے۔ وہ وعدے کے سچے اور [۵۱] رسول نبی تھے۔(۵۴) وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ ادا [۵۲] کرنے کا حکم دیتے تھے اور اپنے

[۴۹] سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی:۔ قربنٰہ نجیا۔ کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم نے اسے راز کی بات کہنے کے لئے اپنے پاس بلا لیا، دوسرا یہ کہ ہم نے راز کی بات کہہ کر اسے اپنا مقرب بنا لیا اور تیسرا یہ کہ ہم نے سیدنا موسیٰ کو آسمانوں پر اٹھا لیا اور انہوں نے قلم چلنے کی آواز سنی جو لوح محفوظ پر چلتی ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ اور تابعین کی ایک جماعت سے یہی مطلب منقول ہے۔

[۵۰] سیدنا ہارون علیہ السلام کب نبی بنے؟ سیدنا ہارون، سیدنا موسیٰ کے بھائی تھے، عمر میں تین سال بڑے تھے۔ بڑے پرہیزگار انسان تھے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فصیح اللسان بھی تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو فرعون جیسے جابر بادشاہ کے پاس جانے، اسے راہ راست کی طرف دعوت دینے اور بنی اسرائیل کی رہائی کے مطالبہ کے لئے بھیجا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ میرے بھائی ہارون کو بھی نبوت عطا فرما اور اس عظیم ذمہ داری کے کام میں اسے میرا مددگار بنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰؑ کی دعا قبول فرما کر اور نبوت عطا کر کے انہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ کر دیا۔

[۵۱] سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے اوصاف و خصائل:۔ سیدنا ابراہیمؑ کے دوسرے اور بڑے بیٹے سیدنا اسماعیلؑ ذبیح اللہ تھے۔ یہ نبی تھے اور رسول بھی جبکہ سیدنا اسحاق نبی تھے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ سیدنا اسماعیلؑ عرب حجاز کے مورث اعلیٰ ہیں (تفصیل کے لئے سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۷ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے) آپ کو ابراہیمی شریعت دے کر بنی جرہم کی طرف مبعوث کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ انہی کی اولاد سے ہیں آپ کا صادق الوعد ہونا مشہور تھا۔ اللہ سے یا بندوں سے جو وعدہ کیا اسے ضرور پورا کرتے تھے۔ خواہ اس وعدہ وفائی میں جان تک قربان کرنی پڑے۔ باپ سیدنا ابراہیمؑ نے اللہ کی راہ میں جان کی قربانی کے لئے کہا تو فوراً تیار ہو گئے اور وعدہ کیا کہ میں اس معاملہ میں بھی انشاءاللہ صبر کروں گا۔ چنانچہ آپ نے کمال اطاعت کا مظاہرہ کر کے یہ وعدہ بھی پورا کیا۔

[۵۲] اصلاح کا آغاز گھر سے ہونا چاہئے:۔ اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ اصلاح اور دین کی دعوت کا آغاز اپنے بعد اپنے گھر سے کرنا چاہئے پھر بتدریج اس کا حلقہ وسیع کرتے جانا چاہئے۔ اور یہی سب پیغمبروں اور سلف صالحین کا دستور رہا ہے۔ دوسری یہ کہ نماز اور زکوٰۃ ایسے اہم ارکان اسلام ہیں۔ جن کا حکم تمام انبیاء کی شریعتوں میں موجود رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ
مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۤ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا
مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَاۗءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ

پروردگار کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھے۔(۵۵) نیز اس کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے: وہ ایک راست باز[۵۳] انسان اور نبی تھے۔(۵۶) اور ہم نے انہیں بلند مقام پر اٹھا لیا تھا۔(۵۷) یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا تھا۔ وہ آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں سے تھے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں[۵۴] سوار کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے تھے اور ان لوگوں سے تھے جنہیں ہم نے ہدایت عطا کی تھی اور برگزیدہ کیا تھا۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی

[۵۳] سیدنا ادریسؑ کا زمانہ اور مرکز تبلیغ:۔ سیدنا ادریسؑ سیدنا نوحؑ سے بہت پہلے مبعوث ہوئے تھے آپ کا مرکز تبلیغ بابل تھا۔ آپ کی قوم ستارہ پرست اور مظاہر پرست تھی۔ آپ علم ہندسہ، حساب اور نجوم میں ماہر تھے۔ نیز قلم سے لکھنا، کپڑا سینا، ناپ تول کے آلات اور اسلحہ کا بنانا انہی کے دور میں شروع ہوا۔ آپ بلند پایہ خطیب تھے اور ہرمس الہرامسہ کا خطاب پایا۔ آپ کی قوم نے آپ کی دعوت ماننے سے انکار کر دیا اور مخالفت پر اتر آئے۔ آخر آپ ہجرت کر کے مصر چلے آئے۔ جہاں بہت سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔ معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کی آپ سے چوتھے آسمان پر ملاقات ہوئی تھی۔

[۵۴] سلسلہ نبوت کا اختصاص:۔ مذکورہ بالا انبیاء میں سے صرف سیدنا ادریسؑ ہیں جو نوح علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہوئے لہٰذا آپ صرف اولاد آدم سے ہوئے، باقی سب انبیاء یا تو نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھے یا ان لوگوں کی اولاد سے جو نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں سوار ہوئے تھے اور سلسلہ نبوت یوں چلتا ہے کہ آدمؑ کی پیدائش سے پیشتر یہ سلسلہ نبوت جنوں میں تھا پھر چونکہ آدم اشرف المخلوقات تھے تو سلسلہ نبوت سیدنا آدم اور ان کی اولاد کی طرف منتقل ہو گیا۔ پھر یہ سلسلہ نوح اور اولاد نوح سے مختص ہوا پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے، پھر اس کے بعد یہ سلسلہ اسرائیل (یعقوب) کی اولاد سے مختص ہوا۔ صرف نبی آخر الزمان سیدنا اسماعیل کی اولاد سے تھے اور ان انبیاء پر یہ انعام اس لئے ہوا کہ یہی لوگ اپنے اپنے دور کی بہترین شخصیات تھے اور ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جاتیں تو ان کے دلوں پر رقت طاری ہو جاتی، اللہ کے انعامات کو یاد کر کر کے ان کے سر جھکے جاتے تھے۔ پھر وہ اللہ سے ہر وقت ڈرتے بھی رہتے تھے اور اللہ کی آیات سنتے تو ان کے ڈر میں مزید اضافہ ہو جاتا اور وہ روتے ہوئے اللہ کے سامنے سر بسجود ہو جاتے تھے۔

علماء کا اجماع ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہئے تاکہ ان مقربین کے طرز عمل کو یاد کر کے ان سے ایک طرح کی مشابہت حاصل ہو جائے اور حدیث میں ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو تو روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو (کم از کم) رونے کی صورت بنا لو،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا
الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ اِلَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ

آیات سنائی جاتیں تو وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے تھے۔(۵۸) پھر ان کے بعد ان کی نالائق اولاد ان کی جانشین بنی جنہوں [۵۵] نے نماز کو ضائع کیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ وہ عنقریب گمراہی کے انجام [۵۵-الف] سے دوچار ہوں گے۔(۵۹) البتہ ان میں سے جس نے توبہ کر لی، ایمان لایا [۵۶] اور اچھے عمل کئے تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہ ہوگی۔(۶۰) وہ جنت ایسے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے اور انہیں کسی نے دیکھا نہیں۔ بلاشبہ

(شرح السنة بحواله مشكوة، كتاب الفتن، باب صفة النار و اهلها۔ الفصل الثانی)

[۵۵] ❁ نماز کی اہمیت اور تعلق باللہ:۔ ارکان اسلام میں سے سب سے اہم رکن نماز ہے۔ جس سے ایک مسلمان کا اللہ کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔ اگر نماز چھوڑ دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ سے انسان کا تعلق منقطع ہو گیا۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی وہ کافر ہو گیا اور اسی لئے نماز کو باقاعدگی کے ساتھ ادا کرنے کی کتاب و سنت میں بار بار تاکید آئی ہے۔ حتیٰ کہ نماز نہ مریض کو معاف ہو سکتی ہے نہ سفر میں اور نہ میدان جنگ کے مختلف حالات میں' حالات کے مطابق شریعت نے رخصتیں تو دی ہیں مگر نماز کو کسی بھی حالت میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔

نمازوں کے ضائع کرنے سے مراد صرف یہ نہیں کہ انہوں نے نماز چھوڑ دی تھی، بلکہ نماز کو جماعت سے ادا نہ کرنا۔ بروقت ادا نہ کرنا، سستی اور بے دلی سے ادا کرنا، بغیر سوچ سمجھے جلد جلد ٹھونگیں مار لینا وغیرہ وغیرہ سب باتیں نماز کو ضائع کرنے کے ضمن میں آتی ہیں۔

[۵۵-الف] ❁ غیّ کا مفہوم:۔ اللہ سے تعلق منقطع ہو جانے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنی خواہشات کا پیروکار اور غلام بن جاتا ہے اور یہی کچھ شیطان چاہتا ہے اور ایسے شخص کے لئے گمراہی کی راہیں کھلتی جاتی ہیں اور بعض لوگوں نے اس کا یوں ترجمہ کیا ہے کہ عنقریب یہ لوگ غیّ میں ڈالے جائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ غیّ دوزخ میں ایک وادی یا نالہ ہے جس میں دوزخیوں کا لہو اور پیپ بہے گا اور اس میں زانی، شراب خور، سود خور اور ماں باپ کو ستانے والے ڈالے جائیں گے۔ گویا نمازیں ضائع کرنے والے بھی اسی وادی میں ڈالے جائیں گے۔

[۵۶] ❁ نماز کا تارک ایماندار نہیں رہتا جب تک توبہ نہ کرے:۔ ان الفاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کو ضائع کرنے اور اپنی خواہش کے پیچھے لگنے والا ایماندار نہیں رہتا۔ ایسے گنہگاروں میں سے بھی جو شخص اللہ کے حضور رجوع کرے، توبہ کرے، آئندہ پھر وہ کام نہ کرے بلکہ اس کے بجائے اعمال صالحہ بجا لائے، تو ایسے لوگوں کے سابقہ گناہ تو بالکل معاف کر دیئے جائیں گے۔ مگر ان کے سابقہ نیک اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور حدیث میں آیا ہے کہ جس نے توبہ کر لی وہ ایسا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾
تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا

اس کا وعدہ پیش آ کے رہے گا۔(۶۱) اس جنت میں وہ امن اور سلامتی کی باتوں کے علاوہ کوئی بیہودہ بات[۵۷] نہ سنیں گے اور وہاں انہیں صبح و شام[۵۸] ان کا رزق ملتا رہے گا۔(۶۲) یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اس کو بنائیں گے جو پرہیزگار رہا ہو[۵۹]۔(۶۳) اور (اے نبی!) ہم (فرشتے) آپ کے پروردگار کے حکم کے بغیر نازل[۶۰] نہیں

ہے کہ گویا اس نے وہ گناہ کیا ہی نہ تھا (ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب ذکر التوبة)

[۵۷] لغو سے مراد:۔ بیہودہ بات سے مراد جھوٹی بات، غیبت، چغلی، تمسخر، فتنہ و فساد، یا شرارت کی بات، بے معنی بات یا گندی اور شہوانیت کی بات اور گالی گلوچ سب کچھ شامل ہے۔ گویا جنت کا معاشرہ ایسا پاکیزہ معاشرہ ہوگا کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی وہاں نہ پائی جائے گی اور لفظ سلما کا ایک مطلب تو وہی ہے جو ترجمہ میں مذکور ہے۔ اور اس لفظ کا دوسرا مطلب لفظ لغو کی ضد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ یعنی اہل جنت آپس میں ایسے پیار، محبت اور خلوص سے رہیں گے جو ہر طرح کے معاشرتی عیوب و نقائص سے پاک ہوگا۔ اور ایسے پاکیزہ معاشرہ کی قدر و قیمت صرف وہ آدمی جان سکتا ہے جو خود تو پاکیزہ خصلت ہو لیکن اسے کسی گندے معاشرے میں رہنا پڑا ہو۔

[۵۸] یعنی روحانی غذائیں بھی جیسے تسبیح و تہلیل اور ذکر و اذکار اور جسمانی بھی اور ان دونوں طرح کی غذاؤں کا ذکر کتاب و سنت میں بکثرت موجود ہے۔

[۵۹] یعنی ہمارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کا اصل مسکن تو جنت ہی تھا۔ لیکن اس کی وارث آدمؑ کی صرف وہ اولاد ہوگی جس نے یہ دنیا کی زندگی اللہ سے ڈر کر گزاری ہوگی اور کفر و شرک سے بچتے رہے ہوں گے۔ وراثت تو دور کی بات ہے۔ اللہ کے نافرمانوں اور مشرکوں کو جنت میں داخل بھی نہ ہونے دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ایسے لوگوں پر حرام کر دیا ہے۔

[۶۰] فرشتوں کا نزول اللہ کے حکم کے تحت:۔ اس آیتُ کے شان نزول اور تفسیر کے لئے درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمایئے:

(۱) سیدنا ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریلؑ سے پوچھا: "تم ہمارے پاس جیسے آیا کرتے ہو اس سے زیادہ دفعہ کیوں نہیں آتے؟" اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿وما نتنزل الا بامر ربك......﴾ (بخاری، کتاب التفسیر، ترمذی، ابواب التفسیر)

(۲) اللہ سے کوئی بات بھولی ہوئی نہیں:۔ سیدنا ابو درداء کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو چیز اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دی وہ حلال ہے اور جو حرام کی وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار کیا وہ معاف ہے۔ لہٰذا تم اللہ کی دی ہوئی معافی قبول کرو۔ کیونکہ اللہ بھولنے والا نہیں، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وما كان ربك نسيًا﴾ (المستدرک للحاکم، سندہ صحیح ج۲ ص ۳۷۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ
لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ

ہوا کرتے۔ جو کچھ ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے۔(۶۴) وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب چیزوں کا مالک ہے لہٰذا اسی کی بندگی کیجئے اور اسی کی بندگی پر ڈٹ [۶۱] جائیے کیا آپ (کوئی اور بھی) اس کا ہم نام [۶۲] جانتے ہیں۔(۶۵)
انسان یہ کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر سے زندہ کر کے (قبر سے) نکال لایا جاؤں [۶۳] گا؟(۶۶) کیا انسان کو یہ یاد نہیں رہا کہ اس سے پہلے ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔(۶۷) آپ کے پروردگار کی قسم!

(۳) آپؐ نے فرمایا: ”بے شک اللہ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ چیزوں سے روکا ہے، ان کی اہانت نہ کرو اور کچھ چیزوں سے تم سے درگزر کیا ہے، بھول کی بنا پر نہیں لہٰذا تم ان میں چھان پھٹک نہ کرو۔ (دار قطنی، بحوالہ الموافقات للشاطبی مترجم ج ۱ ص ۲۱۹)

ہوا یہ تھا کہ ایک دفعہ آپ ﷺ اور صحابہ کو اللہ کی طرف سے حالات کے مطابق احکام و ہدایت کی شدید ضرورت تھی۔ پھر جب کافی دیر بعد جبریل علیہ السلام متعلقہ ہدایات و احکام لے کر آئے تو بعد میں آپؐ نے جبریل علیہ السلام سے ضمناً یہ بات بھی کہہ دی۔ جس کے جواب میں جبریل علیہ السلام نے یہ وضاحت فرما دی کہ ہم کوئی با اختیار شخصیت نہیں ہیں بلکہ اللہ کے حکم کے بندے ہیں جب ہمیں حکم ملے تب ہی آسکتے ہیں اور آپ کا پروردگار سب کچھ دیکھ رہا ہے وہ بھولنے والا نہیں، بلکہ اس دیر میں بھی اس کی مصلحتیں مضمر ہوتی ہیں۔

[۶۱] اس کا ایک مطلب تو ترجمہ میں بیان ہوا ہے کہ پورے عزم و استقلال سے اس کی عبادت کرتے رہیے اور اس کے احکام بجا لاتے رہیے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں انہیں صبر و استقلال اور ثابت قدمی سے برداشت کیجئے۔

[۶۲] ۞ کوئی چیز اللہ کی ہم نام نہیں:۔ یعنی اللہ کسی دوسری ہستی یا چیز کا نام نہیں۔ اللہ صرف اس ہستی کا نام ہے جو خالق و مالک ارض و سماوات ہے۔ کوئی دوسرا اس کا ہم نام نہیں اور اگر لفظ اسم کو صفت کے معنی میں لیا جائے جیسے کہ ﴿وللہ الاسماء الحسنیٰ﴾ میں لیا جا سکتا ہے اور اللہ کے جتنے اچھے اچھے نام ہیں وہ ایک دو کے سوا سب صفاتی ہی ہیں تو اس صورت میں اس کا معنی اس کا ”ہم پلہ“ یا ”ہم پایہ“ یا ”جوڑ کا“ ہوگا۔ یعنی کوئی دوسری ایسی ہستی موجود نہیں جس میں اللہ کی سی صفات پائی جاتی ہوں۔

[۶۳] یعنی وہ شیطان جن کے یہ فرمانبردار اور چیلے بنے ہوئے ہیں۔ انہیں یہ پٹی پڑھاتے رہتے ہیں۔ کہ کھاؤ، پیو اور عیش کر لو۔ کیونکہ یہ زندگی تو سب کے سامنے ہے مگر دوسری زندگی ایک موہوم خیال اور غیر یقینی ہے۔ کیونکہ جو مر گیا وہ مٹی میں مل کر مٹی ہو گیا۔ ان میں سے آج تک کوئی بھی دوبارہ زندہ ہو کر واپس نہیں آیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ
اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا
وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

ہم انہیں اور ان کے ساتھ شیطانوں کو ضرور جمع کر لائیں گے۔ پھر ان سب کو گھٹنوں کے بل جہنم کے ارد گرد حاضر کر دیں گے۔ پھر ہر گروہ میں سے ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ پر سخت سرکش بنے ہوئے تھے۔(۶۹) پھر ہم ان لوگوں کو بھی خوب جانتے ہیں جو جہنم میں پہلے داخل ہونے کے زیادہ[۶۴] مستحق ہیں۔(۷۰) تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا جہنم پر گزر نہ[۶۵] ہو۔ یہ ایک قطعی طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا آپ کے پروردگار کے ذمہ ہے۔(۷۱) پھر ہم پرہیزگاروں کو تو (جہنم سے) نجات دیں گے مگر ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔(۷۲)

[۶۴] یعنی ان شیطانوں میں سے بھی ان کے سرغنوں اور لیڈروں کو الگ نکال لیں گے اور انہیں سب سے پہلے جہنم رسید کریں گے اور زیادہ سزا دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے خود گمراہ ہونے کے علاوہ دوسروں کو بھی گمراہ کیا تھا۔

[۶۵] ❁ پل صراط سے ہر ایک کو گزرنا ہے:۔ یعنی ہر شخص کو خواہ وہ مسلم ہو، کافر، نیک ہو یا بد ایک دفعہ ضرور جہنم کے کنارے لا کھڑا کیا جائے گا اور یہ اللہ کی طرف سے ایسی طے شدہ بات ہے جس کا کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے:

(۱) "سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب لوگ دوزخ پر پہنچیں گے پھر اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے واپس ہوں گے۔ پہلا گروہ تو بجلی کی چمک کی طرح نکل جائے گا، دوسرا ہوا کی طرح، تیسرا گھڑ سوار کی طرح، چوتھا اونٹ کی طرح، پانچواں دوڑنے والے کی طرح اور چھٹا جیسے آدمی پیدل چلتا ہو" (ترمذی، ابواب التفسیر)

(۲) "اور سیدنا ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ پل صراط کیا چیز ہے؟" آپؐ نے فرمایا: وہ ایک پل ہے جسے جہنم کی پشت پر رکھیں گے۔ یہ پل پہلوان کے گرنے کا مقام ہے۔ اس پر سنسیاں ہیں۔ آنکڑے ہیں، چوڑے چوڑے کانٹے ہیں، ان کا سر خم دار سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوگا جو نجد کے ملک میں ہوتے ہیں۔ مسلمان اس پر سے پلک جھپکنے کی طرح، بجلی کی طرح، آندھی کی طرح، تیز گھوڑوں کی طرح اور سانڈنیوں کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض صحیح و سلامت وہاں سے بچ کر نکل جائیں گے اور کچھ زخمی ہو کر اور چھل چھلا کر اور بعض دوزخ میں گر پڑیں گے۔ آخری شخص جو پل صراط سے پار ہوگا اسے کھینچ کھینچ کر پار کریں گے۔ پھر جو لوگ خود نجات پا جائیں گے وہ ان دوزخ میں گرے ہوئے مسلمانوں کے لئے اللہ سے مطالبہ اور تقاضا کرنے لگیں گے حتیٰ کہ جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہوگا اللہ اسے دوزخ سے نکال لے گا۔ بشرطیکہ اس نے اللہ سے شرک نہ کیا ہو۔ (بخاری، کتاب التوحید، باب وجوہ یومئذ ناضرة........ طویل حدیث سے اقتباس)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ
اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي
الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ
فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَ

اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ: بتاؤ ہم دونوں گروہوں میں سے کس کی حالت بہتر ہے اور کس کی مجلس اچھی ہے۔(٧٣) حالانکہ ہم ان سے پہلے کئی ایسی قومیں ہلاک کر چکے ہیں جو سازوسامان اور ظاہری[٦٦] شان و شوکت کے لحاظ سے ان سے بہتر تھیں۔(٧٤) آپ ان سے کہئے کہ: جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ایک مدت تک ڈھیل دیتے جاتے ہیں تاآنکہ یہ لوگ وہ کچھ دیکھ لیتے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، خواہ یہ عذاب الٰہی ہو یا قیامت ہو، اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا حال[٦٧] برا ہے اور کس کا جتھا کمزور ہے۔(٧٥) اور جو لوگ راہ راست پر چلتے ہیں اللہ انہیں مزید

❁ ورود سے مراد دخول نہیں:۔ بعض روایات میں وارد کے معنی دخول لئے گئے ہیں یعنی ہر شخص کو کم از کم ایک دفعہ ضرور جہنم میں داخل ہونا ہوگا۔ یہ بات درست نہیں۔ ایک تو ایسی روایات سنداً ناقابل اعتماد ہیں۔ دوسرے خود قرآن کریم اور بہت سی صحیح احادیث کے خلاف ہیں اور تیسرے لغوی لحاظ سے بھی یہ مفہوم غلط ہے۔ ورود کا معنی کسی جگہ پر جا پہنچنا ہے۔ اس میں داخل ہونا نہیں۔ (اسی سورہ کا حاشیہ نمبر ٧٧ ملاحظہ فرمائیے)

[٦٦] ❁ مال و دولت کے پیمانوں سے دوسروں کی قدر و قیمت متعین کرنا۔ مال و دولت کی فراوانی اللہ کی رضا کی دلیل نہیں:۔ یوم آخرت کا انکار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کسی مقام پر کافر قرار دیا ہے اور کسی پر مشرک، مشرکین مکہ بھی آخرت کے منکر تھے۔ اس قسم کے منکروں اور دنیادار لوگوں کا عمومی نظریہ یہی رہا ہے کہ اس دنیا میں مال و دولت کا مہیا ہونا اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی دلیل ہے اور اسی مال و دولت اور جاہ کے پیمانوں سے لوگوں کی قیمت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ اپنا بھی اور دوسروں کا بھی۔ مشرکین مکہ کا بھی یہی انداز فکر تھا۔ انہیں جب ان کے انجام سے مطلع کیا جاتا تو ان کا یہ جواب ہوتا تھا کہ ہمارے مکانات، فرنیچر، طرز بود و باش اور ہماری مجالس تم لوگوں سے بہتر نہیں؟ اور اگر ہم باطل پر ہوتے جیسا کہ تم ہمیں کہتے ہو تو ہم تم سے ہر لحاظ سے بہتر کیسے ہو سکتے تھے؟ ان لوگوں کے اس نظریہ کو رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ معیار ہی غلط ہے۔ اس لئے کہ جو قومیں تم سے پہلے ہم نے تباہ کی ہیں وہ تم سے شان و شوکت اور سازوسامان غرض ہر لحاظ سے بہتر تھیں اور ان پر عذاب الٰہی کا نزول ہی اس بات کی دلیل ہے کہ سازوسامان کی بہتری کے باوجود اللہ تعالیٰ ان سے ناراض تھے۔

[٦٧] ❁ انعامات کی فراوانی سے آزمائش:۔ اسکے بجائے اصل صورت حال یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ دنیا کے سازوسامان میں دل لگا کر اس کی دلفریبیوں پر ریجھ گئے ہوں اللہ تعالیٰ ان پر مزید انعامات کی بارش کئے جاتے ہیں اور اس انداز سے ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ
قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا

ہدایت [۶۸] عطا کرتے ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے پروردگار کے نزدیک ثواب [۶۹] اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہیں۔(۷۶) بھلا آپ نے اس شخص کی حالت [۷۰] پر بھی غور کیا جو ہماری آیات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے مال اور اولاد ضرور دیا جائے گا؟(۷۷) کیا اسے غیب کا پتہ چل گیا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا [۷۱] ہے؟(۷۸) ایسا ہرگز نہیں ہوگا جو کچھ یہ کہہ رہا ہے

آزمائش کرتے ہیں۔ پھر اس کی بھی ایک حد مقرر ہوتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں وہ اللہ کی طرف رجوع کر لیں اور دین حق کی طرف لوٹ آئیں تو فبہا ورنہ انہیں عذاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ایسا عذاب دنیا میں بھی آسکتا ہے جیسا کہ سابقہ اقوام پر آچکا ہے اور اگر دنیا میں بچ جائیں تو قیامت کو تو ضرور انہیں اس سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ اس وقت انہیں قدر عافیت معلوم ہو جائے گی اور یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ حقیقتاً خوشحالی کس فریق کا مقدر ہے اور سوسائٹی کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔؟

[۶۸] ہر واقعہ مومن کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے:۔ کافروں کی تو خوشحالی سے آزمائش ہوتی ہے اور ہر نعمت اور خوشحالی کے موقعہ پر ان کی گمراہی میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس مومنوں کے لئے ہر آزمائش مزید ہدایت کا سبب بن جاتی ہے۔ کوئی بھلائی اور نعمت ملے تو اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور دکھ پہنچے تو صبر و استقلال کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ غرض ہر حال میں وہ صابر و شاکر رہتے ہیں اور ہر نیا واقعہ وہ جیسا بھی ہو، ان کی مزید ہدایت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

[۶۹] اس کی تشریح کے لئے سورہ کہف کی آیت نمبر ۴۶ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

[۷۰] خباب بن ارت کی مزدوری آخرت کو دینے والا:۔ اس آیت کا روئے سخن ایک قریشی سردار عاص بن وائل سہمی سے ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

"سیدنا خباب بن ارت کہتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار کا پیشہ کیا کرتا تھا۔ میں نے عاص بن وائل سہمی کے لئے ایک تلوار بنائی۔ میں اس کی مزدوری مانگنے کے لئے عاص کے پاس گیا وہ کہنے لگا۔ میں اس وقت تک تجھے مزدوری نہیں دوں گا۔ جب تک تو محمد (ﷺ) سے پھر نہ جائے۔ میں نے کہا "جب اللہ تجھے موت دے گا پھر تجھے زندہ کرے گا، میں تو اس وقت تک بھی محمد ﷺ کا انکار نہیں کروں گا"۔ وہ کہنے لگا: "اچھا اگر اللہ مجھے مرنے کے بعد زندہ کرے گا تو پھر مجھے مال اور اولاد بھی دے گا (اس وقت میں تمہارا احساب چکادوں گا) اس وقت اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں' (بخاری، کتاب التفسیر، ترمذی، ابواب التفسیر)

اسی عاص بن وائل کے بیٹے سیدنا عمرو بن عاصؓ ہیں۔ جب یہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے تو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی واپسی کا مطالبہ کرنے والے قریشی وفد کے نمائندے تھے۔ پھر جب اسلام لائے تو اسلام کی بیش بہا خدمات سرانجام دی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ
اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ أَلَمْ تَرَ
أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ

ہم[۷۲] اسے لکھ لیں گے اور اس کے عذاب میں مزید اضافہ کریں گے۔(۷۹)

اور جن باتوں کے متعلق یہ کہہ رہا ہے (مال اور اولاد) ان کے وارث[۷۳] تو ہم ہوں گے اور یہ اکیلا ہی ہمارے پاس آئے گا۔(۸۰) نیز ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار[۷۴] بنیں۔(۸۱) ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ معبود تو ان کی عبادت[۷۵] سے ہی انکار کر دیں گے بلکہ الٹا ان کے مخالف بن جائیں گے۔(۸۲) آپ دیکھتے نہیں کہ ہم نے کافروں پر شیطان چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں ہر وقت (مخالفتِ حق پر) اکساتے رہتے ہیں۔(۸۳) سو آپ ان پر (نزولِ عذاب کے لئے) جلدی نہ کیجئے۔ ہم ان کی گنتی (کے دن) شمار کر رہے ہیں[۷۶]۔(۸۴)

[۷۱] یعنی کیا اسے غیب کے حالات پر، جو دوسری زندگی میں پیش آنے والے ہیں۔ یہ اطلاع ہو گئی ہے کہ واقعی اسے اس دوسرے عالم میں بھی ایسے ہی مال و دولت ملے گا۔ جیسا اس دنیا میں اس کے پاس موجود ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے کہ وہ اسے دوسرے عالم میں ضرور مال و دولت عطا کرے گا اور وہاں وہ اپنے قرض خواہ کا حساب بے باق کر سکے گا۔

[۷۲] یعنی اس کے نامۂ اعمال میں اس کا یہ غرور کا کلمہ بھی ضرور درج کر لیا جائے گا اور اس کے گناہوں کی سزا پر اس کی اس جسارت کے گناہ کا مزید اضافہ کیا جائے گا۔

[۷۳] یعنی جس مال و دولت کی یہ اب بات کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ یہیں دنیا میں ہی دھرا رہ جائے گا اور بالآخر یہ سب کچھ ہماری ہی ملکیت میں آ جائے گا اور یہ شخص بالکل خالی ہاتھ ہمارے پاس حاضر ہوگا۔ البتہ اس کے گستاخانہ کلمات اور بد کرداریاں ضرور اس کے ساتھ آئیں گی۔ جن کی اسے قرار واقعی سزا ملے گی۔

[۷۴] ۞ عز کا لغوی مفہوم:۔ لفظ عز کا معنی یہ ہے کہ ان کے معبود ان کے لئے سبب عزت بن جائیں گے اور عزت سے مراد عربی زبان میں کسی شخص کا ایسا طاقتور اور بالا دست ہونا ہے جس پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے۔ (ضد ذلت) اور ان کے معبودوں کا ان کے لئے سبب عزت ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ ان کی حمایت پر ہوں گے جس کی وجہ سے ان کا کوئی مخالف ان پر ہاتھ نہ ڈال سکے گا۔

[۷۵] یعنی وہ کہہ دیں گے کہ ہم نے ان سے کب کہا تھا کہ وہ ہماری عبادت کیا کریں۔ نیز ہمیں تو آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ ہماری عبادت کرتے بھی رہے ہیں یا نہیں؟

[۷۶] جو لوگ شیطان کے فریب میں آ جاتے ہیں تو پھر شیطان انہیں اپنی انگلیوں پر نچاتے رہتے ہیں۔ اس طرح ان کی گمراہی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے وہ جو کام کرتے ہیں سرکشی اور نافرمانی کا ہی کرتے ہیں اور ہم یہ سب کچھ ان کے نامۂ اعمال میں محفوظ کرتے جا رہے ہیں۔ لہذا آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کریں اور اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے دن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ
إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَن دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنبَغِي

جس دن ہم پرہیزگاروں کو اکٹھا کریں گے کہ وہ رحمٰن کے مہمان بنیں۔(۸۵) اور مجرموں کو پیاسے[۷۷] (جانوروں کی طرح) جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے۔(۸٦) اس دن کوئی بھی کسی کی سفارش نہ کر سکے گا، مگر جس نے اللہ تعالیٰ سے عہد[۷۸] لیا ہو۔(۸۷) اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ رحمٰن کی اولاد ہے۔(۸۸) یہ تو اتنی بُری بات تم گھڑ لائے ہو۔(۸۹) جس سے ابھی آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ دھڑام سے گر پڑیں۔(۹۰) اس بات پر انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد کا[۷۹] دعویٰ کیا (۹۱) حالانکہ رحمٰن

گنے جا چکے ہیں۔ لہٰذا آپ ان پر عذاب کے لئے جلدی نہ کریں جتنے ان کی مہلت کے دن باقی ہیں وہ پورے ہو لینے دیں۔

[۷۷] ❁ وِرد کے معنی:۔ وِرد کے معنی کسی شخص کا پانی پینے یا پانی لینے کے لئے پانی کی جگہ، گھاٹ، کنویں یا چشمے پر جانا ہے (اور اس کی ضد صَدَرَ ہے یعنی پانی لے کر یا پانی سے سیراب ہو کر واپس جانا) اور وِرد کے معنی گھاٹ بھی ہے اور پیاسا بھی جسے پانی کی تلاش ہو اور یہ پیاسے مجرم چاہتے تو یہ ہوں گے کہ کسی طرح پانی کے گھاٹ پر پہنچیں اور پانی کی جستجو کرتے کرتے وہ جا پہنچیں گے جہنم پر۔ دوسری راہ انہیں کوئی نظر ہی نہ آئے گی۔

[۷۸] ❁ سفارش کی کڑی شرائط:۔ اس ذومعنی جملہ کے دو مطلب ہیں۔ ایک تو سفارش صرف اس شخص کے حق میں کی جا سکے گی جس نے اپنے آپ کو مستحق شفاعت بنائے رکھا ہو۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا عہد ہے کہ ان کے حق میں سفارش قبول کی جائے گی اور یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے کبھی شرک نہ کیا ہوگا۔ اللہ کے فرمانبردار ہوں گے مگر کبھی کبھی ان سے گناہ بھی سرزد ہو گئے ہوں گے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ سفارش صرف وہ لوگ کر سکیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دیں گے اور یہی اللہ کا عہد ہے۔ ان لوگوں کو سفارش کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہوگی جن سے مشرکوں نے اپنی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں۔

[۷۹] یہود کے نزدیک عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اور دوسرے مشرکین کے دیوتا اور دیویاں سب اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں یا ان کی اولاد ہے۔ گویا ان لوگوں نے اللہ کی نسل ہی چلا دی۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ اس قدر گستاخانہ بات ہے کہ اگر آسمان زمین اور پہاڑ وغیرہ ہول کے مارے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ عجب نہیں۔ اس گستاخی پر اگر اللہ کا غضب بھڑک اٹھے اور زمین و آسمان کے پرخچے اڑ جائیں۔ نظام عالم تباہ و برباد ہو جائے تو سب کچھ ممکن ہے۔ یہ تو محض اس کا حلم ہے جو ایسی بیہودہ بات سن کر بھی دنیا کو یکدم تباہ نہیں کر رہا۔ چنانچہ سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (گویا یہ حدیث قدسی ہے) کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے اور ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ﴿۹۲﴾ اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ﴿ؕ۹۳﴾ لَقَدۡ اَحۡصٰہُمۡ وَ عَدَّہُمۡ عَدًّا ﴿ؕ۹۴﴾ وَ کُلُّہُمۡ اٰتِیۡہِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فَرۡدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرۡنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الۡمُتَّقِیۡنَ وَ تُنۡذِرَ بِہٖ قَوۡمًا

کے شایان شان [۸۰] نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔(۹۲)

آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب رحمٰن کے حضور غلام [۸۱] بن کر آئیں گے۔(۹۳) رحمٰن نے ان سب چیزوں کا ریکارڈ رکھا ہے اور ان کی پوری گنتی کر رکھی ہے۔(۹۴) یہ سب قیامت کے دن اس کے حضور تن تنہا حاضر ہوں گے۔(۹۵) یقیناً جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کر رہے ہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لئے (لوگوں کے دلوں میں) محبت [۸۲] پیدا کر دیں گے۔(۹۶) پس (اے نبی) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان بنا دیا ہے تاکہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو بشارت دیں اور

اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں اسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا۔ گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو بیوی یا بچہ بناؤں" (بخاری، کتاب التفسیر، سورہ مریم، زیر آیت متعلقہ، نیز سورۂ اخلاص)

[۸۰] اللہ کی اولاد قرار دینا اللہ کو گالی دینے کے مترادف ہے:۔ شایاں اس لئے نہیں کہ اولاد باپ کی نہ مخلوق ہوتی ہے نہ مملوک بلکہ اس کی شریک اور ہم جنس ہوتی ہے۔ اور اللہ ایسے تمام نقائص سے مبرا ہے نہ اس کا کوئی ہم جنس ہے نہ شریک۔ سب اسی کی مخلوق، مملوک اور اس کے عاجز بندے اور غلام ہیں۔ علاوہ ازیں اسے اولاد کی ضرورت بھی نہیں۔ اولاد سے جو جو مفادات وابستہ ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی بھی اسے احتیاج نہیں۔

[۸۱] یعنی جو غلام یا بندہ ہو وہ بیٹا نہیں ہو سکتا اور جو بیٹا ہو وہ اس کا بندہ اور غلام نہیں ہو سکتا۔ اب جس ہستی کے پہلے ہی سب غلام و محتاج ہوں اس کو اولاد کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اور وہ اس کی اولاد بن کیسے سکتے ہیں؟

[۸۲] انبیاء اور صالحین سے لوگ محبت اور بدکرداروں سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟:۔ یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی جب صحابہ کرامؓ مجبور و مقہور تھے۔ قریشی سرداروں کے ہاتھوں ستم رسیدہ تھے اور ان کی نگاہوں میں حقیر تھے۔ اس آیت میں ان کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری بھی ہے اور پیشین گوئی بھی پھر ایک وقت آیا جب صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے وہ عزت عطا فرمائی کہ سارا جہان ان سے محبت رکھنے اور ان کے گن گانے لگا۔ آج تک یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ یہ بات صرف صحابہ کرامؓ سے ہی مخصوص نہیں بلکہ جو بھی ایماندار اعمال صالحہ بجا لائے گا۔ ابتداءً خواہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں یا اسے اس راہ میں تکلیفیں بھی پہنچیں لیکن جلد ہی اللہ تعالیٰ انہیں عزت بخشیں گے اور لوگوں میں ان کی مقبولیت اور محبت پیدا ہو جائے گی۔ اس کے برعکس بے ایمان اور بدکردار لوگوں کی خواہ ابتدا میں کتنی ہی عزت ہو لیکن وہ بالآخر لوگوں کی نظروں سے گر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لُدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

کج بحثی [۸۳] کرنے والوں کو ڈرائیں۔(۹۷) ہم ان سے پہلے کئی قومیں ہلاک کر چکے ہیں۔ کیا آپ ان میں سے کسی کا نشان پاتے ہیں یا ان میں سے کسی کی بھنک بھی آپ کو سنائی دیتی ہے؟(۹۸)

جاتے ہیں۔ اور لوگ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیسے اور کیوں ہوتا ہے اس کی تفسیر درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمایئے:

"سیدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل کو پکار کر کہتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پھر جبریلؑ آسمان میں پکارتے ہیں۔ پھر اہل زمین میں اس کی محبت نازل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے اور جب اللہ کسی بندے سے ناراض ہو جاتے ہیں تو جبریلؑ سے کہتے ہیں: میں فلاں بندے سے ناراض ہوں تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ۔ پھر یہی بغض اس کے لئے اہل زمین میں نازل کیا جاتا ہے" (ترمذی، ابواب التفسیر)

[۸۳] قوما لُدًّا سے مراد ہٹ دھرم، جھگڑالو اور کج بحثی کرنے والے قریشی سردار ہیں۔ جو ہر بات میں مین میخ نکالنے کے عادی تھے۔ انہیں ہی یہ تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تمہارے جیسی بہت سی اقوام کو ہم نے یوں تہس نہس کر دیا کہ ان کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ اور ان کی شیخیوں، گستاخیوں اور لن ترانیوں کی آج بھنک تک سنائی نہیں دیتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۵ آیاتها سورۃ طٰہٰ مکیۃ رکوعها ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰهٰ ۝١ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝٢ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۝٣ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ
الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلَى ۝٤ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

کلمات ۱۳۵۱ آیت ۱۳۵ (۲۰) سورہ طٰہٰ مکی [۱] ہے (۴۵) رکوع ۸ حروف ۵۴۶۶

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

طٰہٰ (۱) ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت [۲] میں پڑ جائیں (۲) یہ تو ہر اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو (اللہ سے) ڈرتا ہے (۳) یہ اس ذات کی طرف سے نازل ہوا جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ (۴) رحمٰن نے اپنے عرش پر قرار [۳] پکڑا ہے (۵) جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے اور

[۱] یہ سورت سورۂ مریم کے بعد بلکہ ہجرتِ حبشہ کے بعد نازل ہوئی تھی اور ہجرتِ حبشہ ۵ نبوی میں ہوئی تھی۔ نیز یہ سورۃ سیدنا عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے نازل ہوئی تھی، عام روایت کے مطابق یہی سورت سن کر سیدنا عمرؓ کے دل میں اسلام جاگزیں ہوا تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۶ نبوی میں اسلام لائے تھے۔

[۲] ❁ قرآن اتنا ہی پڑھنا چاہئے جتنا دل کی خوشی سے پڑھا جائے:۔ یعنی یہ قرآن اس لئے نہیں اتارا گیا کہ آپ لوگوں کی ہدایت کے سلسلہ میں سارے جہان کا دردِ سر مول لے لیں۔ آپ کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیں۔ پھر جس کسی کے دل میں کچھ بھی اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا۔ وہ ضرور اس قرآن کی ہدایت کو قبول کرے گا اور یہ اس کے لئے یاددہانی کا کام دے گا اور جو لوگ اللہ سے بے خوف ہو چکے ہیں وہ اگر اس کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے تو آپ کو اس بارے میں پریشان نہ ہونا چاہئے اور نہ ان کے غم میں اپنے آپ کو ہلکان کر دینا چاہئے۔ قرآن کے نزول کا مقصد آپ کو مشقت میں ڈالنا ہرگز نہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ ان دنوں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ رات کو کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ آپ کی اس محنت اور ریاضت کو دیکھ کر کافر کہتے تھے کہ قرآن کیا اترا ہے بے چارے محمد (ﷺ) مصیبت میں پڑ گئے۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ اور کافروں کی بات کا جواب بھی دیا گیا کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے یہ مصیبت نہیں، بلکہ نصیحت اور یاددہانی ہے۔ رحمت ہے نور ہے۔ اور جو شخص جس قدر قرآن شوق اور نشاط سے پڑھنا چاہے اتنا ہی پڑھ لے۔ اگر کوئی زیادہ پڑھتا ہے تو وہ اپنی رضا و رغبت سے پڑھتا ہے محنت اور مشقت سمجھ کر نہیں پڑھتا۔

[۳] استوٰی علی العرش کا بیان سورۂ اعراف آیت نمبر ۵۴ کے حاشیہ میں گزر چکا ہے۔ عرشِ الٰہی کے متعلق جو کچھ نصوص سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اس کے پائے ہیں۔ جنہیں خاص فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور بالخصوص قیامت کے دن آٹھ فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے اور یہ عرش سب آسمانوں کے اوپر ہے اور انہیں قبہ کی طرح گھیرے ہوئے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿٦﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴿٧﴾ اَللّٰهُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ﴿٨﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ

جو کچھ ان دونوں کے درمیان [۴] ہے اور جو کچھ زمین کی انتہائی گہرائی [۵] میں ہے ان سب چیزوں کا وہی مالک ہے (۶)
اگر آپ بلند آواز سے بات کرتے [۶] ہیں تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات بلکہ اس سے بھی خفی تر بات کو جانتا ہے۔ (۷)
اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس کے سارے ہی نام [۷] اچھے ہیں (۸)
اور کیا آپ کو [۸] موسیٰ کی خبر بھی پہنچی ہے؟ (۹) جب اس نے آگ دیکھی تو اپنے گھر

[۴] زمین اور آسمان کے درمیان کیا کچھ ہے؟:۔ زمین و آسمان کے درمیان بھی اللہ کی بے شمار مخلوق موجود ہے۔ مثلاً ہوا، بادل، اڑنے والے پرندے اور ہوائی جہاز، آسمان سے زمین کی طرف اترنے والے فرشتے اور زمین سے آسمان کی طرف پرواز کرنے والے فرشتے، بدروحیں، فضا میں ہر وقت گردش کرنے والے سیارے، ٹوٹنے والے ستارے یہ چیزیں تو وہ ہیں جن کا ہمیں کسی نہ کسی طرح علم ہے۔ اور جو انسان کے علم میں نہیں آئیں ان کی تعداد اور ان کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

[۵] اللہ کی مخلوق کہاں کہاں ہے؟ ثریٰ کے لغوی معنی صرف گیلی مٹی ہے جو زمین کی تہوں میں ہے۔ اور یہ لفظ عموماً ثریا (کہکشاں) کے مقابلہ میں آتا ہے۔ ثریا سے مراد انتہائی بلندی اور ثریٰ سے مراد انتہائی پستی یا گہرائی لی جاتی ہے۔ گویا چار چیزیں یہاں مذکور ہوئیں۔ ایک آسمان اور ان میں رہنے والی مخلوق، دوسرے زمین اور اس پر رہنے والی مخلوق تیسرے آسمانوں اور زمین کے درمیان کی مخلوق اور چوتھے زمین کا اندرونی حصہ اور وہاں کی موجود مخلوق۔ ہر طرح کی مخلوق کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اور وہ سب اسی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہیں۔

[۶] اخفیٰ اور سرّ کا لغوی فرق:۔ اخفی کا لفظ سرّ سے زیادہ ابلغ ہے۔ سرّ کا معنی پوشیدہ یا راز کی بات ہے۔ جو آپ کسی دوسرے سے کہہ دیں اور اسے تاکید کر دیں کہ وہ اور کسی کو نہ بتائے۔ اور اخفیٰ سے مراد وہ بات یا وہ خیال ہے جو کسی کے دل میں آئے لیکن وہ کسی سے بھی اس کا ذکر تک نہ کرے۔ اس سے پہلی آیت میں اللہ کی وسعت قدرت و تصرف اور اختیار بیان کیا گیا تھا۔ اس آیت میں لامحدود وسعت علم کا بیان ہوا ہے۔ یعنی قریش کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تمہاری سب سازشوں، شرارتوں اور کارستانیوں سے پوری طرح واقف ہیں۔

[۷] اسماء الحسنیٰ:۔ اسماء سے مراد نام ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں ننانوے نام مذکور ہیں۔ جبکہ کتاب و سنت کا استقصاء کرنے پر کئی اور نام بھی ملتے ہیں۔ اور اسماء سے مراد صفات بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہ سب نام اللہ تعالیٰ کی صفات ہی کا اظہار کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ سب صفاتی نام ہیں۔ مگر ان میں سے دو نام ایسے ہیں جو صرف اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں، کسی دوسری مخلوق کے یہ نام نہیں ہو سکتے۔ ایک اللہ اور دوسرا رحمٰن۔

[۸] قرآن کے انداز بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر تفصیل کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہلی بار اسی سورہ میں بیان ہوا ہے اور قرآن کے مخصوص طرزِ بیان کی بنا پر اس میں قریش کے کئی اعتراضات کے جواب از خود آ گئے ہیں جو وہ وقتاً فوقتاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ

والوں [٩] سے کہا: ٹھہرو! مجھے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے آپ کے لئے کوئی انگارا لاسکوں یا مجھے وہاں سے راستہ کا ہی پتہ چل جائے۔ (١٠) جب وہ وہاں پہنچے تو انہیں آواز آئی، موسیٰ میں تمہارا پروردگار ہوں۔ اس وقت تم طویٰ کے مقدس میدان میں ہو۔ لہٰذا جوتے اتار لو (١٢) اور میں نے تمہیں (نبوت کے لئے) چن لیا ہے لہٰذا جو وحی کی جاتی ہے اسے غور سے [١٠] سنو (١٣) بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے

کرتے رہتے تھے۔

[٩] سیدنا موسیٰ کا آگ لینے کے لئے جانا:۔ اس قصہ کا آغاز اس وقت سے کیا جا رہا ہے جب موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی تھی۔ آٹھ دس سال آپ مدین میں شعیب علیہ السلام کے پاس رہے وہاں آپ کا نکاح شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے ہوا تھا۔ طے شدہ مدت گزارنے کے بعد آپ کو خیال آیا کہ اب اپنے آبائی وطن مصر کی طرف چلنا چاہئے۔ دوران سفر آپ کو رات آگئی۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ بیوی ساتھ تھی اور وہ حاملہ تھی۔ سخت اندھیرا تھا لہٰذا آپ راستہ بھی بھول گئے اور کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کریں۔ سخت پریشانی کا عالم تھا۔ اتنے میں آپ کو دور کہیں سے آگ دکھائی دی۔ جو اس بات کی علامت تھی کہ ضرور وہاں کوئی آدمی بھی موجود ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم تو یہیں ٹھہرو، میں وہاں آگ والوں کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان لوگوں سے راستہ کا اتا پتا پوچھ سکوں دوسرے کچھ آگ کے انگارے بھی لیتا آؤں گا۔ تاکہ تم آگ تاپ سکو۔

[١٠] موسیٰ علیہ السلام کا اتفاقاً وادی طویٰ میں پہنچنا:۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک درخت میں آگ بھڑک رہی ہے۔ پاس نہ کوئی آدم ہے نہ آدم زاد۔ آگ جوں جوں بھڑکتی ہے درخت مزید سرسبز ہو جاتا ہے۔ اس عجیب نظارہ کو دیکھ ہی رہے تھے کہ اس میں سے ایک آواز آئی کہ ''اے موسیٰ! میں تمہارا پروردگار تم سے ہم کلام ہو رہا ہوں۔ تم اس وقت طویٰ کے مقدس میدان میں پہنچ چکے ہو۔ لہٰذا اپنے جوتے اتار لو۔ اس آواز کی کیفیت یہ تھی کہ یہ معلوم ہی نہ ہو سکتا تھا کہ کس سمت سے آواز آرہی ہے۔ دائیں سے آرہی ہے یا بائیں سے آگے سے یا پیچھے سے، اوپر سے یا نیچے سے۔ لہٰذا موسیٰ علیہ السلام اس آواز کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش بن گئے۔ اس آواز نے پہلے جملہ میں اپنا تعارف کرایا۔ دوسرے جملے میں یہ بتایا کہ تم جو راہ بھول چکے تھے تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے اس وقت تم طویٰ کے صاف ستھرے میدان میں کھڑے ہو اور یہاں پہنچنے کے لئے ہی تم راہ بھولے تھے۔ تیسرے جملہ میں یہ ہدایت دی کہ اپنے جوتے اتار لو۔ ممکن ہے کہ آپ کے جوتوں کو راستہ میں کچھ گندگی اور آلائش لگ گئی ہو۔ ورنہ جوتے اگر نئے یا صاف ستھرے ہوں تو جوتوں سمیت مسجد تک جانا تو درکنار نماز ادا کرنا بھی جائز ہے۔ تاہم ادب کا تقاضا یہی ہے کہ کسی مقدس مقام میں داخل ہوتے وقت جوتے اتار لئے جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِذِكْرِي ﴿١٤﴾ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا
مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ﴿١٦﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا

لئے نماز قائم کرو(۱۴) قیامت یقیناً آنے والی ہے میں اسے ظاہر [۱۱] کرنے ہی والا ہوں تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔(۱۵) لہٰذا جو شخص قیامت پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا [۱۲] ہوا ہے وہ تمہیں قیامت (کے ذکر) سے روک نہ دے ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ (۱۶) اے موسیٰ تمہارے داہنے [۱۳] ہاتھ میں کیا ہے؟(۱۷) موسیٰ نے جواب دیا: ''یہ

[۱۱] خفی کا لغوی مفہوم:۔ اخفیہا۔ خفی کا معروف معنی چھپنا اور پوشیدہ ہونا ہے اور اخفی کا معنی چھپانا۔ اس لحاظ سے اس کا معنی یہ ہوگا۔ ''میں اسے چھپائے ہوئے ہوں'' پھر یہ لفظ لغت ذوی الاضداد سے بھی ہے۔ جس کا معنی ہے ظاہر کر دینا، کہتے ہیں خفی المطر الفارۃ، یعنی بارش نے چوہے کو بل سے نکال کر ظاہر کر دیا یا بے نقاب کر دیا ہم نے دوسرے معنی کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ اس سے مطلب زیادہ واضح ہوتا ہے۔

گویا جو آواز اس میدان میں آ رہی تھی وہ اللہ کی طرف سے وحی ہو رہی تھی اور قرآن کی صراحت کے مطابق اللہ کا بندے سے ہم کلام ہونا بھی وحی ہی کی تین قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ آپ گئے تو تھے آگ لینے کو اور اللہ کی مہربانی یہ ہوئی کہ آپ کو پیغمبری عطا ہو گئی اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خود بھی پہلے علم نہ تھا کہ آپ کو نبوت عطا ہونے والی ہے اور اس وحی میں آپ کو سب سے پہلے دین کی نہایت اہم اور بنیادی باتیں بتائی گئیں۔

اسلام کی بنیادی تعلیمات:۔ پہلی یہ کہ اللہ ہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ یہ کائنات از خود ہی وجود میں نہیں آ گئی۔ دوسری یہ کہ اس کائنات کی تخلیق و تملیک میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔ تیسری یہ کہ ان باتوں کے نتیجہ میں عبادت کا وہ اکیلا ہی مستحق ہے اور نماز اللہ سے تعلق قائم رکھنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ لہٰذا اللہ کو یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرنا ضروری ہے۔ اس سے کبھی غفلت نہ کرنا چاہئے اور اگر بھول جائے تو جب یاد آئے نماز ادا کرنا ضروری ہے اور چوتھی یہ ہے کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے اور جلد ہی آنے والی ہے۔ تاہم اس کا معین وقت بتانا خلاف مصلحت ہے اور قیامت قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ یہ وہ اصول دین ہیں جو سیدنا آدمؑ سے لے کر نبی آخر الزمان تک تمام انبیاء و رسل کو وحی کئے جاتے رہے اور ان میں کبھی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔

[۱۲] اور پانچویں یہ بات کہ جو شخص روز آخرت پر ایمان نہیں لاتا اور اس کا ذہن اللہ کے سامنے جوابدہی کے تصور سے خالی ہوتا ہے وہ اپنی خواہشات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ وہ دنیا کی دلچسپیوں اور دل فریبیوں میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اسے اللہ کبھی بھولے سے یاد نہیں آتا۔ لہٰذا تم ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے ساتھ تمہیں بھی لے ڈوبیں۔ یہ تھیں وہ بنیادی تعلیمات جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے آغاز میں ہی بتا دی گئیں اور یہ پانچویں ہدایت بالخصوص اس لئے دی گئی کہ آپ ایک جابر، سرکش اور دنیا پرست حکمران کے پاس اللہ کا پیغام لے کر جانے والے تھے اور اس کام کے لئے ایسی استقامت اور ثابت قدمی کی ضرورت تھی جو اقامت دین کے لئے ضروری ہے۔

[۱۳] اللہ کی موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی:۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے یہ سوال اس لئے نہیں کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ
تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ

میری لاٹھی [۱۴] ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں (علاوہ ازیں) میرے لیے اس میں اور بھی کئی فوائد [۱۵] ہیں (۱۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ! اسے (زمین پر) ڈال دو'' (۱۹) پھر جب موسیٰ نے اسے (زمین پر) پھینکا تو یکدم وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ (۲۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسے پکڑ و اور ڈرو نہیں۔ ہم جلد ہی اسے اس کی پہلی حالت [۱۶] پر لے آئیں گے۔ (۲۱) اور ذرا اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دباؤ۔ یہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا [۱۷] ہوا

نہ تھا کہ یہ میری لاٹھی ہے۔ بلکہ اس لئے کیا تھا کہ اسی لاٹھی کی ہیئت بدلنے والی تھی اور موسیٰ علیہ السلام کو پہلے خود یہ یقین دلانا مقصود تھا کہ وہی تمہاری لکڑی کی لاٹھی اژدھا بن سکتی ہے جسے تم ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہو۔

[۱۴] ۞ وحی الٰہی کی لذت:۔ اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب اتنا ہی کافی اور مکمل تھا کہ ''یہ میری لاٹھی ہے'' مگر اس آواز میں کچھ ایسی لذت تھی کہ ان لذت کے لمحات کو موسیٰ علیہ السلام طول دینا چاہتے تھے۔ لہذا ساتھ ہی اور بھی کئی متعلقہ باتیں بتا دیں تاکہ انہیں کچھ دیر مزید ہم کلامی کا شرف حاصل رہے۔

[۱۵] مثلاً اپنی بھیڑوں کو ہانکتا ہوں، ریوڑ کی حفاظت کرتا ہوں، درندوں کے حملہ سے بچاتا اور ان کا تعاقب کرتا ہوں نیز ان کے لئے اس سے پتے جھاڑتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

[۱۶] سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں عصا کو زمین پر جو پھینکا تو وہ اسی وقت سانپ بن گیا اور سانپ بنتے ہی دوڑنے بھی لگا۔ جب وہ آپ کی طرف آیا تو آپ خود بھی اس سے خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں گزند نہ پہنچائے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ اب اسے جرأت کر کے پکڑ لو تو تمہارے ہاتھ لگاتے ہی پھر یہ اپنی پہلی حالت پر آ جائے گا یعنی تمہارا وہی پہلا عصا بن جائے گا۔

۞ عصائے موسیٰ کے سانپ کے نام اور اوصاف:۔ لاٹھی کے اس طرح سانپ بن جانے کے لئے قرآن نے مختلف مقامات پر تین الفاظ استعمال کئے ہیں (۱) اس مقام پر حیۃ کا لفظ ہے جو ہر قسم کے سانپ کے لئے بولا جا سکتا ہے۔ (۲) جانّ یعنی سفید پتلا اور لمبا سا سانپ، سانپ کی سنک (۲۷:۱۰) اور (۳) بہت بڑا سانپ۔ اژدھا (۷:۱۰۷) یعنی لاٹھی جب پھینکی جاتی تو پہلے وہ پتلا سا سانپ بنتی تھی۔ پھر لحظہ بہ لحظہ اس کے جسم میں اضافہ بھی ہونے لگتا تھا۔ تاآنکہ وہ بہت بڑا سانپ بن جاتی تھی۔

[۱۷] دوسرا معجزہ یہ دیا گیا کہ آپ اپنی بغل میں اپنا دایاں ہاتھ رکھتے پھر نکالتے تو وہ اس قدر چمکتا ہوا نکلتا تھا کہ اس سے نگاہیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ اس سے نہ تو سیدنا موسیٰ کو کچھ تکلیف ہوتی تھی اور نہ ہی یہ کسی بیماری کی علامت تھی اور یہ اس وقت تک چمکتا رہتا تھا جب تک آپ دوبارہ اسے اپنی بغل میں نہ لے جاتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ ع ۱
قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾
وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ
نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ

نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ (۲۳) یہ اس لئے کہ ہم تمہیں اپنی بڑی بڑی [۱۸] نشانیاں دکھانے والے ہیں (۲۴) اب تم فرعون کے پاس جاؤ (کیونکہ) وہ [۱۹] سرکش ہو گیا ہے۔ (۲۵) موسیٰ نے عرض کیا! پروردگار! میرا سینہ کھول دے۔ (۲۶) اور میرے لئے میرا کام آسان بنا دے۔ (۲۷) اور میری زبان سے (لکنت کی) گرہ کھول دے۔ (۲۸) تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ (۲۹) اور میرے لئے میرے خاندان میں سے ایک مددگار مقرر کر دے۔ (۳۰) ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔ (۳۱) اس سے میری کمر کو مضبوط کر۔ (۳۲) اور اسے میرے کام میں شریک کر دے۔ (۳۳) تاکہ ہم تسبیح بیان کریں۔ (۳۴) اور خوب خوب تیرا [۲۰] چرچا کریں۔ (۳۵) بلاشبہ تو ہمیں (ہر آن) دیکھ رہا ہے۔ (۳۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ! جو کچھ تم

[۱۸] یہ دو معجزات تو نبوت ملنے کے ساتھ ہی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دے دیئے گئے اور ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ آئندہ بھی عند الضرورت ہم آپ کو اپنے معجزات دکھاتے رہیں گے۔ اور یہ دونوں معجزے آپ کو نبوت کی صداقت کے طور پر دیئے گئے تھے۔ پہلے معجزے میں جبروت الٰہی کا اظہار مقصود تھا۔ جو فرعون جیسے سرکش بادشاہ کے لئے ضروری بات تھی اور دوسرے معجزہ میں ہدایت کے روشن راستے کی طرف اشارہ تھا جو مقصود انبیاء علیہم السلام ہے۔

[۱۹] موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی مدین سے مصر کو جا رہے تھے۔ راستہ میں یہ واقعہ پیش آ گیا۔ آپ کو نبوت عطا کی گئی اور دو معجزات عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب جاؤ اور جا کر مصر کے بادشاہ فرعون سے جا کر ٹکر لو۔ وہ اللہ کا نافرمان اور خدائی کا دعوے دار بنا بیٹھا ہے اس کو راہِ راست کی دعوت دو۔ اور فرعون جیسے جابر اور قاہر بادشاہ سے مقابلہ کے لئے آپ کو جو سر و سامان عطا کیا گیا وہ صرف یہ دو معجزات تھے۔ اسی بات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ انبیاء و رسل پر جو ذمہ داری ڈالی جاتی ہے وہ کس قدر گرانبار ہوتی ہے۔ اس حکم کے بعد آپ نے اپنے اہل و عیال سے کیا سلوک کیا؟ اس بارے میں کتاب و سنت خاموش ہیں۔ اغلب خیال یہی ہے کہ وہ اپنے ساتھ مصر لے گئے ہوں گے۔

[۲۰] ۞ سیدنا موسیٰ کے چار مطالبات:۔ اللہ کا یہ حکم سن کر آپ نے اپنی حالت کا جائزہ لیا اور چند معروضات پیش کر دیں۔ ایک یہ کہ مجھے اتنا حوصلہ عطا فرما کہ میں یہ کام سرانجام دے سکوں اور مجھے اس کام کے کرنے کی توفیق عطا فرما۔ دوسرے یہ کہ میری زبان سے لکنت دور کر دے۔ کہتے ہیں کہ بچپن میں آپ نے اپنی زبان پر آگ کا کوئلہ رکھ لیا تھا جس سے آپ کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی اور آپ ہکلا کر بات کرتے تھے۔ اس گرہ کو دور کر دینے کی آپ نے درخواست کی تاکہ میں وضاحت سے بات کر سکوں اور لوگ میری بات آسانی سے سمجھ سکیں اور تیسرے یہ کہ اس گرانبار ذمہ داری کے کام کے لئے مجھے ایک مددگار بھی عطا فرما اور چوتھے یہ کہ اس کام کے لئے مناسب ترین آدمی میرا بھائی ہارون ہے۔ اس کو بھی نبوت عطا فرما اور میرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَ

نے مانگا وہ تمہیں دیا جاتا ہے (۳۶) اور ہم نے تم پر ایک اور مرتبہ بھی احسان [۲۱] کیا۔ (۳۷) (وہ وقت یاد کرو) جبکہ جب ہم نے تمہاری ماں کی طرف تیز اشارہ کیا جو وحی کے ذریعہ کیا جاتا ہے (۳۸) کہ ”تم اس بچے (موسیٰ) کو صندوق میں رکھو پھر اس (صندوق) کو دریا [۲۲] میں ڈال دو۔ دریا اس کو ساحل پر پھینک دے گا جسے میرا اور اس (موسیٰ) کا دشمن اٹھالے گا۔

ہمراہ کردے۔ وہ مجھ سے فصیح اللسان بھی ہے۔ پھر ایک ایک دو گیارہ والا معاملہ ہے۔ کم از کم ہم دونوں تو ایک دوسرے کے مونس و غمگسار ہوں گے۔ پھر ہم مل کر ہی تیری تسبیح و تقدیس اور ذکر بھی کرتے رہا کریں گے۔

[۲۱] ❁ مطالبات کی منظوری:۔ یعنی جو کچھ درخواستیں تم نے پیش کی ہیں وہ سب کی سب منظور کی جاتی ہیں۔ ان احسانات کے علاوہ پہلے بھی ہم تم پر احسان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ایک کر کے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو وہ احسانات یاد دلاتے ہیں جو ان کی پیدائش سے لے کر تا حال ان پر کئے گئے تھے اور ان کی تفصیل سورہ قصص میں بیان ہوئی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ تم خاص اسی مہم کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور اسی کام کے لئے ہماری زیر نگرانی تمہاری پرورش ہوتی رہی ہے۔ فرعون جیسے جابر بادشاہ سے ٹکر لینے کے لئے جن صفات کی ضرورت تھی۔ وہ تمہیں ودیعت کر کے اس کام کے لئے تمہارا انتخاب کر لیا ہے۔

[۲۲] ❁ سیدنا موسیٰ کی پیدائش اور صندوق میں ڈالنا:۔ ہوا یہ تھا کہ فرعون کو ایک ڈراؤنا سا خواب آیا جس کی تعبیر اسے درباری نجومیوں نے یہ بتائی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہونے والا ہے جو تمہاری سلطنت کو تہ و بالا کر دے گا اور تمہاری ہلاکت کا موجب بنے گا اس کا توڑ فرعون نے یہ سوچا کہ آئندہ بنی اسرائیل کے ہاں جتنے لڑکے پیدا ہوں ان کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا جائے اور اس حکم کی تعمیل کے لئے اس نے اپنے تمام اہل کاروں کو ہدایات جاری کر دیں اور دائیوں کی یہ ذمہ داری تھی کہ جس وقت کسی بنی اسرائیل کے فرد یا سبطی کے ہاں لڑکا پیدا ہو وہ فوراً حکومت کو اس کی اطلاع کرے۔

❁ تقدیر کے سامنے تدبیر کی ناکامی:۔ دراصل فرعون کی اپنی سلطنت کو بچانے کی یہ تدبیر کہ بنی اسرائیل کے ہاں ہر نئے پیدا ہونے والے بچے کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا جائے، اس کی حماقت اور ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھی۔ وجہ یہ ہے کہ جو تعبیر نجومیوں نے بتائی تھی اس کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ وہ تعبیر غلط ہو۔ اس صورت میں اسے کسی تدبیر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ دوسری یہ کہ وہ تعبیر درست ہو۔ اس صورت میں بھی فرعون کی کسی تدبیر کا کچھ فائدہ نہ تھا۔ اس لئے کہ تدبر سے اس تعبیر کو تبدیل کیا جا سکتا ہو تو وہ تعبیر درست کیسے قرار دی جا سکتی ہے۔ یہی دوسری صورت فرعون سے پیش آئی۔ اس کی اس ظالمانہ تدبیر کے باوجود تقدیر غالب آئی اور جو کچھ اللہ کی مشیت میں تھا وہ ہو کے رہا۔

فرعون کا یہ وحشیانہ حکم ایک طویل عرصہ سے بنی اسرائیل پر ڈھایا جا رہا تھا۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی والدہ اس بچے کے قتل کے تصور سے سخت مغموم ہو گئیں۔ یکدم ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ خیال ڈال دیا کہ اس بچے کی پیدائش کی خبر اہل کاروں کے پاس پہنچنے سے پیشتر ہی اسے ایک تابوت میں بند کر دے۔ پھر اس تابوت کو دریائے نیل کی موجوں کی سپرد کر دیا جائے۔ اس طرح ایک تو بچہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہونے کے منظر کی اذیت سے بچ جائیں گی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ

پھر (اے موسیٰ) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی (کہ جو کوئی تمہیں دیکھے پیار کرنے لگے) اور یہ اس لئے کیا کہ میری نگرانی میں تمہاری پرورش [۲۳] ہو۔(۳۹)

جب تمہاری بہن (لب ساحل تمہارے ساتھ ساتھ) چل رہی تھی۔ (اور جب فرعون نے صندوق اٹھالیا) تو انہیں کہنے لگی: کیا میں تمہیں ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس بچے کی (ٹھیک طرح) پرورش کر سکے؟ پھر ہم نے تمہاری ماں کے پاس لوٹا دیا تا کہ وہ اپنی آنکھ ٹھنڈی [۲۴] کرے اور غمزدہ نہ رہے۔ نیز تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا تو ہم نے

دوسرے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس بچے کی زندگی کی کوئی اور صورت پیدا کر دے۔

[۲۳] تابوت کا فرعون کے سامنے پیش کیا جانا:۔ تابوت کو دریا کی موجوں کے حوالے کرنے تک کا کام تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے سرانجام دیا۔ اس سے بعد کے سب کام اللہ تعالیٰ کے اپنے کارنامے ہیں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر احسانات ہیں۔ دریا کی موجوں نے تابوت کو دریائے نیل کی اس شاخ کے رخ دھکیل دیا جس پر فرعون کا محل واقع تھا۔ اس مقام پر ایک لہر اٹھی۔ جس نے اس تابوت کو ساحل پر فرعون کے محل کے پاس پھینک دیا۔ پھر اتفاق کی بات کہ یہ تابوت فرعون کے سامنے پیش کیا گیا جو اے موسیٰ! میرا بھی دشمن تھا اور تمہارا بھی دشمن تھا۔ میرا اس لحاظ سے کہ وہ میرا نافرمان تھا اور میرے مقابلہ پر اپنی خدائی کا دعویدار بن بیٹھا تھا اور تمہارا اس لئے کہ وہ تمہیں جان سے ہی ختم کر دینا چاہتا تھا۔ پھر میں نے تمہاری ایسی پیاری صورت بنا دی تھی کہ جو بھی تمہیں دیکھتا تمہیں پیار کرنے لگتا تھا اور اس کا دل تمہاری محبت سے بھر جاتا تھا۔ یہی بات تمہاری زندگی کا ذریعہ بن گئی اور یہ سب کچھ میری نگرانی میں اور میرے ارادہ سے ہو رہا تھا۔

[۲۴] فرعون کے ہاں موسیٰ علیہ السلام کی تربیت:۔ پھر تمہاری تربیت کا یہ سامان کیا کہ جب تمہاری والدہ نے تابوت کو دریا کے حوالے کیا تو اس نے اپنی بیٹی یعنی تمہاری بہن کو یہ تاکید کر دی تھی کہ دریا کے بہاؤ کے ساتھ چلتی جائے اور اس تابوت کی نگرانی کرتی رہے کہ اس تابوت کا کیا انجام ہوتا ہے۔ تا آنکہ اسے پتہ چل گیا کہ تم فرعون کے گھر میں پہنچ گئے ہو۔

ایسا پیارا بچہ دیکھ کر فرعون کی بیوی آسیہ نے اپنے خاوند سے کہا کہ ہمارے ہاں اولاد نہیں، کیوں نہ ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ بالآخر اس نے اپنے خاوند فرعون کو اس بات کا قائل کر لیا۔ اب سوال یہ تھا کہ کون سی انا یا دائی سیدنا موسیٰؑ کو دودھ پلائے۔ جو بھی انا لائی جاتی سیدنا موسیٰ اس کا دودھ پینے سے انکار کر دیتے تھے۔ بڑا ٹیڑھا مسئلہ بن گیا تھا۔ جب یہ بات عام ہوئی تو سیدنا موسیٰ کی بہن نے وہاں حاضر ہو کر کہا۔ میں تمہیں ایک انا کی نشاندہی کرتی ہوں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ اس کا دودھ ضرور پی لے گا۔ چنانچہ موسیٰ کی بہن نے اپنی ماں کا اتا پتا بتایا۔ اسے بلایا گیا۔ تو بچہ فی الواقع اس کا دودھ پینے لگا۔ پھر فرعون اور اس کی بیوی نے یہ بچہ سیدنا موسیٰ کی ماں کے ہی حوالہ کر دیا اور اس کی سرکاری خزانہ سے تنخواہ بھی مقرر کر دی گئی۔ اور اسے بچہ سمیت واپس اپنے گھر بھیج دیا گیا۔ اس طرح اے موسیٰ! ہم نے حیرت انگیز طریقے سے تمہاری پرورش کا بندوبست کر دیا۔ تم خود بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۣ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ڏ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝۴۰

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝۴۱ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝۴۲ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ

تمہیں اس غم سے نجات [۲۵] دی پھر تمہیں مختلف آزمائشوں سے گزارا۔ پھر تم کئی سال مدین والوں کے ہاں ٹھہرے رہے۔ پھر اب تم اے موسیٰ! تقدیر کے مطابق ٹھیک اپنے [۲۶] وقت پر یہاں آ گئے (۴۰) اور میں نے تمہیں اپنے کام [۲۷] کا بنا لیا ہے۔ (۴۱)

اب تم اور تمہارا بھائی دونوں میرے معجزات لے کر جاؤ اور میرے [۲۸] ذکر میں کوتاہی نہ کرنا۔ (۴۲) ہاں، فرعون کے ہاں جاؤ،

اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے۔ تربیت بھی ہونے لگی اور تمہاری ماں کی آنکھیں بھی ٹھنڈی رہیں۔ اس طرح ہم نے تمہیں موت کے منہ سے بچایا اور بچپن میں تمہاری تربیت کا انتظام اسی فرعون کے ہاتھوں کروایا جو تمہاری ہی جان کے درپے تھا۔

[۲۵] سیدنا موسیٰ کے ہاتھوں ایک قبطی کا مرجانا:۔ اس واقعہ کی تفصیل تو سورہ قصص میں آئے گی۔ اجمال یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ کے ہاتھوں ایک قبطی (فرعونی) نادانستہ طور پر مارا گیا تھا۔ آپ نے اسے صرف مکا مارا تھا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ تو ہم نے تمہیں مدین کی راہ دکھائی اور اس کے نتیجہ میں جو تمہیں سزا کے طور پر اپنی موت کا خطرہ تھا اس سے نجات دی۔ اس کے بعد بھی تم پر کئی آزمائشوں کے ادوار آئے۔ جن میں ہم تمہاری مدد کرتے رہے۔

[۲۶] تقدیر کے مطابق اسباب خود بنتے چلے جاتے ہیں:۔ تم مدین پہنچے تو بالکل ایک اجنبی مسافر تھے۔ پھر ہم نے تمہارے لئے ایسے سامان مہیا کر دیئے کہ تم مدین میں شعیب علیہ السلام کے پاس باعزت طور پر رہنے لگے۔ سالہا سال ان کی بکریاں چرائیں۔ اس سے بھی تمہاری تربیت مقصود تھی۔ پھر شعیبؑ کی بیٹی سے تمہارا نکاح ہوا تو تمہاری یہ ضرورت بھی پوری ہوگئی۔ پھر مدین میں معینہ مدت گزارنے کے بعد تمہیں اپنے وطن واپس جانے کا خیال آیا۔ سردیوں کی طویل اور اندھیری رات میں تم بال بچوں سمیت سفر کر رہے تھے تو راستہ بھول گئے۔ اور اب تم آگ دیکھ کر ادھر آ گئے ہو کہ راستہ کا اتا پتا معلوم کرو۔ اور اپنے گھر والوں کے لئے کچھ آگ کے انگارے لے جاؤ تو یہ سب کچھ اتفاقاً ہی نہیں ہوگیا۔ بلکہ تم ٹھیک ہماری مشیت اور اندازہ کے مطابق یہاں پہنچے ہو۔ ہمیں تم کو یہاں اسوقت اور اس حال میں لانا مقصود تھا تو تمہارے لئے حالات ہی ایسے پیدا کر دیئے کہ تم از خود یہاں پہنچ گئے۔

[۲۷] یہ تمہاری تربیت کا سارا اہتمام اسی غرض کے تحت کیا گیا ہے کہ تمہیں اس مہم کے لئے فرعون کے پاس بھیجا جائے اور میں نے اسی کام کے لئے تمہاری اس انداز سے تربیت کی ہے۔

[۲۸] اللہ کے ذکر کا فائدہ:۔ پہلے صرف سیدنا موسیٰ کو یہی بات کہی تھی کہ فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ اس نے سر اٹھا رکھا ہے۔ اب جب سیدنا ہارونؑ کو بھی نبوت عطا کر کے ان کا مددگار بنا دیا گیا تو ان دونوں سے وہی بات کہی گئی اور اب ان دونوں کو تاکید کی کہ میرے ذکر میں کوتاہی نہ کرنا کیونکہ اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جو اللہ والوں کی کامیابی کا ذریعہ اور دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار رہے۔ اس سے اللہ کی طرف لو لگائے رکھنے اور اللہ پر بھروسہ کرنے کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس راہ میں جو مصائب پیش آئیں ان کو صبر و استقلال سے برداشت کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طَغٰی ﴿۴۳﴾ فَقُوۡلَا لَہٗ قَوۡلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوۡ یَخۡشٰی ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ یَّفۡرُطَ عَلَیۡنَاۤ اَوۡ
اَنۡ یَّطۡغٰی ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَاۤ اَسۡمَعُ وَ اَرٰی ﴿۴۶﴾ فَاۡتِیٰہُ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّکَ فَاَرۡسِلۡ

وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے۔ (۴۴) دیکھو، اسے نرمی سے بات کہنا، شاید وہ نصیحت قبول کرلے [۲۹] یا (اللہ سے) ڈر جائے۔" (۴۵) ان دونوں نے عرض کیا: "اے پروردگار! ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا مزید سرکشی [۳۰] اختیار کرے" (۴۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ڈرو مت! میں تمہارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ (۴۷) لہٰذا اس کے پاس جاؤ اور اسے کہنا کہ: ہم تیرے رب کے رسول ہیں لہٰذا بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ [۳۱]

[۲۹] دعوت کے لئے نرم لہجہ رکھنا ضروری ہے:۔ کسی کے راہ راست پر آنے اور اسے قبول کرنے کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ وہ دعوت کو پوری طرح سمجھ کر حق بات قبول کر لے اور دوسری یہ کہ اپنے برے انجام سے ڈر کر سیدھا ہو جائے۔ یہ دونوں باتیں بتا دیں اور انہیں تاکید کر دی کہ فرعون سے جو بات کہیں نرمی کے لہجہ میں کہیں۔ کیونکہ سختی سے بات کرنے سے بسا اوقات الٹا اثر ہوتا ہے۔ مخاطب اصل بات سمجھنے کی بجائے طرزِ تخاطب اور لہجہ کی بنا پر ضد اور مخالفت پر اتر آتا ہے۔ گویا تبلیغ اور دعوت دین کا کام کرنے والوں کے لئے یہ ایک نہایت اہم سبق ہے۔

[۳۰] فرعون کے ہاں جانے کے خدشات:۔ مصر پہنچ جانے کے بعد جب دونوں بھائی فرعون کے ہاں جانے کو تیار ہوئے اور فرعون جیسے جابر اور خودسر بادشاہ کے پاس جا کر اسے دعوت دینے کا خیال کیا تو اپنے پروردگار سے عرض کیا کہ ہم تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں مگر اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہماری بات سننے پر آمادہ بھی ہوگا یا نہیں یا بات سن لینے پر غصہ سے بھڑک نہ اٹھے گا یا ہم پر بھی دست درازی کرے یا آپ کی شان میں مزید گستاخانہ باتیں کہنے لگے۔ جس سے اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن اور دیکھ رہا ہوں۔ وہ تمہارا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔

[۳۱] فرعون کو دعوت دینے کے پانچ نکات:۔ گویا فرعون کے سامنے دعوت کا پانچ نکاتی پروگرام ان پیغمبروں کو دیا گیا۔ ان میں سے چار تو دعوت دین کے بنیادی نکات اور ایک مطالبہ ہے۔ پہلی بات یہ تھی کہ اسے کہنا کہ ہم تمہارے پروردگار کے رسول ہیں۔ اس میں دو نکات آ گئے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے پروردگار تم نہیں بلکہ وہ ذات ہے جو ہر چیز کا، ہمارا اور خصوصاً تمہارا بھی پروردگار ہے، دوسرا نکتہ یہ تھا کہ ہم دونوں اسی پروردگار کے بھیجے ہوئے تیرے پاس آئے ہیں خود نہیں آئے۔ گویا اس ایک جملہ میں توحید و رسالت کا ذکر آ گیا۔ تیسرا نکتہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دے اور انہیں اپنی غلامی سے آزاد کر اور انہیں ہمارے ہمراہ کر دے تاکہ وہ آزادانہ زندگی بسر کر سکیں اور یہ تیسرا نکتہ خاص اس قوم کے حالات کے مطابق تھا۔ چوتھا نکتہ یہ تھا کہ جو شخص اس راہِ ہدایت یعنی اللہ کی توحید اور ہماری رسالت پر ایمان لے آئے گا اور اللہ ہی کی عبادت اور ہماری اطاعت کرے گا اس کے لئے اس دنیا میں امن اور سلامتی ہوگی اور آخرت میں بھی۔ اور پانچواں نکتہ یہ تھا کہ ہمیں بذریعہ وحی اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ جو شخص ہماری دعوت سے منہ پھیرے گا آخرت میں اس کے لئے عذاب ہوگا۔ گویا چوتھے اور پانچویں نکتہ میں ایمان کے نہایت اہم جزء ایمان بالآخرت کی دعوت پیش کی گئی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾
اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ
اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ

جانے کے لئے چھوڑ دے اور انہیں تکلیف نہ دے۔ ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی نشانی لے کر آئے ہیں اور جو شخص ہدایت کی پیروی کرے اس کے لئے سلامتی ہے (۴۷) ہماری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جو شخص اسے جھٹلائے گا اور منہ موڑے گا، اس کے لئے یقیناً عذاب ہے۔ (۴۸) فرعون نے جواب دیا: ''موسیٰ! تمہارا پروردگار ہے کون؟ (۴۹)
موسیٰ نے کہا: ''ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی [۳۲] صورت خاص عطا کی پھر اس کی رہنمائی کی۔ (۵۰)
فرعون نے کہا: تو پھر جو نسلیں گزر چکی ہیں وہ کس حال میں [۳۳] ہیں؟'' (۵۱) موسیٰ نے جواب دیا: ان کا علم میرے

بات کہہ دینا کہ ہمارا یہ دعویٰ رسالت بے دلیل نہیں بلکہ ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانی لے کر آئے ہیں۔

[۳۲] فرعون کا سیدنا موسیٰ سے پہلا سوال کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟:۔ جب فرعون کے پاس پہنچ کر ان دونوں بھائیوں نے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ پر اس کی دعوت پیش کی تو فرعون نے جو پہلا سوال یا اعتراض کیا وہ اس کی اپنی دکھتی رگ تھی۔ وہ خود خدائی کا دعوے دار تھا اور لوگوں کو اس نے یہی یقین دلایا ہوا تھا کہ وہی ان کا پروردگار ہے۔ فرعون بلاشبہ اس بات کا قائل تھا کہ زمین و آسمان اور موجودات کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی سیاسی و قانونی حاکمیت کا وہ منکر تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ میرے اوپر کوئی ایسی بالاتر ہستی نہیں جس کا حکم مجھ پر چلتا ہو اور مجھے اس کا حکم ماننا ضروری ہو۔ لہذا اس نے فوراً یہ سوال کر دیا کہ ''ایسا تمہارا پروردگار ہے کون؟'' چونکہ فرعون اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا قائل تھا، اس لئے سیدنا موسیٰ نے اس کا جواب ہی ایسا دیا جو ربوبیت سے تعلق رکھتا تھا۔ اور وہ جواب یہ تھا کہ میرا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو ایک خاص ساخت عطا کی۔ پھر اس کا وظیفہ بھی اسے سمجھا دیا اور اس کی جبلت میں رکھ دیا۔ اس نے مچھلی پیدا کی تو اسے پانی میں تیرنا بھی سکھا دیا، پرندے پیدا کئے تو انہیں اڑنا بھی سکھا دیا۔ بچہ پیدا کیا تو اسے فوراً ماں کے پستان سے چمٹنا اور دودھ پینے کا طریقہ بھی سکھا دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی ایسی رہنمائی نہ کرتا تو اس کے علاوہ کوئی بھی انہیں سکھا نہیں سکتا تھا۔ واضح رہے یہاں اللہ تعالیٰ نے خلق کل شی نہیں بلکہ اعطی کل شی خلقه فرمایا ہے۔ جو یہ معنی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی پیدائش کے وقت اسے ایک خاص شکل و صورت عطا فرمائی اور وہی اس کے لئے مناسب تھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے جس جس مقام پر انسان کی آنکھیں ناک اور کان یا دوسرے اعضاء بنائے تو وہی مقامات ان اعضاء کے لئے مناسب تھے۔ اگر ان کو ادھر اُدھر کر دیا جاتا تو ہر چیز بدصورت ہوتی اور اس کا حلیہ بھی بگڑا ہوا ہوتا۔

[۳۳] فرعون کا دوسرا سوال کہ پہلی امتیں کس حال میں ہیں؟:۔ اس پہلو سے لاجواب ہو کر فرعون نے دوسرا سوال جو کیا وہ اس کی انتہائی شرارت پر مبنی تھا۔ جس سے وہ اپنی تمام رعیت کو ان رسولوں کے خلاف بھڑکانا اور ان میں مذہبی تعصب پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس کا سوال یہ تھا کہ اگر صورت حال یہی ہے کہ جو توحید و رسالت کی دعوت تم لے کر آئے ہو اس کو ماننے والوں کے لئے امن و سلامتی ہے اور جو اس دعوت پر ایمان نہیں رکھتے تو ان کو دردناک سزا ملے گی تو بتاؤ جو ہمارے باپ دادا فوت ہو چکے ہیں وہ کس حال میں ہیں؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى (٥٢) الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى (٥٣) كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى (٥٤) مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (٥٥) وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا ع ٢

پروردگار کے پاس ایک کتاب میں [٣٤] ہے۔ میرا رب [٣٥] نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے (٥٢) وہی جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا اور اس میں تمہارے چلنے کو راستے بنائے اور اوپر سے پانی برسایا۔ پھر اس بارش سے مختلف قسم کی پیداوار نکالی۔ (٥٣) کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ اس (طریق کار) میں اہل عقل کے لئے بہت سی [٣٦] نشانیاں ہیں۔ (٥٤) اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ [٣٧] نکالیں گے۔ (٥٥)

[٣٤] اگر فرعون کے اس سوال کا جواب موسیٰ علیہ السلام یوں دیتے کہ وہ سب کے سب گمراہ تھے اور انہیں دوزخ کا عذاب ہوگا۔ تو اگرچہ یہ جواب صحیح تھا مگر فرعون کے سارے درباری غصہ سے بھڑک اٹھتے اور فوراً ان دونوں کے خلاف متحد ہو جاتے اور فرعون اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے جواب ایسا حکیمانہ دیا جو مبنی برحقیقت بھی تھا اور کسی کے تعصبانہ جذبات کو ٹھیس بھی نہ پہنچتی تھی۔ آپ نے واضح الفاظ میں جواب دیا کہ جو لوگ گزر چکے ہیں ان کے حالات جاننے کی ہمیں ضرورت نہیں وہ جانیں اور ان کا پروردگار جانے۔ ہمیں صرف اپنی فکر کرنا چاہئے کہ ہم کون سا طرز زندگی اختیار کرتے ہیں اور ہمارا انجام کیسا ہوگا؟

[٣٥] ❁ اللہ سے بھول چوک ناممکن ہے:۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنے کے سلسلے میں ان کی ہدایت کا جو قانون بنایا ہے نہ اس میں وہ بھولتا یا چوکتا ہے اور نہ کسی کو اس کے اچھے یا برے اعمال کی جزا و سزا دینے میں۔ قرآن کے اس مقام پر سیدنا موسیٰ کا ذکر ختم کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فرعون اور سیدنا موسیٰ کا پہلا مکالمہ ختم ہو رہا ہے اور آگے چند آیات میں جو دلائل توحید دیئے جا رہے ہیں اور پند و نصائح پیش کئے جا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور سب لوگوں کے لئے ہیں۔

[٣٦] ❁ تمام مخلوق کی روزی کا بندوبست:۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام جاندار مخلوق کی روزی کا خواہ وہ انسان ہوں یا حیوانات ہوں ایسا مستقل اور مستحکم نظام پیدا کر دیا ہے جس سے تمام مخلوق کو روزی مہیا ہوتی رہتی ہے۔ اگر بارش کا دیوتا کوئی اور ہوتا اور نباتات کا کوئی دوسرا تو ان میں ہمیشہ کی مطابقت محال تھی۔ اور کچھ عرصہ بعد تمام مخلوق بھوک سے ہی مر جاتی۔ اللہ کا یہ نظام پیداوار اور اس پیداوار کے عوامل، یعنی سورج کی حرارت، ہواؤں کا چلنا، سمندر سے بخارات کا اٹھنا، موزوں موسم میں بارش کا نزول پھر اس سے زمین کا لہلہا اٹھنا ان سب باتوں میں ایسی ہم آہنگی ہے جس سے ہر صاحب بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اس کائنات کی مدبر و منتظم صرف ایک ہی ہستی ہو سکتی ہے۔

[٣٧] ❁ انسان کا زمین سے دائمی تعلق:۔ اس آیت میں انسان پر وارد ہونے والی تین کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے اور ان تینوں کا تعلق زمین سے ہے۔ اللہ نے انسان کو زمین یا مٹی سے پیدا کیا اور اس کی تمام تر ضروریات اسی سے متعلق کر دیں۔ پیدائش سے لے کر موت تک یہ ایک مرحلہ ہوا۔ دوسرا مرحلہ موت سے قیامت تک ہے۔ اس مرحلے میں انسان اسی زمین میں دفن ہوتا ہے اور اکثر لوگوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ
فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ

(غرض) ہم نے فرعون کو اپنی نشانیاں [۳۸] دکھائیں مگر وہ انہیں جھٹلاتا رہا اور کوئی بات تسلیم نہ کی۔ (۵۶) موسیٰ سے کہنے لگا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے [۳۹] نکال دے؟ (۵۷) سو ہم بھی اس قسم کا جادو لاتے ہیں لہٰذا اپنے اور ہمارے درمیان (مقابلہ کیلئے) ایک وقت مقرر کرلے جس کی خلاف ورزی نہ تم کرو نہ ہم کریں۔ اور اس جگہ پہنچنا (دونوں کے لئے) یکساں [۴۰] ہو" (۵۸) موسیٰ نے جواب دیا: "اچھا یہ وعدہ [۴۱] عید کا دن ہے

کی میت مٹی بن کر مٹی ہی میں رل مل جاتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ انبیاء کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی سب لوگوں کو مٹی کھا جاتی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے جسم کو تو بہرحال نہیں کھاتی اور بعض دوسرے لوگ بھی ایسے ہو سکتے ہیں جن کے اجسام ان کی قبروں میں محفوظ ہوں۔ اور تیسرا مرحلہ بعث بعد الموت ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ اس مٹی میں ملے ہوئے ذرات کو جمع کر کے سب لوگوں کو زندہ کر کے اپنے حضور حاضر کرے گا۔ گویا پہلے دو مراحل تیسرے مرحلہ کے لئے دلیل کا کام دیتے ہیں۔

[۳۸] فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کی پہلی ملاقات کے بعد یہاں درمیان کے کئی مراحل کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی دوران موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنی رسالت کی دلیل میں کئی نشانیاں بھی دکھائیں۔ جن کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر آیا ہے جب ملک پر کوئی آفت نازل ہوتی تو وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہتا کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو۔ اگر یہ آفت دور ہوگئی تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔ پھر جب سیدنا موسیٰ کی دعا سے وہ آفت دور ہو جاتی تو وہ وعدہ خلافی کرتا اور پھر سے اکڑ جاتا تھا اور ایسا معاملہ کئی بار پیش آتا رہا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ فرعون کو سیدنا موسیٰ کی رسالت کا یقین تو ہو چکا تھا مگر وہ اپنے اقتدار سے کسی قیمت پر الگ ہونے کو تیار نہ تھا۔ لہٰذا ہر بار انکار کر دیتا تھا۔

[۳۹] فرعون کے اس قول سے اس کی بدحواسی پورے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ ورنہ اس کے ملک میں سینکڑوں جادوگر موجود تھے جو لوگوں کو اور اسے بھی اپنی شعبدہ بازیاں دکھاتے اور انعام و اکرام حاصل کر کے چلے جاتے تھے۔ ان میں سے کسی کے متعلق کبھی فرعون کو ایسا خیال نہ آیا تھا کہ یہ قحط بھی لا سکتے ہیں اور فرعون کو ملک بدر بھی کر سکتے ہیں۔ اور جو موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہنے کا ڈھونگ رچا رکھا تھا تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ اس کی رعایا ان سے متاثر ہو کر ان پر ایمان نہ لے آئے۔

[۴۰] موسیٰ علیہ السلام خود بھی ایسا مقابلہ چاہتے تھے تاکہ عام لوگوں کے ذہنوں پر جو فرعون کے جھوٹے پروپیگنڈا کے اثرات پڑ رہے تھے وہ زائل ہو سکیں۔ اور لوگ خود حق اور باطل میں امتیاز کر سکیں۔

[۴۱] ❁ **جادوگری کا مقابلہ اور موسیٰ علیہ السلام کی دو شرطیں:۔** فرعون کا یہ چیلنج دراصل موسیٰ علیہ السلام کے دل کی آواز تھی۔ مگر ایسا کھلے میدان میں مقابلہ کرانا ان کے وسائل سے خارج تھا۔ فرعون نے چیلنج کیا تو آپ نے اسے غنیمت سمجھتے ہوئے فوراً قبول کر لیا۔ اور ساتھ دو باتیں یا شرائط اور بھی کہہ ڈالیں۔ ایک تو یہ مقابلہ صرف کھلے میدان میں ہی نہیں بلکہ سالانہ جشن کے دن ہونا چاہئے۔ جبکہ لوگ ہر طرف سے کھنچ کر دارالسلطنت میں میلہ دیکھنے آتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس مقابلہ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا
تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ
اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا
بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا

اور لوگ چاشت کے وقت جمع ہوں" (۵۹) چنانچہ فرعون لوٹ گیا اور اپنے سارے ہتھکنڈے [۴۲] جمع کئے اور مقابلہ پر
آ گیا۔ (۶۰) اس وقت موسیٰ نے لوگوں سے کہا: "تم پر افسوس! اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں نہ لگاؤ ورنہ وہ عذاب سے تمہیں
غارت کر دے گا۔ کیونکہ جس نے بھی جھوٹ [۴۳] گھڑا، ناکام ہی رہا۔ (۶۱) پھر اس معاملہ میں وہ (آل فرعون) آپس
میں جھگڑنے لگے اور خفیہ [۴۴] مشورہ کرنے لگے۔ (۶۲) آخر کچھ لوگوں نے کہا: "یہ دونوں جادوگر ہیں اور چاہتے یہ
ہیں کہ جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے مثالی طریقِ زندگی کو ختم کر دیں۔ (۶۳) لہٰذا اپنی
سب تدبیریں اکٹھی کر لو اور متحد ہو کر مقابلہ میں آؤ اور سمجھ لو کہ جو آج غالب رہا وہ جیت گیا" (۶۴) پھر (موسیٰ سے)

دیکھ سکیں۔ اور دوسرے یہ کہ یہ مقابلہ دن کی صاف روشنی میں چاشت کے وقت ہونا چاہئے تاکہ لوگوں کو اس مقابلہ کے دیکھنے اور اس سے نتیجہ اخذ کرنے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے۔

[۴۲] یہ مقابلہ صرف جادوگروں کی ہار جیت کا مسئلہ نہ تھا بلکہ دراصل یہ مسئلہ فرعون کے برسر اقتدار رہنے یا نہ رہنے کا تھا۔ لہٰذا ملک بھر کے ماہر جادوگروں کو اکٹھا کرنے کے لئے اس نے اپنے مقدور بھر جتن کر لئے اور وعدہ کے دن فرعون ان جادوگروں اور اپنے لاؤ لشکر سمیت میدان مقابلہ میں بروقت پہنچ گیا۔ اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کا بھائی بھی بروقت پہنچ گئے۔

[۴۳] ۞ **مقابلہ سے پہلے فرعونیوں کو موسیٰ علیہ السلام کی تنبیہ:۔** موسیٰ علیہ السلام نے اکابرین قوم فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بار پھر تنبیہ کی اور فرمایا: شامت کے مارو! اب بھی سمجھ جاؤ اور معجزہ کو جادو نہ بتاؤ۔ جب کہ تم حقیقت کو پوری طرح سمجھ چکے ہو تو دوسروں کی آنکھوں میں دھول نہ ڈالو۔ اور جو شخص حق کو سمجھ لینے کے بعد اس کا انکار کرے گا اللہ اسے اپنے عذاب سے دوچار کر دے گا۔ تمہارا جھوٹا پروپیگنڈا جھوٹ ہی ثابت ہوگا اور جھوٹ کبھی تادیر چل نہیں سکتا۔

[۴۴] ۞ **اکابرین فرعون میں اختلاف:۔** اکابرینِ قوم فرعون پر آپ کی نصیحت کا خاصا اثر ہوا اور وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ ایک فریق کہتا تھا کہ ان پیغمبروں کا مقابلہ کرنا اپنی شکست کو دعوت دینا ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ ابھی اس مقابلہ کو ملتوی کر دیا جائے جبکہ مقابلہ کے دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ اس حال میں یہ اکابرین علیحدہ چلے گئے اور سر جوڑ بیٹھے تاکہ کسی ایک فیصلہ پر اتفاق رائے ہو جائے۔ اس مشورہ میں ماہر جادوگروں کو بھی شریک کیا گیا ان میں سے بعض کہنے لگے کہ ایسے نورانی چہرے جادوگر نہیں ہو سکتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ
يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ
الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾

کہنے لگے: ''موسیٰ تم ڈالتے ہو یا پہلے ہم ڈالیں؟[۴۶]'' (۶۵) موسیٰ نے کہا: ''تم ہی ڈالو'' پھر ان کے جادو کے اثر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگی ہیں۔ (۶۶) یہ دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں[۴۷] ڈر گئے۔ (۶۷) ہم نے (وحی کے ذریعہ) اسے کہا: ڈرو مت، غالب تم ہی رہو گے (۶۸) جو کچھ تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے اسے پھینک دو جو کچھ ان جادوگروں نے بنا رکھا ہے وہ سب کچھ ہڑپ کر جائے گا[۴۸]۔ انہوں نے تو صرف جادو کی فریب کاری ہی بنائی ہے اور جادوگر جہاں بھی (حقیقت کے مقابلہ میں) آئے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ (۶۹)

[۴۵] ❁ فرعونیوں کے خفیہ مشورے اور مقابلہ کے وقت متحد رہنے کی تلقین:۔ اس علیحدہ مجلس میں ان لوگوں نے، جو جادوگروں کو اکٹھا کرنے میں پیش پیش تھے، اس بات پر زور دیا کہ اب اختلاف کرنے کا موقع نہیں رہا۔ اب تو سب کو اس مقابلہ کے انعقاد پر متفق ہونا ہی بہتر ہے۔ مقابلہ نہ کرنا یا اسے ملتوی کرنا دونوں باتیں ہمارے لئے نقصان دہ اور ہماری شکست کے مترادف ہیں۔ کچھ دوسروں نے کہا کہ اگر تم نے مقابلہ نہ کیا یا تم ہار گئے تو سمجھ لو کہ تمہاری شامت آ جائے گی۔ حکومت تم سے چھن جائے گی۔ بنی اسرائیل کے تم غلام بن جاؤ گے۔ پھر جو سلوک وہ چاہیں تم سے کریں تمہیں اس ملک میں رہنے بھی دیں یا نکال باہر کریں۔ تم انہیں کے رحم و کرم پر ہو گے۔ تمہاری یہ تہذیب اور تمدن، تمہاری یہ ثقافت اور عیش و طرب کی محفلیں ایسی سب چیزوں کا جنازہ نکل جائے گا۔ لہٰذا اب صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو اور جادوگروں کی خوب حوصلہ افزائی کرو اور یہ سمجھ لو کہ آج کا دن شعبدہ بازی کے مقابلے کا دن نہیں بلکہ تمہاری ہار جیت کا دن ہے۔ جو ہار گیا سو مارا گیا اور جو جیت گیا بالآخر اسی کا بول بالا ہوگا۔

[۴۶] ❁ مقابلہ میں جادوگروں کی پہل:۔ اس اتحاد کے بعد جادوگر میدان مقابلہ میں آ گئے اور موسیٰ سے کہنے لگے: پہلے تم اپنا شعبدہ دکھاؤ گے یا ہم پہل کریں؟'' انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ استفسار از راہ تکریم کیا تھا جیسا کہ مقابلہ میں اکثر یہ دستور چلتا ہے۔ اس کا جواب موسیٰ نے یہ دیا کہ پہلے تم ہی اپنے شعبدے دکھاؤ۔ ان کا یہ جواب از راہ تکریم نہیں تھا۔ کیونکہ جادوگر کوئی قابل عزت شے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس لئے تھا کہ حق نکھر کر سامنے آ جائے۔ باطل اپنا جتنا زور لگا سکتا ہے لگا لے پھر اگر اس کے بعد حق اس پر غالب آ گیا تو سب لوگ حقیقت کو جان لیں گے۔

[۴۷] ❁ بذریعہ وحی کامیابی کی بشارت:۔ قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر ہے کہ جادوگروں نے بہت بڑا جادو پیش کیا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں ان جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں لوگوں کے سامنے سانپوں کی طرح حرکت کر رہی تھیں اور ایسے سانپوں سے میدان مقابلہ بھر گیا تھا۔ ان سانپوں نے لوگوں کو دہشت زدہ کر دیا تھا اور فرعون اور اس کے خاص درباری ان جادوگروں کے کارنامے پر دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے اور ان کی داد دے رہے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام خود بھی دل میں ڈرنے لگے تھے کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ بشارت بھی سنا دی کہ تم ہی کامیاب رہو گے۔

[۴۸] ❁ شعبدہ بازی کا اہلاک:۔ بس تم اتنا کام کرو کہ اس میدان میں اپنا عصا پھینک دو۔ یہ عصا ایک بہت بڑا اژدھا بن کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ
لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ
جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ

چنانچہ (یہ منظر دیکھ کر) جادوگر بے ساختہ سجدہ میں گر پڑے۔ کہنے لگے: ''ہم ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر ایمان [۴۹] لے آئے'' (۷۰) فرعون بول اٹھا: ''تم میری اجازت کے بغیر ہی اس پر ایمان لے آئے، یقیناً موسیٰ تمہارا بڑا گرو ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا [۵۰] ہے۔ اب میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں میں کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں میں تمہیں سولی چڑھاؤں گا اور تمہیں خوب معلوم ہو جائے گا کہ ہم دونوں (میں اور موسیٰ) میں سے کس کی سزا شدید تر اور دیرپا ہے'' (۷۱)

جادوگر کہنے لگے: ''جس ذات نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جو کچھ ہمارے پاس واضح دلائل آ چکے ہیں ان پر ہم تجھے

ان سب نقلی اور مصنوعی سانپوں کو ہڑپ کر جائے گا اور اس میدان میں اس اژدھا کے سوا کوئی چیز نہ رہ جائے گی۔ جادوگروں کی شعبدہ بازیاں، ان کی لاٹھیاں اور رسیاں کسی چیز کا وجود تک باقی نہ رہے گا۔ وجہ یہ ہے کہ بعض علماء نے تلقف ما صنعوا کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ عصا سے بنا ہوا اژدھا جس طرف رخ کرتا اور جہاں جہاں پہنچتا وہاں سے شعبدہ کا اثر ختم ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ آخر میں جادوگروں کی وہ لاٹھیاں اور رسیاں ہی میدان میں رہ گئیں۔ جو جادوگر اپنے ساتھ لائے تھے۔ ہمارے خیال میں یہ دوسری توجیہ درست نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ تلقف کا معنی نگل جانا یا نوالہ بنا لینا تو لغوی لحاظ سے درست ہے لیکن یہ لفظ باطل کرنے یا بنانے کے معنوں میں نہیں آتا۔

[۴۹] جادوگروں کا ایمان لانا:۔ جادوگروں نے غالباً پہلے سیدنا موسیٰ کے عصا کو اژدھا بنتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ انہیں بس اتنا ہی بتایا گیا تھا کہ ایک شخص جادو کے زور سے اپنی لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہے اور تمہیں اس کا مقابلہ کرنا ہے اور جادوگروں نے جب بچشم خود یہ دیکھ لیا کہ عصا سے بنا ہوا اژدھا ان کے بنے ہوئے سانپوں کو نگل بھی گیا ہے تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ بات جادو کے علم کی بساط سے باہر ہے۔ اور موسیٰ و ہارون جادوگر نہیں بلکہ فی الواقع اللہ کے رسول ہیں اور جب ان پیغمبروں نے فتح کی خوشی میں اللہ کے سامنے سجدہ شکر ادا کیا تو جادوگر بھی بے اختیار ان کے ساتھ سجدہ ریز ہو گئے اور بھری مجلس میں ان رسولوں پر اپنے ایمان لانے کا اعلان بھی کر دیا (معجزہ اور جادو کے فرق کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۱۳ کا حاشیہ)

[۵۰] فرعون نے ایمان لانے والے جادوگروں کو اتنی سخت دھمکی کیوں دی؟ ایک تو فرعون اور اس کے حواری مقابلہ کے میدان میں مات کھا چکے تھے جسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے بچشم خود دیکھ لیا تھا۔ دوسرے یہ ستم ہوا کہ جن جادوگروں کے بل بوتے پر یہ مقابلہ رچایا گیا تھا وہ کوئی عذر معذرت کرنے کے بجائے خود ایمان لے آئے تو اس دوہری شکست نے فرعون کو سیخ پا کر دیا۔ اور لوگوں کو مزید کچھ عرصہ کے لئے الو بنائے رکھنے اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے بچائے رکھنے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ ان جادوگروں کو ہی غدار اور جاسوس قرار دیا جائے اور اعلان کر دیا کہ فی الواقع یہ جادوگر موسیٰ کے شاگرد معلوم ہوتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۷۲ۭ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۷۳ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝۷۴ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ

کبھی ترجیح نہیں دے سکتے۔ لہٰذا جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر لے۔ تو تو بس اس دنیا کی زندگی کا ہی خاتمہ کر سکتا ہے[۵۱]۔ (۷۲) بلاشبہ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے اور وہ جادو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کر دیا تھا۔ اور اللہ ہی بہتر اور سدا باقی رہنے والا ہے" (۷۳) بات یہ ہے[۵۲] کہ جو شخص مجرم بن کر اپنے پروردگار کے پاس آئے گا اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا[۵۳] اور نہ جئے گا۔ (۷۴) اور جو مومن بن کر آئے اور اس نے اعمال بھی

ہیں اور ان دونوں کا مشن ایک ہی تھا۔ تبھی تو جادوگروں نے فوراً گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔ لہٰذا اے جادوگرو! میں تمہیں ایسی اور ایسی سزا دوں گا جسے تمہاری نسلیں بھی یاد رکھیں گی اور تمہیں موسیٰ پر ایمان لانے کا انجام خوب معلوم ہو جائے گا۔ تم ایمان لا کر یہ سمجھ رہے ہو کہ تم ہی نجات پانے والے ہو اور دوسرے لوگ جو موسیٰ پر ایمان نہیں لائے وہ ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے سو ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا عذاب سخت اور تادیر رہنے والا ہے۔

[۵۱] جادوگروں کی جرأت ایمانی: اس سزا کے اعلان پر جادوگر فرعون سے بڑی جرأت سے کہنے لگے: تم جو چاہے سمجھو ہم نے تو وہی بات کہی ہے جس کی ہمارے ضمیر نے شہادت دی ہے۔ ہم سب کچھ سمجھ سوچ کر ایمان لائے ہیں۔ لہٰذا اب تم جو سزا دینا چاہو دے لو۔ زیادہ سے زیادہ تم یہی کچھ کر سکتے ہو کہ ہمیں جان سے مار ڈالو گے، اور اس بات کی اب ہمیں پروا نہیں رہی۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری سابقہ خطائیں معاف فرما دے اور بالخصوص اس گناہ کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا اور ہم ان پیغمبروں کے مقابلہ پر اتر آئے۔ کہتے ہیں کہ جب جادوگروں نے سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون کی شکل و صورت دیکھی تو سمجھ گئے کہ یہ جادوگر نہیں ہو سکتے یہ مقابلہ نہ کرنا چاہئے پھر فرعون کے ڈر سے ایسا کیا۔

یہ ہے ایمان اور کفر کا فرق۔ یہی جادوگر مقابلہ سے پہلے فرعون کے سامنے جی حضور، جی حضور کہتے تھکتے نہ تھے۔ کہ فتح ہونے کی صورت میں اس سے انعام و اکرام ملنے کی التجا بھی کر رہے تھے اور فرعون انہیں ایسے وعدے بھی دے رہا تھا مگر جب ایمان لے آئے تو اسی جابر بادشاہ کے سامنے اکڑ کر اس جرأت سے بات کرتے ہیں کہ اگر وہ سولی چڑھا دینے کی دھمکیاں دیتا ہے تو اس کی پروا تک نہیں کرتے۔

[۵۲] ایمان لانے والے جادوگروں کا بیان ختم ہو کر اب یہ آیت اور اس سے اگلی دو آیات اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جن میں ساتھ ہی ساتھ تذکیر و نصائح اور ارشادات کا سلسلہ بھی حسب دستور چل رہا ہے۔

[۵۳] دنیا کی تکلیفیں خواہ کس قدر زیادہ اور سخت ہوں موت ان سب کا خاتمہ کر دیتی ہے اور دوزخ میں کافر کو سب سے بڑی جو سزا ملے گی وہ یہ ہوگی کہ اسے موت نہیں آئے گی۔ وہ موت کو ایسی مصیبت کی زندگی پر ترجیح دے گا اور اس کا مطالبہ بھی کرے گا مگر اسے موت نصیب نہ ہوگی۔ اور زندگی موت سے بھی بدتر ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَ

۳ ع ۲۲ ۱۲ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ڏ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ

طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ

نیک کئے ہوں تو ایسے ہی لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں۔(۷۵) (اور) سدا بہار باغات جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اس شخص کے لئے جزا ہے جو (گناہوں سے) پاک [۵۴] رہا۔(۷۶) اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ "میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ۔ پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بناؤ۔ تمہیں نہ تو تعاقب کا خوف ہو اور نہ (ڈوب جانے کا) ڈر ہو" (۷۷) پھر فرعون نے اپنے لاؤ لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا تو سمندر نے انہیں یوں ڈھانپ لیا [۵۵]

[۵۴] یعنی فاسد عقائد سے، اخلاق رذیلہ سے، گندے خیالات سے اور برے اعمال سے اپنے آپ کو بچائے رکھا۔ ایمان لانے کے بعد اچھے عمل کرتے رہے، انہیں نعمتوں والی جنت میں بلند درجات عطا کئے جائیں گے۔

[۵۵] **سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کی بحر احمر کے ساحلی راستے سے شام و فلسطین کو ہجرت:۔** اس مقام پر جادوگروں کے مقابلہ کے بعد پھر بہت سے واقعات چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ دریں عرصہ آپ کی تبلیغ سے بہت سے اسرائیلی اور غیر اسرائیلی آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ لیکن ان ایمان لانے والوں کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ بالخصوص بنی اسرائیل کے لئے تو وہی سزا شروع ہو چکی تھی جو موجودہ دور کے فرعون کے باپ نے اپنے دور میں بنی اسرائیل کو دی تھی۔ یعنی بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکے پیدا ہوں فوراً مار ڈالے جائیں اور لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔ اگرچہ باپ اور بیٹے دونوں کے مقاصد میں فرق تھا۔ باپ یہ چاہتا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے میری سلطنت کو زیر و زبر کرنے والا بچہ پیدا ہوتے ہی مار ڈالا جائے اور بیٹے کا مقصد یہ تھا کہ موسیٰ اور ہارون جو بنی اسرائیل کی آزادی کا اور ہمراہی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ تو ان کی نسل ہی ختم کر دو تا کہ اس مطالبہ کی نوبت ہی نہ آئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ارادے پورے ہو کے رہتے ہیں اور وہ خود ہی ان کے لئے راہ بتا دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ آج میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ۔ آپ نے دار السلطنت کے مختلف مقامات میں بکھرے ہوئے ایمان لانے والوں کو انتہائی خفیہ طریقہ سے اطلاع کر دی۔ ان میں غیر اسرائیلی بھی شامل تھے۔ اگرچہ تھوڑے سے تھے اور ایک مخصوص مقام بتا دیا گیا کہ رات کے فلاں وقت فلاں مقام پر سب لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ وہاں سے ہجرت کر کے آپ شام و فلسطین کی طرف جانا چاہتے تھے۔ جو بنی اسرائیل کا آبائی وطن تھا وہ سیدنا یوسفؑ کے زمانہ میں یہاں آ کر آباد ہوئے تھے اور اس دور تک ان کی نسل کے افراد ایک لاکھ سے بہت زیادہ ہو چکے تھے۔ سیدنا موسیٰ نے اس قافلہ کو لے کر بحر احمر کا رخ اختیار کیا۔ ان دنوں نہر سویز موجود نہیں تھی اور آپ کا ارادہ یہ تھا کہ بحر احمر کے کنارے کنارے چل کر جزیرہ نمائے سینا میں داخل ہو جائیں گے۔

فرعونیوں کا تعاقب:۔ ابھی اس سمندر کے کنارے کنارے ہی جا رہے تھے کہ فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت ان کے تعاقب میں سر پر آ پہنچا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ سامنے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ ہر طرف موت نظر آ رہی تھی۔ بنی اسرائیل یہ صورت حال دیکھ کر سخت گھبرا گئے اور کہنے لگے: "موسیٰ! ہم تو مارے گئے" اس وقت اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ پر وحی نازل فرمائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ﴿٧٩﴾ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ﴿٨٠﴾ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ﴿٨١﴾ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴿٨٢﴾

جیسے ڈھانپنے کا حق تھا۔(۷۸) اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا، سیدھی راہ [۵۶] نہ دکھائی۔(۷۹) اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور طور کی دائیں جانب تمہیں (کتاب دینے کا) وعدہ دیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔(۸۰) (اور کہا کہ) ہم نے جو پاکیزہ چیزوں کا تمہیں رزق دیا ہے اس سے کھاؤ اور کھا کر سرکشی [۵۷] نہ کرو۔ ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ تو گر کر ہی رہا۔(۸۱) اور جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے، اچھے عمل کرے اور راہ راست پر گامزن رہے تو اس سے میں یقیناً بہت درگزر کرنے والا ہوں۔(۸۲)

کہ اپنا وہی سانپ بن جانے والا عصا سمندر کے پانی پر مارو۔ عصا کو پانی پر مارنا تھا کہ سمندر میں کشادہ سڑک بن گئی۔ پانی کی ایک دیوار ایک طرف کھڑی تھی اور دوسری طرف اللہ نے ہواؤں کو حکم دیا جس سے نچلی زمین خشک ہوگئی اور اس سڑک کے راستہ سے بنی اسرائیل اس سمندر کو عبور کر گئے۔

❁ فرعونیوں کی غرقابی:۔ یہ لوگ ابھی دوسرے کنارے پر پہنچے ہی تھے کہ فرعون کا لشکر بھی کنارے پر پہنچ گیا۔ اس نے کھلا راستہ دیکھا تو فوراً اپنے گھوڑے اس میں ڈال دیئے۔ بنی اسرائیل دوسرے کنارے کھڑے یہ سب صورت حال دیکھ رہے تھے۔ اور سخت دہشت زدہ تھے۔ جب فرعون کا لشکر عین وسط میں پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو رواں ہونے کا حکم دے دیا۔ پانی بڑے زور سے غراتا ہوا بہہ نکلا۔ اب فرعون اور فرعونیوں کو اپنی موت نظر آنے لگی تو فرعون فوراً پکار اٹھا کہ ''میں بنی اسرائیل کے رب پر ایمان لاتا ہوں'' مگر اب ایمان لانے کا وقت گزر چکا تھا۔ اس طرح فرعون کا یہ سارا عظیم الشان لشکر اس سمندر کی تہہ میں ڈوب گیا اور اوپر سے سمندر اپنی پوری روانی سے بہنے لگا اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل پر بیک وقت تین احسان فرمائے (۱) فرعونیوں سے نجات، (۲) سر پر کھڑی موت کے بعد زندگی، (۳) دشمن کی مکمل طور پر ہلاکت۔ اور یہ واقعہ ۱۰ محرم کو پیش آیا تھا۔

[۵۶] اپنی قوم کے سامنے فرعون کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں تمہیں سیدھی راہ دکھاتا ہوں۔ مگر وہ سیدھی نہ تھی بلکہ گمراہی کی تھی اور ظاہری طور پر بھی وہ قوم کے آگے چلا تو انہیں سمندر میں لا ڈبویا اور قیامت کو بھی اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا تو انہیں جہنم میں جا داخل کرے گا۔

[۵۷] ❁ میدان تیہ میں بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات:۔ یہاں پھر کئی تفصیلات کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے، جو دوسرے مقامات پر موجود ہے۔ مثلاً اسی سفر میں بنی اسرائیل نے ایک مندر میں بعض لوگوں کو بت پوجتے دیکھا تو کہنے لگے۔ موسیٰ! ہمیں بھی اس طرح کا ایک الٰہ یعنی محسوس خدا کا مجسمہ بنا دو۔ جس پر موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ڈانٹ پلائی۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اس سفر ہجرت کا مقصد بتایا کہ تمہیں اپنے آبائی وطن کو غیروں کے قبضہ سے آزاد کرانا اور خود وہاں آباد ہونا ہے تو کہنے لگے! موسیٰ! وہاں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمۡ اُولَاۗءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾

اور اے موسیٰ! ''کون سی چیز تمہیں اپنی قوم سے پہلے یہاں لے آئی؟'' (۸۳) موسیٰ نے عرض کیا: ''وہ لوگ بھی میرے پیچھے آ ہی رہے ہیں اور میں نے آپ کے حضور آنے میں اس لئے جلدی کی تا کہ آپ مجھ سے [۵۸] خوش ہو جائیں'' (۸۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری [۵۹] نے گمراہ کر دیا ہے'' (۸۵)

بڑے طاقتور اور جنگجو قسم کے لوگ آباد ہیں۔ ہم ان سے جنگ نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم داخل ہو سکتے ہیں یا پھر تم اور تمہارا رب جا کر ان سے جنگ کرو۔ ہم میں اتنی ہمت نہیں۔ ان کی اس بزدلانہ حرکت کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا کے طور پر یہ حکم دیا کہ اب تم یہیں اسی میدان میں چالیس سال تک بھٹکتے پھرو۔ جس سے مقصد ان کی بزدلی کا علاج اور ان میں جرأت پیدا کرنا تھا۔ ایک تو جنگل کی زندگی ویسے ہی دلیر بنا دیتی ہے۔ دوسرے بڑے بوڑھے سب بزدل اتنے عرصہ میں مرکھپ جائیں گے اور جو نئی نسل پیدا ہوگی وہ غلامی کے بجائے آزادانہ فضا میں پرورش پائے گی وہ جرأت مند پیدا ہوگی۔

اس بیابان میں نہ رہنے کو مکان تھے اور نہ کوئی چیز کھانے کو ملتی یا پیدا ہوتی تھی نہ کہیں پانی کے چشمے یا گھاٹ تھے پھر یہ بنی اسرائیل بھی لاکھ سے زائد نفوس پر مشتمل تھے۔ اللہ نے بنی اسرائیل کے ان مسائل کا حل ایسے معجزانہ انداز میں فرمایا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ دھوپ کے وقت بادل سائبان کی طرح ان پر چھا جاتے مگر برستے نہیں تھے۔ اور رات کو غائب ہو جاتے۔ اسی میدان میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے کو من وسلویٰ نازل فرمایا اور پانی کے بارہ چشمے جاری کر دیئے۔ ان واقعات کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ یہ سب نعمتیں عطا کرنے کے بعد اللہ نے انہیں حکم دیا کہ اب نہ زیادتی کرنا اور نہ سرکشی۔ زیادتی یہ تھی کہ ذخیرہ اندوزی کر کے دوسرے لوگوں کو ان کے حق سے محروم نہ بنا دینا اور سرکشی نہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کی ان نعمتوں کے ملنے پر اس کا شکر ادا کرتے رہنا اور اس کے عبادت گزار اور فرمانبردار بندے بن کر رہنا اور اگر اب بھی تم نے سرکشی کا راستہ اختیار کیا تو یاد رکھو کہ پھر تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا جو تمہیں تباہ و برباد کر دے گا۔

[۵۸] سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اپنے ہمراہیوں سے پہلے طور پر پہنچ جانا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ کوہ طور کے دامن میں پہنچ کر چالیس راتیں وہاں بسر کرنا تو تمہیں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے کتاب تورات عطا کی جائے گی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے ستر آدمی اپنے ہمراہ لئے اور طور کی جانب روانہ ہو گئے۔ لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور ہم کلامی کا کچھ اتنا زیادہ اشتیاق تھا کہ آپ اپنے ہمراہیوں کو پیچھے چھوڑ کر سب سے پہلے منزلِ مقصود پر جا پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ ''تمہیں اتنی کیا جلدی تھی کہ اپنے ہمراہیوں کو پیچھے چھوڑ کر پہلے ہی یہاں آ پہنچے؟'' عرض کیا وہ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے یہاں پہنچ ہی رہے ہیں اور مجھے تیری ملاقات کا اشتیاق ان سے پہلے یہاں کھینچ لایا ہے۔ پھر اسی موقعہ پر آپ نے اپنے پروردگار سے درخواست کی تھی کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنا آپ دکھا دے اور یہ واقعہ سورۂ بقرہ میں پوری تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

[۵۹] بنی اسرائیل کی گئوسالہ پرستی اور لفظ السامری کی تحقیق:۔ جب آپ کوہِ طور پر عبادت میں مصروف تھے اور اس انتظار میں تھے کہ چالیس دن پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ کتاب ہدایت عطا فرمائیں تو اسی دوران آپ کی قوم نے آپ کے بعد پھر سے بچھڑے کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ
اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ
مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا
فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ڏ فَنَسِيَ

چنانچہ موسیٰ رنج کے مارے غصہ سے بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور ان سے کہا اے میری قوم! تم سے تمہارے پروردگار نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا؟ کیا یہ زمانہ تم پر لمبا ہو گیا تھا یا تم یہ چاہتے تھے کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب [٦٠] نازل ہو۔ لہٰذا تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کی؟" (٨٦) وہ کہنے لگے: ہم نے کچھ اپنے اختیار سے آپ سے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ (قبطی) قوم کے زیورات ہم پر لاد دیئے گئے تھے جنہیں ہم نے (آگ میں) ڈال دیا۔ پھر اسی طرح سامری نے بھی زیور (آگ میں) ڈال دیا۔ (٨٧) پھر وہ اس (ڈھلے ہوئے سونے سے) ایک بچھڑے کا جسم بنا لایا جس سے بیل کی سی [٦١] آواز نکلتی تھی وہ لوگ کہنے لگے تمہارا اور موسیٰ کا الٰہ تو یہی ہے،

عبادت شروع کر دی۔ سامری نے ان کے لئے ایک بچھڑا تیار کیا اور یہ لوگ اس کی پوجا پاٹ میں لگ گئے۔

اس واقعہ کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہیں کوہ طور پر دے دی۔ آپ کو اس اطلاع سے اپنی قوم پر غصہ تو بہت آیا مگر وہاں کا قیام بھی انتہائی ضروری تھا۔ لہٰذا آپ اپنے نفس پر جبر کر کے معینہ مدت تک وہیں رکے رہے۔

لفظ السامری سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اس شخص کا اصلی نام نہیں تھا بلکہ کوئی خاص سامری شخص تھا۔ جیسا کہ پہلے تعریف کا ال موجود ہے۔ دوسرے آخر میں یائے نسبتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سامریا تو اس کے وطن کا نام تھا یا پھر سامر یا سمر اس کے کسی جد امجد کا نام تھا۔ جیسا کہ عرب میں اس کا عام دستور ہے۔

[٦٠] طور سے واپسی پر سیدنا موسیٰ کے بنی اسرائیل سے تین سوال:۔ موسیٰ علیہ السلام کتاب تورات لے کر جب واپس آئے تو سخت غضب ناک تھے۔ آپ نے آتے ہی اپنی قوم سے پے در پے تین سوال کئے۔ ایک یہ کہ اللہ نے جو تمہاری ہدایت کے لئے کتاب دینے کا وعدہ فرمایا تھا تو یہ گمراہی کی راہ تم نے از خود کیوں اختیار کی؟ کیا تمہیں اللہ کی ہدایت پسند نہیں تھی؟ دوسرا سوال یہ تھا کہ اللہ نے جتنی مدت بعد کتاب دینے کا وعدہ کیا تھا، کیا اسمیں کچھ تاخیر ہو گئی تھی، یا اس وعدہ کو طویل مدت گزر چکی تھی اور تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے تھے پتہ نہیں کہ اللہ سے کب ہدایت آتی ہے یا آتی بھی ہے یا نہیں اس بنا پر تم نے خود ہی اپنے لئے ایک راہ تجویز کر لی اور اگر یہ دونوں درست نہیں تو پھر کیا تم ایسے شرکیہ کام کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دینا چاہتے ہو؟ یہ گئو سالہ پرستی کا مرض ابھی تک تمہارے دلوں سے نکلا نہیں؟

[٦١] قوم کا گئو سالہ پرستی پر عذر لنگ:۔ قوم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے سوالوں کا یہ جواب دیا کہ ہم نے عمداً کچھ ایسا قصد نہیں کیا تھا بلکہ ہوا یہ تھا کہ اس طویل سفر میں زیورات کا بوجھ ہمارے لئے ناقابل برداشت بن گیا تھا لہٰذا ہم چاہتے تھے کہ بجائے اس کے کہ ہمارے سب افراد یہ بوجھ اٹھائے رکھیں انہیں کیوں نہ اکٹھا کر کے پگھلا کر اس کی اینٹیں بنا لی جائیں تاکہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ
هَارُونُ مِنْ قَبْلُ يَا قَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ ۖ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَٰنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ﴿٩٠﴾ قَالُوا
لَنْ نَبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ﴿٩١﴾ قَالَ يَا هَارُونُ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ

موسیٰ تو بھول گیا (جو طور پر چلا گیا) (۸۸) کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ نہ تو وہ ان کی بات کا جواب دیتا ہے[۶۲] اور نہ ہی ان کے نفع و نقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔ (۸۹) اور اس سے پیشتر ہارون انہیں یہ کہہ چکے تھے کہ "اس (بچھڑے کے جسم) سے تمہاری آزمائش کی جا رہی ہے۔ بلاشبہ تمہارا پروردگار رحمٰن ہی ہے لہٰذا میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ (۹۰) وہ کہنے لگے: جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس نہیں آ جاتا، ہم تو اسی کی پرستش کرتے رہیں[۶۳] گے" (۹۱) (جب موسیٰ واپس آئے تو ہارون سے کہا) "ہارون! جب تم انہیں گمراہ ہوتے دیکھ رہے تھے تو انہیں منع کرنے سے

کی نقل و حرکت میں آسانی ہو جائے اور دوسرے سامان کے ساتھ گدھوں اور بیلوں پر لادا جا سکے۔

اور اس میں ہر ایک کے زیور کی مقدار الگ الگ لکھ لی جائے اور جب کہیں مقیم ہوں گے تو اپنے اپنے حصہ کا سونا پھر سے بانٹ کر زیور بنوائے جا سکتے ہیں۔ اس خیال سے ہم سب لوگوں نے اپنے اپنے زیور اتار پھینکے اور اسی طرح سامری نے بھی اپنا زیور اس مجموعہ میں شامل کر دیا۔ سونے کو پگھلانے کا کام سامری کے ذمہ تھا۔ اس نے یہ شرارت کی کہ بجائے اس کے زیورات کو پگھلا کر سونے کی اینٹیں بناتا، اس کو بچھڑے کی شکل دے دی۔ پھر کچھ ایسا کرتب دکھایا کہ اس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلتی تھی اور کہنے لگا کہ حقیقتاً تو یہی تمہارا الٰہ ہے۔ جو سونا پگھلانے پر آپ سے آپ اس شکل میں نمودار ہو گیا ہے۔ یہ لوگ مصر میں چونکہ بڑی مدت تک فرعونیوں کی دیکھا دیکھی بیل کی پرستش کرتے رہے تھے اور ابھی تک ان کے ذہن پوری طرح صاف نہیں ہوئے تھے لہٰذا جاہل عوام نے فوراً سامری کی آواز پر لبیک کہی اور کہنے لگے کہ اصل میں ہمارا اور موسیٰ کا بھی الٰہ تو یہ تھا۔ موسیٰ پتا نہیں طور پر کیا لینے گیا ہے؟ چنانچہ یہ معاملہ ہمارے اختیار سے باہر ہو گیا اور اکثریت کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی یہی راہ اختیار کرنا پڑی۔

[۶۲] یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یعنی ان بدبختوں کو اتنی بھی سمجھ نہ آئی کہ اگر اس میں سے بچھڑے کی سی آواز نکلتی بھی ہے تو وہ کیا ان کے سوال کا جواب دے سکتا ہے؟ بلکہ وہ تو سنتا بھی نہیں پھر جواب کیا دے گا؟ اور جو چیز نہ سن سکے نہ جواب دے سکے وہ کسی کا کیا بگاڑ سکتی ہے یا سنوار سکتی ہے؟ نیز وہ الٰہ کیسے ہو سکتی ہے؟

[۶۳] ❁ گئوسالہ پرستوں کی سیدنا ہارون کو دھمکی:۔ جب یہ لوگ گئوسالہ پرستی میں مبتلا ہونے لگے تو ہارون علیہ السلام نے بروقت ان کو تنبیہ کی تھی۔ یہ بچھڑا قطعاً تمہارا الٰہ نہیں ہے، تمہارا الٰہ صرف وہی ذات ہو سکتی ہے جو تمہارا خالق و مالک اور تمہارا پروردگار ہے۔ لہٰذا اس گئوسالہ پرستی سے باز آؤ اور میری بات مان لو اور سامری کے فریب میں نہ آؤ مگر یہ مدتوں سے بگڑی ہوئی قوم بھلا سیدنا ہارون جیسے نرم مزاج آدمی کے حکم کو کیا سمجھتی تھی؟ کہنے لگے: تم آرام سے بیٹھو اور اپنی خیر مناؤ۔ موسیٰ آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ سردست ہم اس کام کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

[۶۴] ❁ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کا مکالمہ:۔ موسیٰ علیہ السلام قوم کی طرف سے یہ عذر لنگ سن کر اسی غصہ کی حالت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ
خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ
يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا
وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ

تمہیں کس بات نے روکے رکھا؟ (۹۲) کہ تم لوگ میری پیروی نہ کرو؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی [۶۴] کی؟" (۹۳) ہارون نے جواب دیا: "اے میرے ماں جائے بھائی! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو۔ مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ تم آ کر یہ نہ کہو کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ [۶۵] ڈال دی اور میری بات کا لحاظ نہ رکھا" (۹۴) پھر موسیٰ نے (سامری کی طرف متوجہ ہو کر) کہا: "بتاؤ، سامری! تمہارا کیا معاملہ ہے؟" (۹۵) سامری نے کہا: "میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں کو نظر نہ آئی۔ چنانچہ میں نے رسول کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی اٹھالی [۶۶]۔ پھر اسے (بچھڑے کے جسم میں) ڈال دیا۔ میرے نفس نے مجھے ایسا ہی سجھایا تھا" (۹۶) موسیٰ نے اسے کہا: "جاؤ" تمہارے لئے زندگی بھر یہ سزا ہے کہ (دوسروں سے) کہتے

میں اپنے بھائی ہارون کی طرف متوجہ ہوئے اور جوش غضب میں ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے اور کہنے لگے۔ میں تمہیں اپنا نائب بنا کر گیا تھا اور یہ تاکید کی تھی کہ ان لوگوں کے حالات پر کڑی نظر رکھنا تو پھر جب تم نے انہیں شرک میں مبتلا ہوتے دیکھا تو تم نے انہیں منع کیوں نہ کیا؟ آخر وہ کون سی بات تھی جو تمہارے آڑے آ گئی تھی کہ تم نے انہیں منع بھی نہ کیا؟ کیا تم میری اس تاکید کو یکسر بھول گئے تھے کہ اس بگڑی ہوئی قوم پر کڑی نظر رکھنا اور ان کی اصلاح کی پوری کوشش کرتے رہنا۔

[۶۵] سیدنا ہارون اگرچہ عمر میں بڑے تھے تاہم منصب کے لحاظ سے چھوٹے تھے۔ علاوہ ازیں سیدنا موسیٰ جلالی طبیعت کے مالک اور سخت جوش غضب میں تھے۔ لہٰذا اسی غضب سے مغلوب ہو کر سیدنا ہارون کی داڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑا تھا۔ سیدنا ہارون بڑے تحمل سے کہنے لگے کہ پہلے میری بات سن لو اور میری داڑھی پکڑ کر دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دو۔ بات یہ تھی کہ جب یہ لوگ شرک میں مبتلا ہوئے تو میں نے انہیں پوری سختی سے روکا تھا۔ لیکن چونکہ اکثریت اس شرک میں مبتلا تھی لہٰذا انہوں نے مجھے دبا لیا اور مجھے جان سے مار ڈالنے کے درپے ہو گئے تھے اور ان میں اکثر میرے دشمن بن گئے تھے۔ اب اگر میں اس معاملہ میں مزید سختی اختیار کرتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان میں خانہ جنگی چھڑ جاتی، پھر ان کی اصلاح کی کوئی بھی صورت باقی نہ رہ جاتی۔ لہٰذا مجھے بھی آپ ہی کا انتظار تھا کہ اب ان لوگوں کا کیا علاج کیا جانا چاہئے؟

[۶۶] ۞ سامری سے سوال و جواب:۔ سیدنا موسیٰ اپنی قوم سے اور پھر اپنے بھائی ہارون سے مخاطب ہونے کے بعد اب سامری سے مخاطب ہوئے اور پوچھا: بتاؤ سامری! یہ کیا معاملہ ہے؟ واضح رہے کہ قرآن نے یہاں خطب کا لفظ استعمال کیا ہے جو کسی ناگوار صورت حال کو دریافت کرنے کے لئے آتا ہے۔ نیز یہ سامری اگرچہ بظاہر سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا مگر وہ ایک منافق اور فتنہ پرداز اور ہوشیار انسان تھا جو کفر و شرک کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کھل کر مخالفت تو کر نہ سکتا تھا مگر اس تاک میں رہتا تھا کہ کوئی موقعہ ملے تو قوم کو پھر سے اپنے آبائی دین یعنی گوسالہ پرستی کی طرف لے جائے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں اسے ایسا موقعہ میسر آ گیا تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سوال پر کہنے لگا: بات یہ ہے کہ میں نے ایک ایسی چیز دیکھ لی تھی جسے دوسرے نہیں دیکھ سکتے تھے اور وہ یہ تھی کہ فرعون کی موت کے وقت جب جبریل آئے تھے تو میں نے ان کی آمد کو محسوس کر لیا تھا اور ان کے پاؤں کے نیچے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ

رہو گے کہ مجھے [۶۷] نہ چھونا اور تمہارے لیے عذاب کا ایک وقت ہے جو تجھ سے کبھی نہیں ٹل سکتا۔ اور اپنے الٰہ کی طرف تو دیکھ، جس کے آگے تو معتکف [۶۸] رہتا تھا، کہ ہم کیسے اسے جلا ڈالتے ہیں پھر اس (کی راکھ) کو کیسے دریا میں بکھیر دیتے ہیں۔ (۹۷) تمہارا الٰہ تو صرف وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے" (۹۸)

(اے نبی) اسی طرح ہم گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں۔ نیز ہم نے اپنے ہاں

مٹھی بھر مٹی اٹھالی تھی۔ جب میں نے بچھڑے کی شکل بنائی تو اس میں یہ مٹی بھر دی تھی۔ یہ اسی مٹی کی کرامت تھی کہ جب بچھڑا تیار کیا گیا تو اس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی آنے لگی اور یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا کہ میں اس مٹی کی کچھ کرامت دیکھنا چاہتا تھا۔

❁ سامری کے بیان کی حقیقت:۔ یہ تو تھا سامری کا وہ بیان جو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سوال کے جواب میں دیا۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ اس کا یہ بیان بھی فریب کاری پر مشتمل تھا۔ وہ صرف یہی نہیں چاہتا تھا کہ پھر سے بت پرستی اور گئوسالہ پرستی کو فروغ دے بلکہ حقیقتاً وہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں خود لیڈر بننا چاہتا تھا۔ آدمی ہوشیار تھا۔ سیدنا ہارون علیہ السلام کو کمزور دیکھ کر اس نے اپنی ہوشیاری سے اپنے لئے میدان ہموار کر لیا تھا۔ یعنی سامری کا اصل مقصد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنی لیڈری چمکانا تھا۔ اور اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی راہ اور اغراض و مقاصد سے اس کی راہ جداگانہ ہو لہذا اس نے قوم کو اسی پرانی گئوسالہ پرستی کی راہ پر ڈال دیا جس سے وہ پہلے ہی مانوس تھے اور اس کے دلدادہ تھے۔ اس طرح وہ فی الواقع سیدنا موسیٰ کی عدم موجودگی میں قوم کا لیڈر بن گیا تھا۔ اور یہی بات سیدنا ہارون علیہ السلام کے بیان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر سیدنا ہارون اس شرک کو روکنے میں سختی سے کام لیتے تو قوم دو دھڑوں میں بٹ جاتی اور ان میں خانہ جنگی بپا ہو جاتی پھر حالات قابو سے باہر ہو جاتے۔

بعض علماء نے یہاں رسول سے مراد خود موسیٰ علیہ السلام لئے ہیں۔ اس صورت میں یہ جواب سامری کی انتہائی مکاری پر دلالت کرتا ہے، کہ اس طرح اس نے سیدنا موسیٰ کی خوشامد کر کے انہیں بھی اپنے حق میں نرم کر لینے کی ایک کوشش کی تھی۔ قرآن کریم کے انداز سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ سامری کا یہ بیان سب اس کے اپنے مکروفریب پر مشتمل تھا۔ رہی یہ بات کہ بچھڑے میں آواز کیسے پیدا ہو گئی تھی۔ تو یہ بات بھی چنداں مشکل نہ تھی۔ جب اس بچھڑے کے کھلے ہوئے منہ سے ہوا آرپار ہوتی تو اس سے بچھڑے کی سی آواز آنے لگتی تھی۔ جیسے باجے میں منہ سے پھونک مارنے سے مختلف قسم کی آوازیں نکلنے لگتی ہیں یا جیسے برقی گھنٹی کا سوئچ دبانے سے اس سے مختلف قسم کی گھنٹیوں سے مختلف قسم کی اوازیں آتی ہیں۔ اور ان مختلف آوازوں کا تعلق باجے اور برقی گھنٹی کی اندرونی ساخت سے ہوتا ہے۔ اسی طرح سامری نے بچھڑے کے جسم کے اندر پترے اس ترتیب سے رکھ دیئے تھے کہ جب ہوا اس کے جسم سے آرپار گزرتی تو وہ آواز نکالنے لگتا تھا۔

[۶۷] ❁ سامری کی دنیا میں سزا:۔ یعنی اس کو موسیٰ علیہ السلام نے اچھوت قرار دے دیا کہ کوئی شخص اس سے کسی قسم کا بھی تعلق نہ رکھے۔ پھر اس کے لئے مزید سزا یہ تھی کہ وہ خود دوسروں سے کہتا تھا کہ مجھ سے پرے رہنا، مجھ سے بچ کر رہنا، مجھے ہاتھ نہ لگانا، میں ناپاک ہوں لہذا مجھے نہ چھونا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اگر کوئی سامری کو ہاتھ لگا تا یا اسے چھوتا تو سامری اور چھونے والے دونوں کو تپ چڑھ جاتی تھی۔ لہذا سامری اس بات پر مجبور تھا کہ دوسروں سے کہے کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا، ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے اس جرم کی سزا پوری ہو چکی بلکہ آخرت میں جو تجھے عذاب ہونے والا ہے وہ بھی کبھی ٹل نہ سکے گا۔

[۶۸] یہ تو رہا تیرا انجام اور اب ہم تیرے الٰہ کا جس کا تو دن رات مجاور بنا بیٹھا رہتا تھا، یہ حشر کرنے والے ہیں کہ اس سونے اور مٹی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾
يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ

سے آپ کو ذکر[۶۹] (قرآن) عطا کیا ہے۔(۹۹) جو شخص اس سے اعراض کرے گا وہ قیامت کے دن گناہ کا بوجھ[۷۰] اٹھائے ہوئے ہوگا۔(۱۰۰) وہ ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے اور قیامت کے دن ایسا بوجھ اٹھانا کیسا برا ہوگا۔(۱۰۱) جس دن صور[۷۱] پھونکا جائے گا ہم اس دن مجرموں کو اکٹھا کریں گے تو وہ (دہشت کے مارے) نیلگوں[۷۲] ہو رہے ہوں گے۔(۱۰۲) وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) یہی کوئی دس دن ٹھہرے ہوں گے۔(۱۰۳) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے۔ جبکہ ان میں سے بہتر رائے والا[۷۳] یہ کہے گا کہ تم تو بس

کے بت کے ہم پہلے ٹکڑے ٹکڑے کریں گے پھر ان کو جلا کر راکھ بنا دیں گے۔ اور پھر اس راکھ کو دریا میں پھینک دیں گے تاکہ تجھے اور پیروکاروں سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو خدا اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتا وہ دوسرے کا کیا سنوار سکتا ہے یا بگاڑ سکتا ہے؟

[۶۹] اس سورۃ کا آغاز بھی ذکر سے کیا گیا تھا۔ یعنی ہم نے یہ ذکر اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ یہ تو ڈرنے والوں کے لئے یاددہانی ہے۔ یہاں اسی اصل موضوع کی طرف عود کیا گیا ہے۔ جو کہ نوع انسان کی ہدایت ہے۔ درمیان میں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا تو اس میں بھی یہی رنگ غالب نظر آتا ہے۔

[۷۰] وزر بمعنی گناہ کا بوجھ یا پاپ کی گٹھڑی۔ اب جو شخص عمر بھر نہ قرآن کے نزدیک آئے، نہ اس کی کوئی ہدایت ماننے کو تیار ہو تو لامحالہ اس کی زندگی شتر بے مہار کی طرح ہوگی جو اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں پر مشتمل ہوگی۔ لہذا اسے اپنے اعمال کا ناقابل برداشت بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ اس دنیا میں تو ایسے بوجھ کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہاں اس بوجھ کو مادی شکل دے دی جائے گی اور وہ اس بوجھ تلے پس رہا ہوگا۔

[۷۱] ❁ صور کے معنی اور اس کی ترقی یافتہ شکلیں:۔ صور کے معنی قرنا، نرسنگھا اور بوق ہے اور یہ چیزیں دور نبویؐ میں رائج تھیں۔ ضروری نہیں کہ صور کی بھی یہی شکل و صورت ہو بلکہ قرآن ایسے لفظ استعمال کرتا ہے جس سے انسانی ذہن اس اصل چیز سے قریب تر کسی چیز سے متعارف ہو۔ اسی غرض کے لئے فوج میں بگل استعمال ہوتا ہے جس سے لشکر کو اکٹھا یا منتشر کیا جاتا ہے۔ ہوائی حملہ کے خطرہ کے دوران سائرن بھی اسی سے ملتی جلتی چیز ہے۔ روزہ کو بند کرنے اور کھولنے کے وقت بھی سائرن کا استعمال ہوتا ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے بگل یا سائرن کا جواز ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ بہر حال افطاری اور سحری کے وقت بگل یا ناقوس کی بجائے اذان کہنا ہی مسنون ہے۔ سائرن سے ملتی جلتی یا اس سے بھی ترقی یافتہ شکل نفخہ صور کی ہوگی۔

[۷۲] اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ جب دہشت کے مارے آنکھیں پتھرا جاتی ہیں تو ان پر نیلگوں سفیدی غالب آ جاتی ہے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے سارا بدن ہی نیلگوں ہو جائے گا۔ یعنی دہشت کے مارے خون تو خشک ہو جائے گا اور جسم پر نیلاہٹ غالب آنے لگے گی۔

[۷۳] یہاں ٹھہرنے سے مراد دنیا کی زندگی بھی ہو سکتی ہے اور برزخ کی زندگی بھی۔ انسان کی عادت ہے کہ اسے خوشی کے لمحات قلیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى ع ۱۴
فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ

دنیا میں ایک ہی دن ٹھہرے تھے۔(۱۰۴) لوگ آپ سے پہاڑوں [۷۴] کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ قیامت کو ان کا کیا بنے گا؟) آپ ان سے کہئے کہ میرا پروردگار انہیں دھول بنا کر اڑا دے گا۔(۱۰۵) اور زمین کو ایسا صاف میدان بنا دے گا۔(۱۰۶) کہ آپ اس میں کوئی نشیب و فراز نہ دیکھیں [۷۵] گے۔(۱۰۷) اس دن لوگ پکارنے والے [۷۶] کے پیچھے چلے آئیں گے۔ کوئی اس سے انحراف نہ کر سکے گا۔ اور رحمٰن کے آگے سب آوازیں دب جائیں گی اور ہلکی سی [۷۷]

بھی نظر آتے ہیں اور قریب بھی۔ بیسیوں برس پہلے کے واقعات اسے یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے کل کی بات ہے اور قیامت کے دہشت ناک احوال دیکھ کر یہ تصور اور بھی بڑھ جائے گا کوئی اس زندگی کو ہفتہ عشرہ قرار دے گا اور جو سب سے زیادہ سمجھدار ہوگا وہ پہلے کی تردید کرتے ہوئے اس زندگی کو صرف ایک دن کی زندگی بتائے گا۔

[۷۴] یعنی نفخہ صور اول سے اگر انسان اور دوسری جاندار چیزیں مر بھی جائیں گی تو پہاڑوں جیسی سخت چیز پر اس نفخہ کا کیا اثر ہوگا؟ یہ سوال دراصل ایسے جاہلوں کی طرف سے ہی ہو سکتا ہے۔ جنہوں نے اللہ کی اس پیدا کردہ کائنات اور اس کے نظام میں کبھی غور ہی نہیں کیا، آج کے انسان کے لئے یہ ایک بالکل مہمل سوال ہے۔ اگر سیاروں کی گردش اور ان کی کشش ثقل میں معمولی سی بھی گڑبڑ ہو جائے تو پہاڑوں کا کیا ذکر ہے۔ سارے ستارے ایک دوسرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو سکتے ہیں۔ قیامت کو یہی کیفیت ہوگی اور اس وقت پہاڑوں کی دھول اڑ رہی ہوگی۔

[۷۵] ❁ نفخہ صور اول کے اثرات:۔ یعنی پہاڑوں کو پیوند خاک بنا دیا جائے، سمندروں کو پاٹ دیا جائے گا۔ زمین کے سب نشیب و فراز ختم کر دیئے جائیں گے اور وہ ایک بالکل ہموار اور وسیع میدان کی طرح بن جائے گی۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ﴾ (۱۴:۴۸) ”یعنی اس دن یہ زمین ایسی نہ رہے گی جیسی تم آج دیکھ رہے ہو، بلکہ اس میں تبدیلی پیدا کر دی جائے گی“

[۷۶] ❁ نفخہ صور ثانی کے اثرات:۔ یہ داعی اللہ کا مقرر کردہ فرشتہ اسرافیل ہوگا۔ اس دنیا میں تو ان لوگوں نے اللہ کے داعی کی بات کو سننا بھی گوارا نہ کیا بلکہ اس کی مخالفت ہی کرتے رہے مگر اس دن اللہ کے داعی کی آواز پر سراپا عمل بن جائیں گے اور جو کچھ وہ کہے گا ٹھیک اسی طرح کرتے جائیں گے۔ وہ کہے گا کہ چلو میدان حشر کی طرف تو سب ادھر دوڑ پڑیں گے۔ اور اس داعی کی آواز اور حکم کو پوری طرح سمجھ بھی رہے ہوں گے۔

[۷۷] اس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کی یا اس فرشتہ کی آواز اور حکم کو ہمہ تن گوش بن کر سن رہے ہوں گے، کسی کو اونچی آواز سے کسی دوسرے سے کوئی بات پوچھنے کی بھی ہمت نہ رہے گی۔ اس دن یا تو ان کے قدموں کی چاپ کی آواز سنائی دے سکے گی یا اس کھسر پُسر اور کانا پھوسی کی آواز جو وہ اس دن کی ہولناکیوں سے بچنے کے لئے آپس میں کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ
خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾
وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

آواز کے سوا تو کچھ نہ سن سکے گا۔(۱۰۸) اس دن سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر جسے رحمٰن اجازت [۷۸] دے دے اور
اس کی بات سننا پسند کرے۔(۱۰۹) وہ لوگوں کا اگلا پچھلا حال [۷۹] سب کچھ جانتا ہے لیکن دوسرے لوگ اسے نہیں
جان سکتے (۱۱۰) سب چہرے اس زندہ و پائندہ ہستی کے سامنے جھک جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔ وہ نامراد
ہوا (۱۱۱) اور جو شخص نیک اعمال کرے اور وہ مومن ہو تو اسے [۸۰] بے انصافی یا حق تلفی کا ڈر نہ ہوگا (۱۱۲) اسی طرح ہم نے
قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا اور طرح طرح سے وعید بیان کئے ہیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا ان
میں غور و فکر کی عادت [۸۱] پیدا ہو۔(۱۱۳)

[۷۸] سفارش کی تین شرائط اور اس کی وجوہ:۔ یعنی اس دن سفارش ہوگی ضرور مگر اس کے لئے تین شرائط ہوں گی۔ ایک تو وہی شخص سفارش کر سکے گا جس کو اللہ کی طرف سے سفارش کرنے کی اجازت مل جائے گی۔ دوسرے اسی شخص کے حق میں کر سکے گا جس کے حق میں سفارش اللہ کو منظور ہوگی۔ تیسرے وہ صرف ایسی بات کے لئے ہی سفارش کر سکے گا جسے اللہ سننا پسند فرمائے گا۔

[۷۹] سفارش کا عوامی عقیدہ لغو ہے:۔ اس آیت میں سفارش پر عائد کردہ پابندیوں کی وجہ بیان فرما دی گئی ہے کہ لوگوں کے اعمال اور ان کے حالات جن میں وہ اعمال سرزد ہوئے اور ان کی نیتوں کا علم تو صرف اللہ کو ہے۔ دوسرے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے ایک شخص کسی افسر کو جا کر کہے کہ آپ کا فلاں ماتحت آدمی میرا دوست ہے لہٰذا اس کا فلاں قصور معاف کر دیجئے تو وہ جواب میں کہے گا کہ آپ واقعی میرے دوست ہیں لیکن یہ شخص پہلے جتنے قصور کر چکا اس کا آپ کو علم ہے؟ اس کا ریکارڈ پہلے ہی بہت گندا ہے۔ لہٰذا اسے معاف کرنا بھی ظلم کے مترادف ہے۔ بالکل یہی اصول وہاں بھی کارفرما ہوگا یہ ممکن نہ ہوگا کہ کوئی بزرگ اللہ کے حضور یوں سفارش کرنے لگیں کہ یا اللہ اسے معاف فرما دیں کیونکہ یہ میرا خاص آدمی ہے۔ اس طرح سفارش کے اس عقیدہ کی جڑ کٹ جاتی ہے جو عام لوگوں نے اپنے معبودوں یا پیروں سے وابستہ کر رکھا ہے کہ وہ چونکہ اللہ کے مقرب ہیں لہٰذا سفارش کر کے ہمیں بچا لیں گے۔

[۸۰] اعمال کا بدلہ ملنے کے لئے شرائط:۔ یعنی اعمال کی جزا کے لئے دو شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ ایک ایمان بالغیب کے تمام اجزاء پر ایمان لانا، دوسرے ایسے اعمال صالحہ جو شریعت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھ کر بجا لائے گئے ہوں۔ مثلاً ان میں ریاکاری نہ ہو، سنت کے مطابق ہوں اور بعد میں احسان جتلا کر یا شرک کر کے ان اعمال کو برباد نہ کر دیا گیا ہو۔ ایسے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور پورا پورا ملے گا، ان میں ہرگز کسی طرح کمی نہیں کی جائے گی۔

[۸۱] یعنی قرآن میں جو قیامت کے احوال اور برے اعمال کی سزائیں بتائی گئی ہیں۔ تو ان سے مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنے برے اعمال کے نتائج سے ڈر جائیں اور ان میں تقویٰ پیدا ہو اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم ان کے دلوں میں کچھ سوچ ہی پیدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ
زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ ع ۱۵ / ۶
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا

پس اللہ بادشاہ حقیقی ہی بلند شان والا ہے۔ اور قرآن کی وحی پوری ہونے سے پہلے اسے پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے اور دعا کیجئے کہ ''اے میرے پروردگار! مجھے مزید [۸۲] علم عطا کر'' (۱۱۴) اور اس سے بیشتر ہم نے آدم سے ایک عہد لیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا ایسا عزم [۸۳] نہ پایا۔ (۱۱۵)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ [۸۴] کرو تو ابلیس کے سوا سب نے اسے سجدہ کیا مگر اس نے حکم نہ مانا (۱۱۶) لہٰذا ہم نے آدم سے کہا کہ یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ یہ خیال رکھنا کہ وہ کہیں تمہیں جنت

ہو جائے۔ ممکن ہے یہ سوچ ان کی ہدایت کا سبب بن جائے اور ان کے ذریعہ پھر دوسروں کو ہدایت ہو۔

[۸۲] ❁ وحی کو توجہ سے سننے کا حکم:۔ ابتداءً جب آپؐ پر سیدنا جبرائیل وحی لے کر نازل ہوتے تو آپ ساتھ ہی ساتھ وحی کے الفاظ کو اس خیال سے دہرانے لگتے تھے کہ بعد میں بھول نہ جائیں۔ اس طرح وحی کے اگلے مضمون سے توجہ یا ہٹ جاتی تھی یا کٹ جاتی تھی۔ اسی بات کا ذکر سورۂ قیامۃ میں بھی آ چکا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ آپ ساتھ ساتھ اس کو یاد رکھنے اور زبان چلانے کی کوشش نہ کیا کیجئے۔ تمہارے سینہ میں اسے محفوظ رکھنا اور پھر زبان سے انہیں الفاظ کی ادائیگی کروا دینا ہمارا ذمہ ہے۔ جب وحی نازل ہو رہی ہو آپ بس پوری توجہ سے اسے سنا کیجئے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ایسی عادت ابھی تک آپ میں پوری طرح راسخ نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا اسی بات کا دوسرے انداز میں اعادہ کیا گیا اور یہ ہدایت بھی کی گئی کہ ساتھ ہی ساتھ آپ یہ دعا بھی کرتے رہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن کریم میں اور زیادہ سمجھ اور بیش از بیش علوم و معارف عطا فرما۔

[۸۳] ❁ بھول چوک انسان کی فطرت میں شامل ہے' سیدنا آدمؑ نے بھول کر غلطی کی تھی:۔ یہاں سیدنا آدمؑ کے بھولنے کا ذکر، ذکر کی مناسبت سے فرمایا۔ یعنی چونکہ بھول جانا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار ذکر یا یاددہانی نازل کی جاتی رہی ہے۔ اور اس فطرت انسانی کا آغاز ان کے باوا آدم سے ہی ہو گیا تھا۔ ان کا عزم اتنا مضبوط نہ تھا کہ وہ ہر وقت اللہ سے کئے ہوئے عہد کو یاد رکھتے۔ چنانچہ ایک طویل مدت کے بعد جب کہ سیدنا آدمؑ اس عہد کو بھول ہی چکے تھے۔ شیطان کا داؤ چل گیا اور آپ شیطان کے فریب میں آ گئے۔ اس مطلب سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بھول چوک انسان کی فطرت میں داخل ہے اور اس کا دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بھول چوک کر اللہ کی نافرمانی کی تھی۔ ان کا ارادہ نافرمانی کا ہرگز نہیں تھا۔ اور اس مطلب کا نتیجہ آدمؑ کی سرکشی سے بریت ہے۔ ربط مضمون کے لحاظ سے پہلا مطلب ہی درست معلوم ہوتا ہے۔

[۸۴] آدم و ابلیس کا قصہ سورۂ بقرہ، اعراف اور دیگر کئی مقامات پر پہلے ہی گزر چکا ہے۔ اور آئندہ بھی آئے گا، مگر ہر مقام پر اتنا ہی ذکر کیا گیا جتنا موقع کے لحاظ سے مناسب تھا۔ گویا اس قصہ کے مختلف اجزاء سے مختلف نتائج پیش کئے گئے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ
اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ
لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ

سے نکلوانہ دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ (۱۱۷) یہاں تو تمہیں نہ بھوک ستاتی ہے نہ ننگے رہتے ہو۔ (۱۱۸) نہ پیاس لگتی ہے اور نہ دھوپ [۸۵]۔ (۱۱۹) پھر شیطان نے آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا ”آدم! میں تمہیں وہ درخت نہ بتاؤں جس سے ابدی زندگی اور لازوال [۸۶] سلطنت حاصل ہوتی ہے۔“ (۱۲۰) آخران (دونوں) نے اس درخت کا پھل کھالیا جس سے ان کے ستر کے مقامات ایک دوسرے کے آگے کھل گئے تو وہ جنت کے پتوں سے [۸۷] انہیں ڈھانکنے لگ گئے۔ اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی لہٰذا وہ بھٹک گئے۔ (۱۲۱) پھر ان کے پروردگار نے انہیں

[۸۵] جنت میں بلا مشقت ہر طرح کا آرام تھا:۔ جنت میں انسان کی ضروریات کا سامان بھی موجود تھا اور ان کے علاوہ عیش و عشرت کے لئے وافر نعمتیں بھی موجود تھیں اور سیدنا آدمؑ کو بتایا یہ گیا تھا کہ اگر تم شیطان کے فریب میں آ گئے تو نہ صرف یہ کہ تم سے جنت کی نعمتیں چھین لی جائیں گی بلکہ تمہیں اپنی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لئے جدوجہد بھی کرنا پڑے گی اور ان کے لئے مشقت بھی اٹھانا ہوگی۔ مثلاً دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لئے مکان بنانا ہوگا اور کھانے پینے کے لئے کوئی ذریعہ معاش اختیار کرنا ہوگا اور پہننے کے لئے لباس کی ضرورت بھی پیش آئے گی اور تمہاری زندگی کا بیشتر حصہ انہیں باتوں کے حصول میں صرف ہو جائے گا۔ جنت کی دوسری نعمتیں تو کم ہی کسی کو میسر آئیں گی۔ لہٰذا اللہ کے حکم کو دھیان کے ساتھ یاد رکھنا اور شیطان کے فریب میں نہ آ جانا۔

[۸۶] کیا شیطان نے پہلے حوا کو بہکایا تھا؟ شیطان آدم کا بڑا ہوشیار اور مکار دشمن تھا اس نے وسوسہ ہی ایسا دلفریب ڈالا جس نے آدم کے دل کو موہ لیا۔ علاوہ ازیں مدت مدید گزرنے کی وجہ سے سیدنا آدمؑ اپنے پروردگار سے کیا ہوا وعدہ بھول ہی چکے تھے۔ شیطان نے پٹی یہ پڑھائی کہ اگر تم اس درخت کا پھل چکھ لو گے تو اس جنت میں ہمیشہ کے لئے مقیم ہو جاؤ گے اور تمہیں ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی اور جنت کی نعمتوں پر تمہارا تصرف و اختیار قائم و دائم رہے گا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس مقام پر شیطانی وسوسہ کی نسبت صرف سیدنا آدمؑ کی طرف کی گئی ہے اور ایک دوسرے مقام پر دونوں کی طرف کی ہے۔ اس لئے کہ اس معاملہ میں حوا کی حیثیت صرف بالتبع تھی۔ لیکن بائبل کی روایت یوں ہے کہ شیطان نے پہلے سیدہ حوا کو بہکایا۔ پھر حوا نے سیدنا آدمؑ کو پھل کھانے پر آمادہ کر لیا۔ بائبل کی اس روایت کو بعض مفسرین نے بھی نقل کر دیا۔ جب کہ یہ روایت قرآن کی اس آیت کے مطابق غلط قرار پاتی ہے۔

[۸۷] پھل چکھنے کا فوری ردعمل:۔ جنت کا پھل کھانے کا ردعمل فوری طور پر تو یہ ہوا کہ ان سے جنت کا لباس چھین لیا گیا اور آدم و حوا دونوں بے حجاب ہو گئے اور انہیں ایک دوسرے کے مقامات ستر نظر آنے لگے اور سخت شرم محسوس ہوئی تو جنت کے درختوں کے پتے ایک دوسرے پر چپکا کر مقاماتِ ستر کو ڈھانپنے لگے۔ ابھی بھوک اور پیاس کا احساس تو کچھ دیر کے بعد ہی ہونا تھا۔ اور انہیں فوراً پتا چل گیا کہ شیطان انہیں جُل دے گیا اور وہ اس کے فریب میں آ گئے ہیں۔ اس وقت انہیں اللہ سے کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا اور فوراً اللہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ
فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ

برگزیدہ کیا، ان کی توبہ قبول کی اور ہدایت بخشی۔(۱۲۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دونوں (یعنی انسان اور شیطان) سب[۸۸] یہاں سے نکل جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف[۸۹] اٹھائے گا۔(۱۲۳) اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا تو اس کی زندگی تنگ[۹۰] ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔(۱۲۴) وہ کہے گا: "اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں (دنیا میں) آنکھوں والا[۹۱] تھا؟" (۱۲۵)

طرف رجوع کیا اور توبہ استغفار کرنے لگے۔

[۸۸] کون کس کا دشمن؟ فریق کون کون ہیں؟۔ اس مقام پر تثنیہ استعمال ہوا ہے۔ جس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک مطلب ترجمہ میں واضح ہے کہ ایک فریق آدم وحوا تھے اور دوسرا فریق شیطان اور خطاب کے لحاظ سے ان فریقوں میں ان کی اولاد بھی شامل ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک فریق آدم، دوسرا حوا ہو، **جمیعا** کا معنی سب کے بجائے "مل کر، اکٹھے یا ایک ساتھ" کیا جائے اور خطاب آدم وحوا کی اولاد سے ہو۔ اور ان کی اولاد میں دشمنی اس طرح ہوگی کہ ان کی اولاد میں سے ایک فریق اللہ کا فرمانبردار بن کر رہے گا اور دوسرا شیطان کا تابع فرمان۔ ان دونوں فریقوں میں حق وباطل کی جنگ جاری اور دشمنی قائم رہے گی۔

[۸۹] **یشقی** کے بھی دو مطلب ہیں ایک یہ کہ وہ جنت کی راہ سے بھٹکے گا نہیں اور نہ اس سے محروم ہو کر دوزخ کی تکلیفیں اٹھائے گا۔ بلکہ سیدھا جنت میں پہنچ جائے گا جو اس کا اصل وطن تھا اور اس لفظ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ بدبختی میں مبتلا نہ ہوگا۔ دنیا میں بھی اس کا مقدر اسے ضرور ملے گا اور آخرت میں تو وہ بہرحال خوش نصیب ہوگا۔

[۹۰] زندگی تنگ ہونے سے مراد؟ **معیشة ضنکا** کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر ہمیشہ تنگ دستی غالب رہے گی۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ انہیں قناعت اور قلبی سکون کبھی میسر نہ آئے گا۔ اور اگر مالدار ہوں گے تو ہمیشہ ننانوے کے چکر میں پڑے رہیں گے۔ نہ رات کو سکون نصیب ہوگا اور نہ دن کو اور اگر تنگ دست ہیں تو اپنی تکلیفوں اور مصیبتوں پر واویلا کرتے رہیں گے اور جزع فزع میں ہی ان کی زندگی بسر ہو جائے گی اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ کافر کے پاس خواہ کتنا ہی مال و دولت ہو خیر اس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یہی مال و دولت چند روزہ عیش کے بعد اس کے لئے وبال جان بن جائے گا اور بعض مفسرین نے اس سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے۔ یعنی قیامت سے پہلے ہی ان پر تنگی کا ایسا دور آئے گا کہ قبر کی زمین بھی ان پر تنگ کر دی جائے گی اور یہ تفسیر بعض صحابہ سے مروی ہے۔ بہرحال اس لفظ کے تحت یہ سب صورتیں داخل ہو سکتی ہیں۔

[۹۱] اعمال کا بدلہ ممثل شکل میں:۔ یعنی اس کا اعتراض یہ تھا کہ دنیا میں تو میں بینا تھا اور ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا آج مجھے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا جا رہا ہے۔ اس کو جواب یہ دیا جائے گا کہ تو دنیا میں میری آیات دیکھنے سے اندھا بنا رہا تھا۔ آنکھیں عطا کرنے کا مقصد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ
مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا
قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ ع ۱۶
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس طرح[۹۲] ہماری آیات تمہارے پاس آئیں تو تو نے انہیں بھلا دیا تھا، اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا جائے گا۔(۱۲۶) اور جو شخص بھی حد سے بڑھ جائے اور اپنے پروردگار کی آیات پر ایمان نہ لائے، ہم اسے اسی طرح سزا دیں گے اور آخرت کا عذاب تو شدید اور باقی رہنے والا ہے۔(۱۲۷) کیا انہیں اس بات سے کوئی رہنمائی نہ ملی کہ ان سے بیشتر ہم کئی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے (برباد شدہ) ٹھکانوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں اہل عقل کے لئے بہت سی[۹۳] نشانیاں ہیں۔(۱۲۸) اور اگر تیرے پروردگار کی بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی اور مہلت مقرر نہ کی جا چکی ہوتی تو ان پر فوری عذاب آنا[۹۳-الف] لازمی تھا۔(۱۲۹) لہٰذا جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور اپنے پروردگار کی

صرف یہی نہیں تھا کہ تو اپنے مطلب کی چیزیں دیکھے۔ بلکہ اصل مطلب یہ تھا کہ تو اللہ کی آیات کو دیکھے۔ اس لحاظ سے تو دنیا میں اندھا ہی بنا رہا۔ تیرے اس فعل کا نتیجہ ہی ممثل شکل میں تیرے سامنے آیا ہے۔ تو اب تعجب کیوں کرتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے۔ بعد میں اس کی آنکھیں کھول دی جائیں گی تو وہ دوزخ اور اہوال محشر کا ٹھیک ٹھیک معائنہ کر سکے گا۔

[۹۲] یعنی اللہ تعالیٰ یہ جواب دیں گے کہ ہم اسی طرح لوگوں کو ان اعمال کا اس سے ملتا جلتا ہی ممثل صورت میں بدلہ دیا کرتے ہیں۔ تو نے ہماری آیات سن کر ان سنی کر دی تھی اور ہمیں بھول ہی گیا تھا۔ آج ہم بھی تمہیں بھلائے دیتے ہیں اور تو ہماری رحمت سے دور ہی رہے گا۔ یہ سزا تو وہ ہے جو تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق اس میدانِ محشر میں دی جا رہی ہے اور جو عذاب تمہیں ابھی مزید دیا جانے والا ہے وہ اس سے سخت تر بھی ہوگا اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی، جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

[۹۳] اس آیت کے مخاطب مشرکین مکہ ہیں۔ جن میں سابقہ اقوام کی ہلاکت کے چرچے زبان زد تھے اور وہ اپنے تجارتی سفروں کے دوران ان کے تباہ شدہ کھنڈرات بچشم خود ملاحظہ بھی کر سکتے تھے۔ اگر وہ ان کے حالات میں کچھ بھی غور و فکر کرتے تو انہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ بالآخران کا اپنا بھی ویسا ہی انجام ہو سکتا ہے۔ لہٰذا وہ چاہتے تو انہیں واقعات سے کافی عبرت حاصل کر سکتے تھے۔

[۹۳-الف] ❁ قانون امہال و تدریج کی مصلحتیں:۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں تدریج و امہال کا قانون کام کرتا ہے۔ ان پر عذابِ الٰہی کے نزول میں بھی وہی قانون کار فرما ہے۔ اور اس قاعدہ میں بہت سی مصلحتیں مضمر ہوتی ہیں۔ یعنی جس طرح ہر کام کے سرانجام پانے کے لئے ایک مقررہ مدت درکار ہوتی ہے۔ اسی طرح عذاب الٰہی کا بھی وقت مقرر ہے۔ جس کی چند شرائط ہیں۔ اور اگر یہ قانون جاری و ساری نہ ہوتا تو ان کے اعمال واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں فوری طور پر تباہ و برباد کر دیا جاتا۔ اس قانون تدریج و امہال میں کیا مصلحتیں ہیں اور اگر اس قانون کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس میں کیا نقصانات ہیں، ان کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَ

حمد [۹۴] کے ساتھ تسبیح کیجئے، سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے کچھ اوقات میں تسبیح کیجئے اور دن کے کناروں پر [۹۵] بھی، اس طرح امید ہے کہ آپ [۹۶] خوش ہو جائیں گے۔ (۱۳۰)

اور آپ ان چیزوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھایئے جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی زینت کے لئے دے رکھی ہیں تاکہ ان چیزوں کے ذریعہ ہم انہیں آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے پروردگار کا رزق [۹۷]

ذکر پہلے حواشی میں کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اب تکرار کی ضرورت نہیں۔

[۹۴] ❁ صبر اور نماز کے فوائد:۔ مصائب و مشکلات کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنے کے لئے قرآن نے متعدد مقامات پر دو باتوں پر زور دیا ہے۔ ایک صبر اور دوسرے نماز۔ صبر سے مراد احکام الٰہی کو پورے استقلال کے ساتھ بجالاتے رہنا بھی ہے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا بھی۔ اور نماز سے بندے کا اللہ سے تعلق پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ پر توکل کرنا سیکھتا ہے اور جوں جوں یہ تعلق بڑھتا جاتا ہے اللہ پر توکل میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اسی توکل سے مشکلات کو برداشت کرنے کی ہمت وجرأت پیدا ہوتی ہے۔

[۹۵] ❁ پانچوں نمازوں کے اوقات:۔ حمد کے ساتھ تسبیح اور محض تسبیح دونوں سے یہاں مراد نماز ہے کہ یہ عرب میں عام دستور ہے کہ کسی چیز کا کوئی خاص جزء بول کر اس سے مراد کل لیا جاتا ہے اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔ سورج کے طلوع سے پہلے سے مراد فجر کی نماز ہے اور غروب سے پہلے کی نماز عصر ہے۔ رات کے کچھ اوقات سے مراد نماز عشاء ہے اور نماز تہجد بھی جو آپ پر تو فرض تھی لیکن دوسروں کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ اور ان کے کنارے تین ہی ہوسکتے ہیں، صبح، شام اور زوال آفتاب، صبح سے مراد فجر کی نماز ہے جس کا ذکر پہلے ہی آ چکا، شام سے مراد نماز مغرب اور زوال آفتاب سے مراد ظہر کی نماز ہے۔ گویا اس ایک آیت سے ہی پانچوں فرض نمازیں اور ان کے اوقات ثابت ہو جاتے ہیں اور اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو کسی وقت بھی اللہ کی یاد اور تسبیح وتہلیل سے غافل نہ رہنا چاہئے۔

[۹۶] یعنی صبر اور نمازوں کے قیام کے نتائج اتنے شاندار حاصل ہوں گے کہ آپ ان پر خوش ہو جائیں گے اور فی الواقع ان کے ایسے شاندار نتائج نکلے جو سب دنیا نے دیکھ لئے اور ایسے نتائج کا ذکر قرآن کی اور بھی بہت سی آیات میں مذکور ہے۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دنیا کے بعد آخرت کو اتنا بلند مقام عطا ہوگا جس پر آپ خوش ہو جائیں گے۔ جیسے آپ کا قیامت کے دن انبیاء سمیت سب لوگوں کے لئے اللہ کے حضور سفارش کرنا اور آپ کو مقام محمود عطا ہونا وغیرہ۔

[۹۷] ❁ رزق کا وسیع تر مفہوم:۔ یہاں رزق سے مراد صرف کھانے، پینے کی چیزیں ہی نہیں بلکہ رزق کا لفظ اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس لفظ کا اطلاق ہر اس خداداد نعمت پر ہوتا ہے جو جسمانی یا روحانی اعتبار سے انسان کی تربیت کا باعث بن سکے۔ یعنی اللہ نے آپ کو جو قرآن کریم، منصب رسالت، فتوحات عظیمہ، اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب عطا فرمائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ
نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي
الصُّحُفِ الْأُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ

ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔(۱۳۱) اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر ڈٹ [۹۸] جائیے۔ ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، وہ تو ہم خود [۹۹] تمہیں دیتے ہیں اور انجام پرہیز گاری کا ہی [۱۰۰] بخیر ہوتا ہے۔(۱۳۲) کافر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں آتی ؟ کیا ان کے پاس پہلے صحیفوں میں [۱۰۱] واضح دلیل نہیں آچکی ؟(۱۳۳) اور اگر ہم انہیں اس سے پیشتر عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ "ہمارے

ہیں ان کے مقابلہ میں اس چندروزہ زندگی کے ساز و سامان کی کیا حقیقت ہے۔ لہذا آپ کو اس ساز و سامان کی طرف اور دنیا میں مستغرق لوگوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ کا دیا ہوا ایسا رزق ہی ہر لحاظ سے بہتر اور پائیدار ہے۔

[۹۸] گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دینا ضروری ہے:۔ یعنی خود نمازوں پر پابند رہنے کے علاوہ آپ کو اپنے گھر والوں کو بھی ان کی پابندی کا حکم دینا چاہئے۔ پھر اس بات پر سختی سے عمل درآمد کرانا چاہئے۔ اس سے آپ کے مشن کو مزید تقویت پہنچے گی۔ اگرچہ اس آیت میں خطاب آپ کو ہے تاہم حکم عام ہے۔ اسی لئے آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز ادا کرنے کو کہو اور اگر دس سال کا ہونے پر بھی اسے نماز کی عادت نہ پڑے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔ (ابوداؤد، بحوالہ مشکوۃ، کتاب الصلوۃ۔ الفصل الثانی)

[۹۹] عرب میں یہ دستور تھا کہ مالک اپنے غلاموں کو کمائی کے لئے بھیجتے۔ پھر ان سے یہ کمائی خود وصول کرتے یا پھر غلام پر اس کی قابلیت کے مطابق روزانہ یا ماہانہ ایک رقم مقرر تھی کہ اتنی رقم تو وہ بہر حال کما کر اپنے مالک کو دے گا اور اگر کچھ زائد کمالے تو وہ اس کا اپنا ہوگا جس طرح ہمارے ہاں کسی چیز کا روزانہ یا ماہانہ کرایہ یا ٹھیکہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اور مسلمانوں سے یہ فرماتے ہیں کہ ہم تم سے کچھ رزق نہیں مانگتے، حالانکہ تم سب میرے بندے اور غلام ہو۔ بلکہ وہ تو ہم خود تمہیں دیتے ہیں اور یہ ہمارا ذمہ ہے۔ تمہارا کام بس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری میں لگے رہو۔ جو رزق تمہارے مقدر میں ہے وہ تمہیں مل کے ہی رہے گا۔

[۱۰۰] تقویٰ کا انجام ہمیشہ بہتر ہی ہے:۔ اور یاد رکھو کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا؟ اس دنیا میں بھی اس کا انجام بہتر ہوگا اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس کی انجام کی بہتری کا ذکر ایک دوسری آیت میں یوں بیان فرمایا کہ دنیا میں جب کوئی متقی شخص کسی مشکل میں پھنس جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ نیز ایسی جگہ سے اسے رزق مہیا کرتا ہے جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا (۶۵:۲'۳) علاوہ ازیں اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مثلاً اگر ایک متقی شخص کاروبار کرتا ہے تو اس کی ساکھ قائم ہوتی ہے اور کسی کی ساکھ قائم ہو جانا اللہ کا بہت بڑا فضل اور انعام ہے اور انجام کار وہی کامیاب رہتا ہے۔ غرض یہ جملہ ایک ایسی آفاقی صداقت (Universal Truth) ہے کہ جس اعتبار سے بھی اس کا تجربہ کیا جائے درست ہی ثابت ہوگا۔

[۱۰۱] آپ کی بعثت سے اہل مکہ پر اتمام حجت:۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ پہلے صحیفوں اور آسمانی کتابوں میں آپ کی علامات اور آپ کی آمد کی بشارات موجود تھیں اور بعض انصاف پسند لوگوں نے برملا اس بات کا اعتراف بھی کیا تھا کہ یہ وہی نبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ
فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

ع ۸ / ۱۷

پروردگار! تو نے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل ورسوا ہونے سے [۱۰۲] پہلے ہی تیری آیات کی پیروی کر لیتے۔(۱۳۴) آپ ان سے کہئے کہ: ”ہر ایک انجام کار کا منتظر ہے لہٰذا تم بھی انتظار کرو۔ جلد ہی [۱۰۳] تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ (ہم میں سے) کون راہ راست پر ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے“ (۱۳۵)

آخر الزمان ﷺ ہیں جن کی سابقہ کتابوں میں بشارات دی گئی تھیں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن جیسا واضح معجزہ مل جانے کے بعد اب یہ کون سی نشانی چاہتے ہیں اور قرآن ایسی کتاب ہے جو اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کا محافظ اور ان کی صداقت پر حجت بھی ہے اور گواہ بھی۔

[۱۰۲] یعنی یہ قرآن بھی بطور حجت اور کافروں کا یہ اعتراض رفع کرنے کے لئے اتارا گیا ہے کہ اگر ہم پر بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اللہ کی طرف سے ہدایت کی کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ نیز ہم نے ان میں رسول اس لئے بھی بھیجا ہے کہ وہ ذلت و رسوائی کے بعد یہ نہ کہنے لگیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی رسول آتا تو ہم یقیناً اس کی فرمانبرداری کرتے۔ اللہ کے احکام بجالاتے اور ہمیں یہ رسوائیاں نہ دیکھنا پڑتیں۔

[۱۰۳] یعنی اب تم بھی اور ہم بھی بلکہ سارے کا سارا عرب اس انتظار میں ہے کہ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ لہٰذا انتظار کرو۔ عنقریب سب کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون سا فریق سیدھی راہ پر گامزن ہے؟ زمانہ کی گردش کس پر پڑتی ہے اور تباہ کون ہوتا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۲ آیاتها سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ رکوعها ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَاْتِيْهِمْ

مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ

کلمات ۱۱۸۷ آیت ۱۱۲ (۲۱) سورہ الانبیاء مکی ہے (۷۳) رکوع ۷ حروف ۵۱۵۴

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لوگوں کے حساب کا وقت قریب[۱] آپہنچا ہے جبکہ وہ ابھی تک غفلت میں منہ موڑے[۲] ہوئے ہیں۔(۱) جب بھی ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے سن تو لیتے ہیں مگر کھیل میں پڑے[۳] رہتے ہیں (اس میں غور نہیں کرتے)(۲) ان کے دل تو اور باتوں میں منہمک ہیں اور یہ ظالم خفیہ

[۱] ❁ آپ کا آخری نبی ہونا قرب قیامت کی علامت ہے:۔ یعنی قیامت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نبی آخر الزمان کی بعثت ہی اس بات کی علامت ہے کہ زمین میں بنی آدم کی آبادی کا آخری دور ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی اور وسطی انگلی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ”میں اور قیامت ایسے ہی ہیں جیسے یہ دو انگلیاں“ (بخاری: کتاب الرقاق، باب قول النبی بعثت انا والساعة کهاتین......) اس حدیث کے بھی دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ جتنی لمبائی شہادت کی انگلی کی ہے۔ یہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک کا زمانہ ہے اور جتنی وسطی انگلی شہادت کی انگلی سے بڑی ہے یہ مجھ سے لے کر قیامت تک کا زمانہ ہے۔ اس لحاظ سے تقریباً پانچ حصے عرصہ گزر چکا ہے اور ایک حصہ باقی ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ اسی طرح میرے بعد تا قیامت کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ یہ بات بھی قربِ قیامت کی علامت ہوئی۔ نیز اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے اور موت کے ساتھ ہی ان کا حساب اور جزاء وسزا کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ حساب اور جزاء وسزا کا سلسلہ قیامت کی نسبت بہت ہلکے پیمانہ پر ہوگا اور اس مطلب پر دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص مر گیا، اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ باب فی قرب الساعة)

[۲] یعنی پیغمبر تو انہیں ان کے برے انجام کی خبر دے رہا ہے لیکن وہ کچھ ایسے بدمست ہوئے ہیں کہ ایسی بات سننا بھی نہیں چاہتے۔

[۳] نئی نصیحت سے مراد کوئی نئی سورت ہے۔ یعنی جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو اسے سن کر بھی ان سنی کر دیتے ہیں۔ دنیا کے کاروبار اور مشاغل میں ایسے منہمک ہیں کہ ان آیاتِ الٰہی میں غور کرنے کی نہ انہیں فرصت ملتی ہے اور نہ اس کی ضرورت یا اہمیت سمجھتے ہیں۔ پس اپنے دنیا کے دھندوں میں ہی مست رہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ

مشورے کرتے ہیں کہ: ''کیا یہ تمہارے جیسا بشر[۴] ہی نہیں، پھر تم دیکھتے بھالتے (اس کے) جادو میں کیوں پھنستے ہو؟'' (۳) (رسول نے) کہا کہ: آسمان اور زمین میں[۵] جو بات بھی ہو رہی ہو میرا پروردگار اسے خوب جانتا ہے کیونکہ وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ (۴) بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن کی آیات) پراگندہ خواب ہیں، بلکہ یہ اس کی اپنی خود ساختہ چیز ہے، بلکہ یہ شاعر[۶] ہے، ورنہ اسے ہمارے

[۴] ۞ سرداران قریش نے قرآن کے جادو سے بچنے کے لئے کیا کیا تدابیر اختیار کیں؟ قریش مکہ قرآن کی دعوت کے شدید مخالف تھے لیکن اس کے انداز بیان، فصاحت و بلاغت اور جادو کی سی تاثیر کے وہ خود بھی معترف تھے اور قرآن کو اسی لحاظ سے جادو کہتے تھے اور اس جادو کو روکنے کا طریقہ ابتداءً انہوں نے یہ اختیار کر لیا تھا کہ سب قریشی سرداروں نے مل کر یہ معاہدہ کیا کہ جہاں تک ہو سکے قرآن کے سننے اور پڑھنے پر پابندی لگا دی جائے۔ سننے پر پابندی تو انہوں نے اپنے آپ پر لگائی تھی مگر یہ قریشی سردار خود بھی اس پابندی کو نبھا نہ سکے اور خود بھی چوری چھپے قرآن سن لیتے تھے کیونکہ ان کے دل اور ان کے کان قرآن کی لذت سے محظوظ ہونا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ تین سردار رات کے وقت کعبہ کے گرد کھڑے ہو کر آپ کا قرآن سن رہے تھے۔ بعد میں یہ راز فاش ہو گیا تو ان میں سے ایک سردار نے ابو جہل سے پوچھا کہ ''جو قرآن تم نے سنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟'' اس نے اس سوال کا صحیح جواب دینے کے بجائے بات کا رخ دوسری طرف موڑ دیا اور کہا کہ ''ہم اور بنی عبد مناف سب باتوں میں ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے، اب ہم ان کے نبی کو تسلیم کر کے ان کی اس برتری کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں'' (ابن ہشام: ص ۱۰۸) ابو جہل کے اس جواب سے دو باتوں کا صاف طور پر پتا چلتا ہے۔ ایک یہ کہ سب قریشی سردار قرآن کی تاثیر سے متاثر تھے اور دوسری یہ بات کہ آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرنے میں صرف یہ بات آڑے نہیں آ رہی تھی کہ آپ بشر تھے بلکہ اس کی اور بھی کئی وجوہ تھیں۔

اور قرآن کو اونچی آواز سے پڑھنے پر پابندی ان لوگوں نے مسلمانوں پر لگا رکھی تھی۔ کیونکہ انہیں یہ خطرہ تھا کہ قرآن سن کر ان کی عورتیں اور ان کے بچے متاثر ہو جاتے ہیں اور یہ پابندی مسلمانوں پر ہجرت نبوی تک قائم رہی۔ علاوہ ازیں ایک تدبیر انہوں نے یہ اختیار کی تھی کہ جب کہیں قرآن پڑھا جا رہا ہو تو وہاں خوب شور و غل مچاؤ تاکہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں پڑنے ہی نہ پائے۔ یہ تھے وہ طریقے جو انہوں نے اس جادو کے شر سے بچنے کے لئے اختیار کئے تھے۔

[۵] ایسی تدابیر اختیار کرنے کے بارے میں ان کے درمیان جو خفیہ مجلسیں منعقد ہوتیں اور سازشیں تیار ہوتی تھیں وہ طشت از بام تو ہو ہی جاتی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سب باتوں کے جواب میں صرف اتنا ہی کہا کہ کوئی بات خواہ کتنی ہی رازداری سے کی جائے، میرا پروردگار اس سے پوری طرف واقف ہے۔ بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ تھا کہ تمہاری ان ساری سرگرمیوں کے باوجود اللہ اپنے دین کی دعوت کے کام کو آگے بڑھاتا رہے گا اور تمہاری کوئی تجویز کارگر نہ ہونے پائے گی۔

[۶] ۞ ولید بن مغیرہ کے ہاں مجلس مشاورت:۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ کی مخالفت کی حد تک تو سارے قریشی سردار متفق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے لیکن انہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آپ کو کہیں تو کیا کہیں۔ جادوگر کہیں، آسیب زدہ کہیں، کاہن کہیں یا شاعر کہیں۔ لوگوں کو کیا کہہ کر اس (محمد ﷺ) سے باز رکھیں۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے قریشی سردار ولید بن مغیرہ کے پاس گئے جو ابوجہل کا چچا تھا اور حرب بن امیہ کی وفات کے بعد قریش کی سیادت اسی کے ہاتھ میں آئی تھی۔ سوال یہ سامنے آیا کہ اس نبی کی دعوت کو کس طرح غیر مؤثر بنایا جاسکتا ہے تاکہ باہر سے آنے والے حجاج اس شخص کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ ولید بن مغیرہ سمجھدار آدمی تھا۔ بولا ''اس سلسلہ میں اپنی اپنی تجاویز پیش کرو''

ایک شخص نے کہا: ہم کہیں گے کہ ''یہ شخص کاہن ہے'' ولید کہنے لگا: واللہ! یہ شخص کاہن نہیں۔ اس کے کلام میں نہ کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے، نہ قافیہ نہ کوئی اور تک بندی، وہ کاہن کیسے ہو سکتا ہے؟

دوسرے نے کہا: ہم کہیں گے ''وہ دیوانہ ہے'' ولید کہنے لگا، بخدا وہ پاگل بھی نہیں۔ ہم نے پاگلوں کو بھی دیکھا ہے۔ اس کے اندر نہ پاگلوں جیسی دم گھٹنے کی کیفیت ہے، نہ الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور نہ ان جیسی بہکی بہکی باتیں ہیں''

تیسرے نے کہا: ہم کہیں گے ''وہ شاعر ہے'' ولید کہنے لگا، ''وہ شاعر بھی نہیں۔ ہمیں رجز، ہجز، قریض، مقبوض، مبسوط سارے ہی اصنافِ سخن معلوم ہیں۔ اس کی بات بہرحال شعر نہیں ہے''

چوتھے نے کہا: ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے ''ولید نے کہا، وہ جادوگر بھی نہیں۔ یہ شخص نہ تو ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتا ہے اور نہ گرہ لگاتا ہے''

۞ دعوتِ قرآن کو روکنے کیلئے قریش مکہ کی معاندانہ سرگرمیاں:۔ تب لوگوں نے جھنجھلا کر کہا: پھر تم ہی اپنی بے داغ رائے پیش کرو'' وہ کہنے لگا۔ مجھے ذرا سوچ لینے دو۔ بڑی سوچ بچار کے بعد اس نے اپنی رائے پیش کی کہ تم لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص ایسا کلام پیش کرتا ہے جو ایسا جادو ہے جس سے بھائی بھائی سے، باپ بیٹے سے، شوہر بیوی سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور کنبے، قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے'' چنانچہ اس تجویز پر متفق ہو کر سب لوگ رخصت ہوگئے۔

چنانچہ اس تجویز پر عمل درآمد کے لئے قریش نے ایک گیارہ رکنی کمیٹی تشکیل دی جس کا سربراہ ابولہب تھا۔ جہاں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لئے پہنچتے، وہاں ابولہب بھی پیچھے پیچھے پہنچ جاتا اور کہتا: لوگو! اس شخص کی بات پر کان نہ دھرنا، یہ بے دین ہے اور ایسا کلام پیش کرتا ہے جس سے کنبے قبیلے میں دشمنی پڑ جاتی ہے۔ ان لوگوں کی معاندانہ سرگرمیوں کا نتیجہ ان کی خواہش کے بالکل برعکس نکلا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کا نام ان کے ذریعہ عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا اور لوگوں میں جستجو پیدا ہو گئی کہ آخر ایسے شخص کی بات تو ضرور سننا چاہئے۔ اس طرح دشمنوں نے وہ کام تھوڑے ہی عرصہ میں کر کے دکھا دیا جو مسلمان شائد مدت تک نہ کر سکتے۔ کافروں کی ایسی معاندانہ سرگرمیوں سے ہی اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے خیر کا پہلو پیدا کر دیا۔

۞ نضر بن حارث کے کارنامے:۔ ابولہب کے علاوہ ایک دوسرا شخص نضر بن حارث تھا جس کا طریق کار ابولہب سے بالکل جداگانہ تھا۔ ایک دفعہ وہ سرداران قریش سے کہنے لگا: اے قریشیو! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سب سے زیادہ پسندیدہ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلْيَأْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَمَآ
اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷ وَمَا
جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝۸ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ

پاس کوئی ایسا معجزہ[۷] لانا چاہئے جیسا کہ پہلے رسول (معجزات دے کر) بھیجے گئے تھے۔(۵) حالانکہ جس بستی کو بھی ہم نے ان سے پہلے ہلاک کیا وہ ایمان نہیں لائی تھی۔ تو کیا اب یہ ایمان لائیں گے؟(۶) اور (اے نبی) آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے، وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ لہٰذا اگر تم لوگ یہ بات نہیں جانتے تو اہل الذکر (اہل کتاب) سے پوچھ لو۔(۷)

ہم نے ان (رسولوں کے) جسم ایسے نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ ہمیشہ رہنے[۸] والے بھی نہ تھے۔(۸) پھر ہم نے ان رسولوں سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔ ہم نے انہیں بھی بچالیا اور جس جس

سچے اور امانت دار آدمی تھے، اب اگر وہ اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں تو تم کبھی انہیں شاعر کہتے ہو، کبھی کاہن، کبھی پاگل اور کبھی جادوگر کہتے ہو۔ حالانکہ وہ نہ شاعر ہے نہ کاہن ہے، نہ پاگل ہے اور نہ جادوگر ہے۔ کیونکہ ہم ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں۔ اے اہل قریش! سوچو، تم پر یہ کیسی افتاد آ پڑی ہے" پھر اس افتاد کا حل جو نضر بن حارث نے سوچا وہ یہ تھا کہ خود حیرہ گیا۔ وہاں سے بادشاہوں کے حالات اور رستم و اسفندیار کے قصے سیکھے۔ پھر یہ بھی ابولہب کی طرح ہر اس مقام پر جا پہنچتا جہاں پیغمبر اسلام ﷺ تبلیغ کے لئے جاتے۔ وہاں پہنچ کر یہ اپنے قصے سنا کر لوگوں سے پوچھتا کہ آخر کس بنا پر محمد ﷺ کا کلام مجھ سے بہتر ہے؟" اس کی سرگرمیوں کا بھی وہی اثر ہوا جو ابولہب کی سرگرمیوں کا ہوا تھا۔

[۷] یعنی وہ معجزہ کا مطالبہ تو اس طرح کرتے ہیں کہ جیسے وہ ایمان لانے کو بالکل تیار بیٹھے ہیں بس صرف ایک معجزہ دیکھنے کی ہی کسر باقی رہ گئی ہے۔ حالانکہ اقوام سابقہ کی ہلاکت کا سبب ہی یہ بنا تھا کہ انہوں نے معجزہ کا مطالبہ کیا جو انہیں دیا گیا مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لائے تھے۔ اب اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے ہی آئیں گے؟ یہ بھی سابقہ اقوام کی طرح اپنی ہلاکت کے درپے ہو چکے ہیں؟

[۸] ۞ سب انبیاء مرد تھے کھانا کھایا کرتے تھے اور سب اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں: اب کفار مکہ کے ایک بنیادی اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے۔ اعتراض یہ تھا کہ یہ نبی ہم ہی جیسا ایک بشر ہے۔ سب بشری کمزوریاں اور بشری تقاضے اس میں بھی موجود ہیں جو ہم میں ہیں۔ وہ ہماری طرح ہی کھانے پینے اور چلنے پھرنے کا محتاج ہے اور ہماری طرح نکاح شادیاں بھی کرتا ہے۔ مزید یہ کہ اسے نہ تو کوئی دنیوی جاہ و حشم میسر ہے اور نہ ہی کوئی فرشتہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ ان سب باتوں کا انہیں جواب یہ دیا گیا کہ تم لوگ جو اہل کتاب سے پوچھ پوچھ کر اس نبی سے کئی طرح کے سوال اور کئی طرح کے اعتراض کرتے ہو تو ایک سوال یہ بھی پوچھ لو کہ آیا موسیٰ علیہ السلام بشر تھے یا نہیں؟ ان کے جواب سے تمہیں تسلی ہو جائے گی کہ موسیٰ علیہ

000852

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ع ۱ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٩﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠﴾ وَكَمْ قَصَمْنَا
مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿١١﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا
يَرْكُضُوْنَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٣﴾ قَالُوْا

کو ہم نے چاہا اسے بھی اور حد[۹] سے آگے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔(۹) (لوگو) ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ہی ذکر[۱۰] ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔(۱۰) کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جن کے رہنے والے ظالم تھے تو انہیں ہم نے پیس کے رکھ دیا اور ان کے بعد دوسرے لوگ[۱۱] پیدا کر دیئے۔(۱۱) پھر جب ان کو ہمارا عذاب محسوس ہوا تو لگے وہاں سے بھاگنے۔(۱۲) (ہم نے کہا) بھاگو نہیں بلکہ اپنے مکانوں اور اس عیش و عشرت کے سامان کی طرف لوٹ آؤ جس سے تم مزے اڑا رہے تھے شاید تم سے (حقیقت حال کے متعلق) سوال[۱۲] کیا جائے۔(۱۳)

السلام خود بھی اور ان کے علاوہ دوسرے تمام انبیاء بھی سب کے سب بشر ہی تھے۔ سب بشری تقاضے ان کے ساتھ بھی لگے ہوئے تھے۔ کھانے پینے کے علاوہ وہ سب کے سب موت سے بھی دوچار ہوئے اور آج ان میں سے کوئی بھی زندہ موجود نہیں ہے۔ (نیز دیکھئے سورۂ نحل کا حاشیہ ۴۴-الف)

[۹] البتہ یہ بات ہر نبی سے پیش آتی رہی کہ اس کی دعوت پر کچھ لوگوں نے لبیک کہا اور زیادہ قرآن کے مخالف بن گئے۔ پھر ہم نے اپنے انبیاء اور مومنوں سے فتح و نصرت کے جو وعدے کئے تھے وہ سب پورے کر دیئے اور ایسے لوگوں کو ہم نے بروقت اپنے عذاب سے بچا بھی لیا تھا۔ لیکن جن لوگوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی تھی۔ ان سب کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ یہ بات بھی تم اے قریش مکہ! ان اہل کتاب سے پوچھ سکتے ہو۔

[۱۰] ۞ قرآن میں جو کچھ مذکور ہے تمہیں سے تعلق رکھتا ہے:۔ یعنی اس میں کوئی نرالی داستانیں اور کسی عجیب و غریب ملک کے حالات نہیں ہیں بلکہ تم ہی جیسے لوگوں کے حالات مذکور ہیں۔ تمہارا اپنا ہی حال بیان کیا گیا ہے۔ تمہاری ہی نفسیات اور تمہارے ہی معاملات زندگی زیر بحث ہیں۔ تمہاری ہی فطرت اور ساخت، آغاز اور انجام پر گفتگو ہے۔ تمہارے ہی اخلاقی اوصاف میں سے اچھے اور برے اخلاق کے فرق کو نمایاں کر کے دکھایا جارہا ہے اس کتاب میں کوئی ایسی چیز نہیں جسے سمجھنے سے تمہاری عقل عاجز ہو۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے کہ اگر تم کچھ بھی غور و فکر کرو تو اس میں تمہارے لئے نصیحت اور تمہارا بھلا ہی بھلا ہے۔

[۱۱] یعنی یہ نہیں ہوا تھا کہ ظالم قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد یہ زمین بے آباد اور ویران رہ گئی تھی۔ جبکہ اس زمین کو ہم نے فوراً دوسرے لوگ لا کر آباد کر دیا تھا اور اس کا اگر کچھ نقصان پہنچا تھا تو صرف ظالموں ہی کو پہنچا تھا۔

[۱۲] یعنی اب اپنی مجالس کی مسندوں پر کیوں براجمان نہیں ہوتے۔ تاکہ لوگ آپ کے سامنے اپنی درخواستیں پیش کریں۔ اپنے مسائل حل کروائیں۔ آپ سے مشورے کریں۔ آپ کی رائے پوچھیں۔ اب کہاں جاتے ہو یہیں بیٹھو اور کچھ نہیں تو کم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ

وہ کہنے لگے ہائے افسوس! ہم ہی خطا کار تھے۔ (۱۴) وہ یہی پکارتے رہے تا آنکہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی کی طرح بنا دیا[۱۳] اور وہ بجھ کر وہیں ڈھیر ہو گئے۔ (۱۵) اور ہم نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے انہیں محض کھیل کے طور پر نہیں[۱۴] پیدا کیا۔ (۱۶) اگر ہمارا مقصود کھیل ہی ہوتا تو اگر ہم چاہتے تو اپنے ہاں

از کم بعد میں آنے والوں کو یہی بتا دینا کہ تم پر عذابِ الٰہی کیسے آیا تھا؟ اور کس کس قسم کے حالات پیش آئے تھے؟

[۱۳] عذابِ الٰہی جب آ جائے اس وقت ایمان لانے سے رک نہیں سکتا: اللہ کے نافرمان اور سرکش لوگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ ڈنڈے کے بغیر سیدھے نہیں ہوتے۔ ان پر جب عذابِ الٰہی آ جاتا ہے اور موت اپنے سامنے کھڑی دیکھتے ہیں۔ تو اس وقت اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرنے لگتے ہیں اور ایمان بھی لانے پر فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر جس طرح عذابِ الٰہی یک دم نہیں آن پڑتا اور اس کے آنے کے لئے تدریج و امہال کا قانون مقرر ہے اس طرح اس کے لئے ایک قانون یہ ہے کہ جب آ جائے تو پھر واقع ہو کے رہتا ہے پھر ٹل نہیں سکتا اور اس قوم کا صفحہ ہستی سے نام و نشان تک مٹا دیا جاتا ہے۔

[۱۴] دنیا کس لحاظ سے کھیل تماشا ہے؟ دنیا دار اور اللہ کی یاد سے غافل انسان ہمیشہ یہی سمجھتے رہے ہیں کہ یہ دنیا بس ایک کھیل تماشا ہے۔ ہم یہاں عیش و عشرت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لیے یہاں ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ جتنی عیش و عشرت اپنے لئے مہیا کر سکتا ہے اور جس طرح کر سکتا ہے، کر لے۔ گویا دنیا دار لوگوں کا منتہائے مقصود ہی یہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے بھی دنیا کو متعدد مقامات پر کھیل تماشا قرار دیا ہے مگر یہ بات صرف اس پہلو سے کہ یہ چند روزہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایک کھیل تماشا کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ تھوڑی مدت بعد فنا ہو جانے والی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی اور پائیدار ہے لہٰذا تمہیں اپنی تمام تر توجہ دنیا پر مرکوز کرنے کے بجائے آخرت پر مرکوز کرنی چاہئے۔ یہاں اس مقام پر صرف دنیا کی زندگی پر نہیں بلکہ کائنات کے پورے نظام کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کچھ کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ جس میں اس دنیا کی زندگی بھی شامل ہے جو زمین و آسمان ہی کے سہارے قائم ہے۔ اور انسان کی تمام ضروریات زمین، ہوا، سورج اور بادلوں وغیرہ سے وابستہ ہیں۔ زمین میں اشرف المخلوقات یعنی انسان کو پیدا کیا تو صرف اس لئے نہیں کہ وہ اسے کھیل تماشا سمجھتے ہوئے جیسے چاہے یہاں زندگی گزار کر یہاں سے رخصت ہو جائے اور اس سے کچھ مؤاخذہ نہ ہو۔ خالق کائنات بس یہی تماشا دیکھتا رہے کہ اس دنیا میں لوگ کیسے ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں اور وہ بس دیکھ کر اسے محض تفریح طبع کا ہی سامان سمجھتا رہے۔ جیسا کہ رومی اکھاڑے میں ہوتا تھا کہ انسانوں کا درندوں سے مقابلہ کرایا جاتا تھا اور درندے جس انداز سے انسانوں کو پھاڑ کھاتے تھے۔ بادشاہ اور اس کے درباری یہ منظر دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اور یہ ان کی تفریح طبع کا سامان تھا۔ ایسی بات ہرگز نہیں۔ اگر اللہ کو محض تفریح طبع ہی منظور ہوتی تو اس کے کئی اور بھی طریقے ہو سکتے تھے جن میں ظلم و جور کا نام و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِن كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِندَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾ أَمِ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ

ہی ایسا کر سکتے تھے اگر ہم کرنے والے ہوتے (۱۷) بلکہ ہم باطل [۱۵] پر حق کی ضرب لگاتے ہیں تو حق باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے اور باطل شکست کھا کر بھاگ اٹھتا ہے اور تمہارے لئے ہلاکت ہے ان باتوں کی وجہ سے جو تم بیان کرتے ہو۔(۱۸)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور جو مخلوق (فرشتے) اس کے حضور میں ہیں وہ اس کی بندگی سے اکڑتے نہیں اور نہ ہی وہ اکتاتے [۱۶] ہیں۔(۱۹) وہ دن رات اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کبھی دم نہیں لیتے۔(۲۰) کیا انہوں نے زمین میں ایسے الٰہ بنا رکھے ہیں جو انہیں (عذابِ الٰہی سے مر جانے کے بعد)

نشان تک نہ ہو تا نہ ہی انسان جیسی کوئی ذی شعور اور صاحب ارادہ واختیار مخلوق پیدا کرنے کی ضرورت تھی۔

[۱۵] تخلیق کائنات کا مقصد:۔ بلکہ تخلیق کائنات کا اصل مقصد یہ ہے کہ یہاں میدان کارزار گرم ہو۔ حق و باطل کا معرکہ جاری رہے۔ حق باطل پر حملہ آور ہو اور اس کا کچومر نکال کر بھاگنے پر مجبور کر دے۔ پھر جن لوگوں نے حق کا ساتھ دیا ہو۔ اللہ انہیں اپنے انعامات سے نوازے اور اہل باطل کو تباہ و برباد کر دے۔

باطل کی شکست کیسے ؟ جبکہ بسا اوقات باطل ہی غالب نظر آتا ہے:۔ یہاں ایک اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ باطل قوتیں ہی غالب نظر آتی ہیں اور حق دبا رہتا ہے۔ انبیاء یا بعض دوسرے مصلحین آتے ہیں حق و باطل کا معرکہ ہوتا ہے اور حق غالب آجاتا ہے لیکن تھوڑی دیر بعد پھر باطل سر نکال لیتا ہے اور حق دب جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق کی راہ صرف ایک ہے اور وہ ہے اللہ کی وحدانیت اور اس کائنات پر صرف اسی کا مکمل اقتدار و اختیار۔ جبکہ باطل کی راہیں لاتعداد ہیں۔ وہ اپنے روپ کو بدلتی رہتی ہیں اور اپنے الٰہ بھی۔ حق آتا ہے تو باطل کی راہوں کو مٹا دیتا ہے پھر باطل کسی نئے روپ میں از سر نو جنم لیتا ہے۔ کبھی الٰہ بتوں کو ٹھہرایا جاتا ہے، کبھی شمس و قمر کو، کبھی ستاروں کو، کبھی فرشتوں کو، کبھی جنوں کو، کبھی انسانوں کو، کبھی ان کے آستانوں اور مزاروں کو اور کبھی شجر و حجر وغیرہ کو۔ تو یہ سب راہیں حق کے مقابلہ میں مغلوب ہی رہی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک حق کی راہ ایک ہی رہی ہے اور موجود رہی ہے۔ آج بھی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی۔ توحید کے پرستار قیامت تک موجود رہیں گے۔ خواہ ان کی تعداد کتنی ہی تھوڑی ہو۔ جبکہ باطل کے تمام راستے ہمیشہ سے بگڑتے اور حق سے زک ہی اٹھاتے رہے ہیں۔ اور حق اکثر اوقات دبا رہنے کے باوجود بھی قائم اور برقرار رہتا ہے۔ گویا حق کو جو استقلال میسر ہے وہ باطل کو کبھی نصیب نہیں ہوتا۔

[۱۶] فرشتوں کے وظائف:۔ یعنی فرشتے اللہ کی ایسی مخلوق ہے۔ جو ہر آن اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں اور وہ اللہ کی بندگی کو ناگوار سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ نہایت خوشدلی سے بجالاتے ہیں۔ قرآن نے یہاں یستحسرون کا لفظ استعمال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

زندہ [۱۷] اٹھا کھڑا کریں گے؟ (۲۱) اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور بھی الٰہ ہوتے تو ان دونوں کا نظام درہم برہم [۱۸] ہو جاتا، لہٰذا جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں ان سے اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک

فرمایا ہے اور استحسار ایسی تھکاوٹ یا اکتاہٹ کو کہتے ہیں جو کسی ناگوار کام کے کرنے سے لاحق ہوتی ہے۔ اور ان کی یہ تسبیح بالکل ایسے ہی بلاوقفہ ہوتی ہے جیسے انسان مسلسل سانس لیتا ہے اور اس میں کبھی وقفہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا انسان کی تخلیق سے مقصود محض اپنی عبادت ہی ہوتی تو فرشتے یہ کام بطریقِ احسن بجالا رہے تھے۔ لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ یہاں حق و باطل کا معرکہ بپا ہو اور وہ انسان کو پیدا کرنے اور اسے عقل اور قوت ارادہ و اختیار دینے سے ہی ہو سکتا تھا اور انسانوں کی آزمائش اسی طرح ہو سکتی تھی۔

[۱۷] ۞ الٰہ وہی ہو سکتا ہے جو زندگی بخشے:۔ يُنْشِرُوْنَ کا مطلب ہے کسی بے جان چیز میں روح پھونک کر اسے زندہ کرنا، جلا دینا، اس لحاظ سے اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ آیا ان کے معبودوں میں یہ طاقت ہے کہ جب وہ عذاب الٰہی سے ہلاک ہو جائیں تو ان کے معبود انہیں دوبارہ زندہ کر دکھائیں۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ کیا ان میں یہ طاقت ہے کہ وہ کسی بھی مادہ اور بے جان چیز میں روح پھونک کر اسے زندہ بنا دیں۔ اور اگر وہ یہ کام نہیں کر سکتے تو پھر وہ الٰہ کیسے بن سکتے ہیں؟

[۱۸] ۞ اگر اللہ کے سوا اور بھی الٰہ ہوں تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے:۔ بڑی موٹی سی بات ہے کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ ایک اقلیم کے دو فرمانروا نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ کوئی بھی ادارہ اس وقت تک چل ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کا کرتا دھرتا صرف ایک شخص نہ ہو۔ بلکہ ایک گھر تک کا بھی انتظام اس وقت تک چل نہیں سکتا جب تک کہ سربراہ ایک نہ ہو۔ اور اگر میاں بیوی میں بھی اقتدار کی جنگ ہو تو اس کا نظام بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔ پھر اس عظیم کارخانہ کائنات کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے سربراہ ایک سے زیادہ ہوں؟ چونکہ یہ ایسی عام مثال ہے جس سے ہر شخص کو سابقہ پڑتا ہے۔ لہٰذا اس کے مختلف پہلوؤں پر ہر شخص خود بھی غور کر سکتا ہے یہاں تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے۔ جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ایک بادشاہ نے اپنے تحت بے شمار امیر وزیر رکھے ہوتے ہیں جو تدبیر مملکت میں اس کی مدد کرتے ہیں اور وہ اس کے محکوم ہی ہوتے ہیں۔ اس کے برابر کی چوٹ نہیں ہوتے یہی صورت ہمارے معبودوں کی ہے۔ اللہ نے کچھ برگزیدہ ہستیوں کو کچھ اختیارات تفویض کر رکھے ہیں۔ جو اس کے محکوم اور اس کے بندے ہی ہیں۔ تاہم اللہ نے انہیں بھی کچھ اختیارات تفویض کر رکھے ہیں۔ اس دلیل میں سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی معرفت کو سمجھا ہی نہیں۔ بادشاہ ایک عاجز مخلوق ہے۔ وہ خود نہ ہر ایک کی فریاد سن سکتا ہے اور نہ سلطنت کا انتظام چلا سکتا ہے۔ اسے مددگاروں کی احتیاج ہے، ان کے بغیر اس کا کام چل ہی نہیں سکتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ایسی تمام کمزوریوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ
قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ

ہے۔ (۲۲) جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا البتہ ان سے ضرور [۱۹] باز پرس ہو گی۔ (۲۳) کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے الٰہ بنا رکھے ہیں؟ آپ ان سے کہئے: "اس پر اپنی کوئی دلیل [۲۰] تو لاؤ"
یہ ذکر (قرآن) ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو میرے ساتھ ہیں اور یہ ذکر (تورات وانجیل وغیرہ) ان لوگوں کے لئے بھی جو مجھ سے پہلے تھے۔ مگر ان میں سے اکثر حق بات کو جانتے نہیں لہٰذا اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ (۲۴) اور آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف [۲۱] یہی وحی کرتے رہے کہ "میرے سوا

سے پاک ہے۔ اسے کسی طرح کے مددگاروں کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر ایک کی فریاد خود سنتا ہے اور قبول کرتا ہے اور سارے نظام کائنات کو خود ہی چلا رہا ہے اور ان کاموں کے لئے اسے کسی کی مطلق احتیاج نہیں ہے اور جو فرشتے مدبراتِ امر ہیں۔ انہیں بھی کچھ اختیارات تفویض نہیں کئے گئے بلکہ وہ اللہ ہی کے حکم کے پابند اور اس حکم کے سامنے مجبور و بے بس ہوتے ہیں۔

[۱۹] ۞ جو مسئول ہے وہ الٰہ نہیں ہو سکتا:۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کائنات کا ایسا مطلق العنان اور مختار کل فرمانروا ہے کہ کائنات میں جو کچھ بھی کرے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں۔ جبکہ اس کے سوا جتنی بھی مخلوق ہے سب اس کے سامنے جوابدہ ہیں۔ اور الٰہ وہی ذات ہو سکتی ہے جس میں یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی ہو۔ یعنی وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہو۔ اور جس سے باز پرس ہو سکتی ہے وہ الٰہ نہیں ہو سکتا۔

[۲۰] ۞ کسی الہامی کتاب سے شرک کی تائید نہیں ہو سکتی:۔ پہلے دو دلائل عقلی تھے جو اثبات توحید اور شرک کے ابطال پر پیش کئے گئے تھے۔ اب نقلی دلیل کا ذکر کیا کہ ان سے پوچھو کہ ان معبودوں کے جواز پر تمہارے پاس کوئی نقلی دلیل ہے؟ اگر ہے تو لاؤ دکھاؤ۔ یہ قرآن بھی موجود ہیں۔ جو میرے دور کے لوگوں اور میرے بعد آنے والوں کے لئے الہامی کتاب ہے اور تورات وانجیل بھی موجود ہیں جو مجھ سے پہلے کے لوگوں کے لئے راہ ہدایت تھیں۔ ان میں سے کسی میں بھی یہ بات لکھی ہوئی دکھا دو کہ اللہ نے فلاں فلاں کو فلاں فلاں اختیارات تفویض کر رکھے ہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ کوئی فرمانروا اگر اپنے لئے کوئی نائب یا مددگار یا میر وزیر مقرر کرتا ہے تو ان کا ریکارڈ بھی اس کے پاس موجود ہوتا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اتنی جاہل ہے کہ ان باتوں کی طرف غور ہی نہیں کرتی۔ بس تقلیدِ آباء کی گھسی پٹی راہ پر اندھا دھند بھاگے جا رہی ہے۔

[۲۱] مشرکوں سے ایسی دلیل کے مطالبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود ہی یہ وضاحت فرما دی کہ میں نے تو جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتا رہا کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ پھر ان منزل من اللہ کتابوں میں کوئی ایسی بات نکل بھی کیسے سکتی ہے جس میں شرک کے لئے جواز کی سند موجود ہو؟ اور اتفاق کی بات ہے کہ سابقہ الہامی کتب میں اگرچہ بہت سی تحریف ہو چکی ہے پھر بھی وہ توحید ہی کے دلائل مہیا کرتی ہیں ان میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے شرک کی تائید ہو سکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾
لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ

کوئی الٰہ نہیں۔ لہٰذا صرف میری ہی عبادت کرو" (۲۵) (مشرکین) کہتے ہیں کہ رحمٰن کی اولاد [۲۲] ہے۔ اللہ ایسی باتوں سے پاک ہے، بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں۔ (۲۶) وہ اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے بس اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ (۲۷) اللہ ان بندوں کے سامنے کے (ظاہری) احوال کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ احوال کو بھی۔ اور وہ صرف اسی کے حق [۲۳] میں سفارش کر سکیں گے جس کے لئے اللہ راضی ہو اور وہ ہمیشہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ (۲۸) اور ان میں سے جو شخص یہ کہے کہ: "اللہ کے علاوہ میں بھی الٰہ [۲۴] ہوں" اسے

[۲۲] ❁ فرشتے اللہ کی اولاد نہیں بلکہ اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں:۔ یہ خطاب صرف مشرکین مکہ کو ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ کیونکہ آگے اسی بات کی وضاحت آ رہی ہے۔ یہ فرشتے اللہ کے دست بستہ غلام ہیں اور معزز اس لحاظ سے ہیں کہ ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ باادب اتنے ہیں کہ اللہ کے حضور کوئی بات ہی نہیں کرتے بس صرف حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ اور جب انہیں کوئی حکم دیا جاتا ہے تو فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں۔

[۲۳] ❁ فرشتوں کی سفارش اور شفیع پر پابندیاں:۔ مشرکین مکہ دو وجوہ سے فرشتوں کی عبادت کرتے تھے۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کی اولاد ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ وہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور اللہ کے حضور ہمارے قرب کا ذریعہ ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ سفارش نہیں کریں گے کیونکہ کتاب و سنت کی رو سے انبیاء و صالحین فرشتوں اور خود قرآن کا سفارش کرنا ثابت ہے۔ بلکہ یوں فرمایا کہ وہ سفارش صرف اس کے حق میں کر سکیں گے جس کے حق میں سفارش اللہ کو منظور ہو اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ فرشتوں کو علم غیب نہیں ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ جس کے حق میں وہ سفارش کر رہے ہیں اس کے اعمال کی کیا صورت اور کیفیت ہے اور یہ حالات صرف اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ اس لئے سفارش صرف انہی کے حق میں کر سکیں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور وہ اللہ سے ڈرتے بھی رہتے ہیں پھر اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش کیسے کر سکیں گے۔ اب اگر کسی کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ اسے سفارش کی اجازت ملے گی بھی یا نہیں۔ پھر بالخصوص فلاں شخص کے حق میں ملے گی یا نہیں تو پھر ایسے بے اختیار شفیع اس بات کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں کہ ان کے آگے سر نیاز خم کیا جائے اور اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے ان کے آگے دست سوال دراز کیا جائے یا انہیں پکارا جائے۔

[۲۴] ان سب باتوں کے باوجود اگر کوئی شخص بالفرض اپنی خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ جیسا کہ فرعون اور نمرود جیسے کئی سرکش انسانوں نے کیا تھا تو یہ ان کا اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے اور وہ دوہرے تہرے مجرم ہیں۔ ان ظالموں کو ہم جہنم میں پھینک دیں گے اور ان کے جرائم کے مطابق انہیں قرار واقعی سزا دیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۹ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي
الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱ وَجَعَلْنَا

ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔(۲۹)

کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین آپس میں گڈ مڈ[۲۵] تھے پھر ہم نے انہیں الگ الگ کیا اور ہر جاندار[۲۶] چیز کو پانی سے زندگی بخشی کیا پھر بھی یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کی خلاّقی) پر ایمان نہیں لاتے؟(۳۰) اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ وہ انہیں لے کر ہچکولے نہ کھائے[۲۷]۔ نیز اس میں کشادہ[۲۸] راہیں بنا دیں تاکہ لوگ راستہ معلوم[۲۹] کر لیں۔(۳۱) اور آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا۔ پھر

[۲۵] ❁ رتق اور فتق کا لغوی مفہوم:۔ اس آیت میں رتق اور فتق کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ رتق کے معنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا مل کر جڑ جانا اور چسپیدہ ہونا ہے اور فتق کے معنی ایسی گڈ مڈ شدہ اور جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کر دینا ہے۔ اس آیت میں کائنات کا نقطہ آغاز بیان کیا گیا ہے کہ ابتداءً صرف ایک گڈ مڈ اور کئی چیزوں سے مخلوط مادہ تھا۔ اسی کو کھول کر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور دوسرے اجرامِ فلکی کو پیدا فرمایا۔

[۲۶] ❁ ہر چیز کی تخلیق پانی سے ہے:۔ ہر وہ چیز جس میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہوں اس کی زندگی کا سبب پانی ہی ہوتا ہے اور اس میں نباتات، حیوانات سب شامل ہیں۔ اور ایسی تمام اشیاء پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے جیسے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ﴾ (۲۴:۴۵) اس لحاظ سے اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہر چیز کی پیدائش میں پانی کی موجودگی ضروری ہے اگرچہ یہ غالب عنصر کے طور پر نہ ہو۔ جیسے انسان کی پیدائش میں غالب عنصر مٹی ہے اور جنوں کی پیدائش میں آگ۔ اور اس کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ تمام موجودات میں پانی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتاب و سنت میں یہ صراحت ہے کہ ایک وقت ایسا تھا جب صرف پانی ہی پانی تھا اور اس پر اللہ کا عرش تھا اور پانی کے علاوہ کوئی دوسری چیز موجود نہ تھی۔ پھر ہر طرح کی تخلیق کا آغاز پانی سے ہی ہوا۔ حتیٰ کہ جمادات میں بھی پانی کا کچھ نہ کچھ حصہ موجود ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ جڑی ہوئی ہے اگر اس سے پانی کو ختم کر دیا جائے تو وہ چیز ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

[۲۷] اس جملہ کی تشریح کے لئے دیکھئے سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۵ کا حاشیہ۔

[۲۸] ❁ آغازِ کائنات:۔ یعنی پہاڑ پیدا کئے۔ پھر ان میں وادیاں اور ندی نالے بن گئے۔ انہیں ندی نالوں سے نشیب و فراز کو معلوم کر کے انسان کو ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک پہنچنے کے لئے راستوں کی نشاندہی ہوتی گئی۔ پھر اس زمین میں اور کئی طرح کی علامات پیدا کر دیں۔ کہیں گھاٹیاں ہیں، کہیں چھوٹے پہاڑ، کہیں درے، کہیں بڑے بڑے پہاڑ اور ندی نالے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کی ساخت بھی ایسی بنا دی ہے کہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک پہنچنے کی راہ بن جاتی ہے یا بنائی جا سکتی ہے۔

[۲۹] اس جملہ کے بھی دو مطلب ہیں۔ ایک تو واضح ہے کہ زمین میں چلنے پھرنے کے لئے راہ پالیں۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۚۖ وَّ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ وَ
الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ الۡخُلۡدَ ؕ اَفَا۟ئِنۡ

بھی یہ لوگ اللہ کی نشانیوں کی طرف توجہ [۳۰] نہیں کرتے۔(۳۲) وہی تو ہے جس نے رات اور دن، اور سورج اور چاند کو پیدا کیا یہ سب (سیارے اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے [۳۱] ہیں۔(۳۳)

(اے نبی) آپ سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کے لئے دائمی زندگی تو نہیں رکھی، اگر آپ مر جائیں تو کیا یہ

کہ اللہ کی ان نشانیوں میں غور و فکر کر کے اللہ کی معرفت اور حقیقتِ حال معلوم کر سکیں۔

[۳۰] کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ایسی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن میں غور کرنے سے بآسانی انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ان اشیاء کو پیدا کرنے والی اور ان میں نظم و ضبط بر قرار رکھنے والی ضرور کوئی نہ کوئی ہستی موجود ہے جو نہایت با اختیار، علیم اور مقتدر ہے کہ ان تمام اشیاء پر کنٹرول کر رہی ہے اور وہ ایک ہی ہو سکتی ہے اور یہ لوگ جو کسی نئی نشانی یا کسی نئے معجزہ کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان نشانیوں کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے اگر وہ توجہ دیتے تو پھر انہیں کسی معجزہ کے مطالبہ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

[۳۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نام تو دو سیاروں سورج اور چاند کا لیا اور بعد میں فرمایا "سب (اپنے اپنے) فلک میں تیر رہے ہیں۔ جس سے بہت سے حقائق کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) سَبَحَ کے معنی پانی یا فضا میں تیرنا یا تیز رفتاری سے گزر جانا ہے۔ گویا سیارے فضا یا خلا میں تیز رفتاری سے گردش کر رہے ہیں۔

(۲) ۞ شمس و قمر کی گردش:۔ سورج اور چاند کے علاوہ بھی جتنے سیارے ہیں وہ سب کے سب محو گردش ہیں۔

(۳) ۞ زمین کی گردش کے متعلق مختلف نظریات:۔ چاند کی طرح سورج بھی یقیناً محو گردش ہے۔ یہاں ایک نہایت اہم سوال سامنے آتا ہے۔ جو یہ ہے کہ آیا ہماری زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھوم رہا ہے یا سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد گھوم رہی ہے؟ یہ ایسا سوال ہے جس کے جواب میں آج تک چار مختلف نظریات پیش آ چکے ہیں۔ ابتدائی نظریہ یہی تھا کہ ہماری زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھومتا ہے۔ جیسا کہ بظاہر سب کو نظر آتا ہے۔ تقریباً ساڑھے پانچ سو سال قبل مسیح میں یونان کے ایک فلاسفر اور ہیئت دان نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج ساکن ہے اور ہماری زمین اس کے گرد گھوم رہی ہے۔ نیز ہماری زمین کے علاوہ اور بھی بہت سے سیارے ہیں جو سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔ بعد ازاں چوتھی صدی قبل مسیح میں بطلیموس فلاسفر نے علم ہیئت کے متعلق وہی پہلا نظریہ پیش کیا کہ حقیقت میں ہماری زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھوم رہا ہے۔ بطلیموس علم ہندسہ ہیئت اور نجوم میں استادِ وقت اور یکتائے روزگار تھا۔ اس نے اجرامِ فلکی کی تحقیق کے لئے ایک رصد گاہ بھی تیار کی ہوئی تھی۔ علم ہیئت پر اس کی کتاب "مجسطی" نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ یہ تیسرا بطلیموسی نظریہ اپنے تمام معتقدات سمیت تقریباً ۱۸۰۰ سو سال تک دنیا بھر میں مشہور و مقبول رہا۔ بالآخر یورپ کے ایک ہیئت دان کوپرنیکس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۴۷۳ء۔۱۵۴۳ء) نے سولہویں صدی کے آغاز میں یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے اور ہماری زمین اپنے محور کے گرد بھی گھومتی ہے اور سورج کے گرد بھی سال بھر میں ایک چکر لگاتی ہے۔ لیکن کوپرنیکس کے بعد ایک دوسرے ہیئت دان ٹیکو براہی نے کوپرنیکس کے نظریے کو رد کر دیا اور تھوڑی سی ترمیم کے بعد اسی پہلے بطلیموسی نظریہ کو ہی صحیح قرار دیا۔ جس میں زمین کو ساکن قرار دیا گیا ہے اور سورج اور دوسرے تمام سیارے اس کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔ بعد ازاں اٹلی کے ایک ہیئت دان گیلیلیو نے ایک دوسرے ہیئت دان (ہالینڈ) کی مدد سے کئی قسم کی دور بینیں تیار کر کے اجرام فلکی کا مشاہدہ کیا تو کوپرنیکس کے نظریہ کو بہت درست پایا۔ جو اس بارے میں چوتھا نظریہ تھا۔ بعد ازاں کئی ہیئت دانوں نے اس نظریہ کی تائید کی اور آج کے دور میں یہی نظریہ رائج اور درست سمجھا جا رہا ہے کہ سورج ساکن ہے اور نو ستارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں اور یہ امکان بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ ہمارا سورج اپنے پورے خاندان (نظامِ شمسی) سمیت اپنے سے کسی بڑے سورج کے گرد گھوم رہا ہو۔

زمین کی گردش کے متعلق ہمیں کتاب و سنت میں کوئی صراحت نہیں ملتی کہ آیا وہ ساکن ہے یا متحرک؟ البتہ دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ زمین بھی ایک سیارہ ہے اور گول ہے لہٰذا وہ بھی کل کے حکم میں داخل ہو اور حرکت کر رہی ہو۔ البتہ سورج کے متعلق کتاب و سنت میں بالصراحت مذکور ہے کہ وہ حرکت کر رہا ہے اور اس حرکت سے مراد محض محوری گردش ہی نہیں۔ بلکہ جریان یا یَسبَح کے الفاظ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنا اور کرتے جانا مراد ہے۔ گویا موجودہ ہیئت دانوں کا احتمال محض احتمال نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ سورج معہ اپنے خاندان اپنے سے کسی بڑے سورج (یعنی شمس الشموس یا ثابت الثوابت) کے گرد گھوم رہا ہے۔

(۴) ❁ **افلاک اور ان کی گردش:۔** اس آیت میں فلک کا استعمال ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ گو اردو زبان میں آسمان ہی کر لیا جاتا ہے تاہم اس سے مراد وہ سات آسمان نہیں جن کی تعداد کتاب و سنت میں (سبع سماوات) بتائی گئی ہے۔ بلکہ اس سے مراد سیاروں کے مدار (Orbits) یا وہ راستے ہیں جن پر وہ گھوم رہے ہیں۔ بطلیموسی نظریہ کے مطابق سیارے سات تھے اور افلاک بھی سات ہی تھے۔ پہلے فلک پر چاند دوسرے پر عطارد، تیسرے پر زہرہ، چوتھے پر سورج، پانچویں پر مریخ، چھٹے پر مشتری اور ساتویں پر زحل ہے۔ ان سات افلاک کو سات سیاروں سے منسوب کیا گیا ہے۔ پھر ان کے اوپر آٹھواں فلک ہے جس کو فلک ہشتم، فلک ثوابت اور فلک البروج بھی کہتے ہیں۔ اس آٹھویں فلک کے دائرہ کو ۱۲ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کو ایک برج قرار دیا ہے۔

۵۔ بطلیموسی نظریہ کے مطابق صرف سیارے ہی محو گردش نہیں بلکہ یہ افلاک بھی گردش کرتے ہیں۔ اور ان سیاروں اور افلاک کی گردش کے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ غالب کے درج ذیل شعر سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان ...... ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

اس آیت میں سیاروں کی گردش کا تو ذکر موجود ہے لیکن یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہ فلک (مدار) گردش نہیں کرتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ
وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۗ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ
اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا

ہمیشہ زندہ [۳۲] رہیں گے؟(۳۴) ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے اور ہم تو تمہیں اچھے اور برے حالات (دونوں طرح) سے آزماتے ہیں [۳۳] اور بالآخر تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے۔(۳۵)

اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو بس مذاق ہی اڑاتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے؟" جبکہ وہ خود رحمٰن [۳۴] کے ذکر کے منکر ہیں۔(۳۶) انسان جلد باز مخلوق ہے عنقریب میں تمہیں

[۳۲] ❁ **ہجرتِ حبشہ اور کفار کی پریشانی:۔** جب کفارِ مکہ کے ظلم و ستم اور چیرہ دستیوں سے تنگ آکر ۸۰ کے قریب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ تو قریش مکہ کے سب گھروں میں کہرام مچ گیا۔ کیونکہ مشکل ہی سے کوئی گھرانا ایسا بچا رہ گیا ہو گا جس کے کسی لڑکے یا لڑکی نے ہجرت نہ کی ہو۔ ان لوگوں کو اپنی ایذا رسانیوں کا تو خیال تک نہ آتا تھا مگر یہ ضرور سمجھتے تھے کہ ہمارے گھروں کی بربادی کا باعث صرف یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ لہٰذا وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اگر یہ شخص مر جائے تو ہمارے گھر پھر سے آباد ہو سکتے ہیں۔ پھر وہ آپ کے لئے موت کی بددعا بھی کرتے تھے۔ اس آیت میں انہی لوگوں کو مخاطب کر کے بتایا جا رہا ہے کہ موت ہر ایک کو آنے والی ہے۔ پہلے بھی سب لوگ گزر چکے اور اس نبی کو بھی اپنے وقت پر موت آنے والی ہے۔ مگر تم بتاؤ کہ تم موت سے بچ سکتے ہو۔ وہ تو تمہیں بھی آکے رہے گی اور کیا معلوم کہ تم سے اکثر اس سے پہلے ہی مر جائیں۔

[۳۳] ❁ **فتنہ کا مفہوم:۔** فتنہ سے مراد ایسی آزمائش ہے جس کا انسان کو پتہ بھی نہ چلے اور وہ اندر ہی اندر اپنا کام کئے جا رہی ہو۔ جیسے مال اور اولاد اور دوسری مرغوبات کی محبت انسان کے لئے فتنہ ثابت ہوتی ہے۔ اس آیت میں خیر سے مراد مال و دولت کی فراوانی اور خوشحالی کا زمانہ ہے اور شر سے مراد تنگ دستی اور بدحالی کا دور۔ اور اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہی انسان کی آزمائش کرتا رہتا ہے۔ ایک مومن تو خوشحالی کے اوقات میں اللہ کا شکر ادا کر کے اور تنگ دستی کے دور میں مصائب پر صبر کر کے اس آزمائش میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دنیوی اور اخروی انعامات کا مستحق بن جاتا ہے۔ لیکن ایک دنیادار پر جب مال و دولت کی فراوانی اور خوشحالی کا دور آتا ہے تو اس کا دماغ ہی درست نہیں رہتا اور اس میں فرعونیت اور تکبر آ جاتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور اگر برے دن آ جائیں تو صبر کرنے کے بجائے کفر و شرک کی راہوں پر جا پڑتا ہے اور در در پر اپنی ناک رگڑنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ دنیا و آخرت میں اللہ کے غضب کا مستحق بن جاتا ہے۔

[۳۴] ❁ **مشرکوں کا اپنے معبودوں کو آپ سے برتر سمجھنا اور آپ کا مذاق اڑانا:۔** مشرکین مکہ کے نزدیک ان کے اپنے معبودوں کی شان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بہت ارفع و اعلیٰ تھی۔ لہٰذا وہ آپ کو دیکھ کر ازراہِ مذاق و استہزا یوں کہتے کہ دیکھو یہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کی باتیں کرتا ہے (یعنی ان کے مقابلہ میں اس کی اوقات ہی کیا ہے؟) حالانکہ آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ

اپنی نشانیاں دکھادوں گا لہٰذا جلدی کا مطالبہ [۳۵] نہ کرو۔ (۳۷) نیز وہ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو وعدہ (عذاب) کب پورا ہوگا۔ (۳۸) کاش یہ کافر لوگ اس وقت کا علم رکھتے جب وہ آگ سے نہ تو اپنے چہروں [۳۶] کو بچا سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں کو اور نہ ہی انہیں کہیں سے مدد مل سکے گی۔ (۳۹) بلکہ وہ عذاب

ان کے معبودوں کو نہ گالی دیتے تھے اور نہ برا بھلا کہتے تھے۔ اور کہتے تھے تو صرف یہ کہتے تھے کہ تمہارے یہ معبود تمہارا نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ سنوار سکتے ہیں۔ اور اسے ہی وہ اپنے لئے سب سے بڑی گالی سمجھتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک آپ کے اس نظریہ سے ان کے معبودوں کی، ان کی اپنی اور ان کے آباؤ واجداد کی سب کی توہین ہو جاتی تھی۔ اب وہ سنجیدگی سے معاملہ کو سمجھنے کی کوشش تو کرتے نہیں تھے۔ مگر ضد اور تعصب میں آکر آپ کا مذاق اڑانے لگتے تھے۔ اور اس کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ جب اس ہستی کا ذکر ہوتا جو فی الواقع ہر ایک کے نفع و نقصان کی مالک ہے تو انہیں یہ تکلیف شروع ہو جاتی کہ اللہ اکیلے کا کیوں ذکر کرتا ہے اور ہمارے معبودوں کو کیوں ساتھ شامل نہیں کرتا، حالانکہ اللہ کو وہ خود بھی اپنے معبودوں سے بڑا معبود سمجھتے تھے اور جب موت سامنے کھڑی نظر آتی تو اسے ہی پکارتے تھے۔ لہٰذا اللہ اکیلے کو پکارنے میں بھی تکلیف ہوتی تھی۔ اور رحمٰن کے لفظ سے تو نہیں ویسے بھی چڑ تھی جیسا کہ پہلے سورہ رعد کی آیت نمبر ۳۰ کے حاشیہ نمبر ۳۹ میں گزر چکا ہے۔

[۳۵] انسان کی جلد بازی کی آرزو اور اس کا جواب:۔ یعنی جلد بازی انسان کی سرشت میں داخل ہے۔ وہ چاہتا یہ ہے کہ جو خواہش اس کے دل میں پیدا ہوئی ہے وہ جلد از جلد وقوع پذیر ہو جائے۔ خواہ یہ خواہش اچھی ہو یا بری۔ اس آیت میں چونکہ انسان کی فطرت کا ذکر ہوا ہے۔ لہٰذا اس آیت کے مخاطب مسلمان بھی ہو سکتے ہیں اور کافر بھی۔ بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے سلسلہ میں قرآن میں مذکور وعید سنائی کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرو گے، ان کا مذاق اڑاؤ گے یا یہ راستہ روکو گے تو تم پر اللہ کا عذاب آئے گا۔ جیسا کہ سابقہ اقوام پر آچکا ہے۔ اب کافر یہ سوچتے تھے کہ اس دعوت کا علی الاعلان انکار بھی کر رہے ہیں اور صرف انکار ہی نہیں ان مسلمانوں پر سختیاں بھی کر رہے ہیں۔ اور اتنی مدت گزر چکی ہے ہمارا تو بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ لہٰذا اب وہ بے باک ہو کر کہنے لگے کہ یہ روز روز کی تکرار چھوڑو اور جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو وہ لے کیوں نہیں آتے؟ اور ممکن ہے کہ بعض مسلمانوں کو بھی یہ خیال آتا ہو کہ ان ظالموں پر اگر فوراً عذاب آجائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ہر کام کا میرے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے اور وقت معین ہے۔ لہٰذا اپنے وقت پر تمہیں ایسی سب نشانیاں دکھا دی جائیں گی اور ان نشانیوں کے وقوع پذیر ہونے کی داغ بیل آپ کے واقعہ ہجرت سے ہی پڑ گئی تھی۔

[۳۶] یعنی ان کے اس مطالبہ کی وجہ صرف یہ ہے کہ جس آگ کے عذاب سے انہیں ڈرایا جاتا ہے اس پر ان کا یقین ہی نہیں۔ اگر ان پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے اور وہ اس ہولناک گھڑی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی ایسی درخواست نہ کریں۔ پھر جب وہ وقت سامنے آجائے گا اور انہیں آگے سے پیچھے سے، دائیں سے بائیں سے، اوپر سے، نیچے سے غرض ہر طرف سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
ع ٣ ١٢ ٣ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَن
يَكْلَؤُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ ۗ بَلْ هُمْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ
تَمْنَعُهُم مِّن دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُم مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا
هَٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ

یکدم ان پر آپہنچے گا جو ان کے اوسان خطا کر دے گا پھر نہ تو یہ اسے دفع کر سکیں گے اور نہ ہی انہیں کچھ مہلت ملے گی۔(۴۰) (اے نبی) آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا جا چکا ہے۔ مگر ان کا مذاق اڑانے والے اسی چیز میں خود گھر گئے جس کا[۳۷] وہ مذاق اڑاتے تھے۔(۴۱) آپ ان سے پوچھئے: کون ہے جو رات اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت[۳۸] کرتا ہے؟ بلکہ یہ لوگ تو اپنے پروردگار کے ذکر تک سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔(۴۲) کیا ان کے کچھ ایسے الٰہ ہیں جو ہمارے مقابلہ میں ان کو بچا سکیں؟ وہ تو خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور نہ انہیں ہماری تائید حاصل ہے۔(۴۳) بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے انہیں اور ان کے آباء واجداد کو طویل مدت[۳۹] تک سامانِ زیست سے فائدہ پہنچایا۔ کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اس کی مختلف سمتوں سے

آگ گھیرے ہوئے ہوگی تو اس سے بچاؤ کی انہیں کوئی صورت نظر نہ آئے گی۔ اور آج جو کچھ یہ باتیں بنا رہے ہیں اس دن ایسے حواس باختہ ہوں گے کہ ان میں سے کوئی بات بھی انہیں یاد نہ رہے گی۔

[۳۷] اللہ کے جس عذاب کی وعید کا مذاق اڑاتے تھے۔ اسی عذاب میں پھنس گئے۔ ان کا مذاق خود انہی پر الٹ پڑا اور اس کے وبال میں ایسے گرفتار ہوئے کہ اب دوسرے لوگ ان کا مذاق اڑانے لگے۔

[۳۸] ان کافروں کی کرتوتیں تو اس لائق ہیں کہ انہیں کسی وقت بھی رات کو یا دن کو اللہ کا عذاب آلے۔ یہ تو اللہ کی رحمت واسعہ اور اس کی خاص مہربانی ہے کہ لوگوں کی خطاؤں پر فوری گرفت نہیں کرتا۔ اور اگر اس کا عذاب آجائے تو ان کے پاس وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے وہ اللہ کے عذاب سے بچ سکیں گے؟ یا وہ کون سی ہستی ہے جو اللہ کے علاوہ انہیں عذاب سے بچا سکتی ہے۔ دراصل یہ اللہ کے قانون تدریج و امہال کا، جو لوگوں کے لئے سراسر رحمت ہے، مذاق اڑا رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں چاہئے یہ تھا کہ ایسے مالک کے احسان مند ہوتے جو ان کی خطاؤں کے باوجود مہلت دیئے جاتا ہے۔ لیکن ان کی یہ حالت ہے کہ اس کا ذکر تک سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔

[۳۹] ۞ خوشحالی انسان کو اللہ سے غافل کر دیتی ہے:۔ یعنی ان قریش مکہ کی حالت یہ ہے کہ ایک طویل مدت سے ان پر سختی کا کوئی دور نہیں آیا۔ کعبہ کی تولیت کی بنا پر ان کی عرب بھر میں عزت ہے۔ ان کے تجارتی قافلوں پر کوئی بھی قبیلہ ڈاکہ ڈالنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بلکہ جس قافلے کو یہ لوگ پروانہ راہداری دے دیں۔ وہ بھی لوٹ مار سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَطْرَافِهَآ أَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ إِنَّمَآ أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ إِذَا مَا
يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾
وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۖ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ

گھٹاتے چلے آرہے ہیں۔ پھر کیا یہی غالب[۴۰] رہیں گے۔(۴۴) آپ ان سے کہئے کہ: میں تو وحی کے ذریعہ ہی تمہیں ڈراتا ہوں۔ مگر جنہیں ڈرایا جائے وہ ہی بہرے[۴۱] ہوں تو وہ پکار کو نہیں سن سکتے۔(۴۵) اور اگر انہیں تیرے پروردگار کے عذاب کی ایک لپٹ بھی چھو جائے تو فوراً بول اٹھیں۔ افسوس! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔(۴۶) اور ہم روز قیامت انصاف[۴۲] کے ترازو رکھیں گے اور کسی کی کچھ بھی حق تلفی نہ ہو گی اور اگر کسی کارائی کے

سردی اور گرمی کے تجارتی سفروں کی بنا پر بہت دولت کما رہے ہیں اور آسودہ حال ہیں۔ اسی آسودہ حالی نے انہیں اللہ اور اس کی یاد سے غافل بنادیا ہے۔ اب ان کے دماغ اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک یہ اللہ کے عذاب کا مزا نہ چکھ لیں۔

[۴۰] زمین کو گھٹانے کا مطلب:۔ یہ لوگ بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کو روکنے کی ان کی ساری تدبیروں اور کوششوں کے باوجود اسلام دن بدن بڑھتا اور پھیلتا جارہا ہے اور جوں جوں اسلام پھیل رہا ہے ان پر از خود عرصۂ حیات تنگ ہوتا جارہا ہے اور ان کی پریشانیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس علاقہ میں اسلام آگیا وہاں سے کفر رخصت ہوا اور کفر کی سرزمین گھٹ گئی۔ اور یہ سلسلہ بدستور جاری رہے گا کفر کا علاقہ یا سرزمین گھٹتی، سمٹتی اور سکڑتی جائے گی اور اسلام کی سرزمین بڑھتی جائے گی۔ جس کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود کیا اب بھی وہ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ وہ اسلام کو دبا لینے میں کامیاب ہو جائیں گے اور بالآخر انہیں کا بول بالا رہے گا؟

[۴۱] اصل بات ہے کہ یہ ابھی تک اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں۔ نہ وقت کی آواز کو سنتے ہیں اور نہ ہی وقت کی رفتار دیکھنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں اور اگر انہیں اللہ کا پیغام سنایا جائے اور اخروی انجام سے ڈرایا جائے تو سننے کی زحمت تک گوارا نہیں کرتے۔ یہ لوگ دراصل لاتوں کے بھوت ہیں۔ جب تک انہوں نے اللہ کے عذاب کا مزا نہ چکھا، اپنی خواب غفلت سے کبھی بیدار نہ ہوں گے۔ اس وقت وہ اپنی خطاؤں اور کوتاہیوں کا اعتراف تو کرنے لگیں گے۔ مگر اس وقت ان کے اعتراف کا کچھ فائدہ نہ ہو گا۔

[۴۲] اعمال کا وزن کیسے ہو گا' میزان الاعمال کی حقیقت:۔ اس آیت میں مَوَازِیْنَ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو میزان بمعنی ترازو کی جمع ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص کے لئے الگ الگ ترازو رکھا جائے اور دوسرا یہ کہ مختلف اعمال کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ترازو ہوں۔ یہ حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اعمال کی حقیقت کا صحیح صحیح اندازہ کرنے کے لئے کس قسم کا ترازو استعمال ہو گا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص پورے خشوع و خضوع کے ساتھ وقت پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔ دوسرا بھی جماعت میں شامل ہوتا ہے مگر گرانبار طبیعت کے ساتھ اور اللہ کی یاد کی بجائے دوسرے ہی خیالات میں مستغرق رہتا ہے اور اس کی نماز ایسے ہوتی ہے جیسے کوئی خود کار آلہ ہو جس کا سوئچ دبا دیا گیا ہو۔ اب ظاہر ہے کہ اجر کے لحاظ سے ان دونوں کی نمازوں میں نمایاں فرق ہے اگرچہ ظاہری شکل و صورت ایک ہی جیسی ہے۔ پھر یہ باطنی معاملات ایسے ہیں جن کا صحیح علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا کہ فلاں شخص کے فلاں عمل میں حقیقت کتنی ہے اور وزن تو اعمال کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَيۡنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ الۡفُرۡقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكۡرًا لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۙ﴿۴۸﴾ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَهُمۡ مِّنَ السَّاعَةِ

دانہ برابر بھی عمل ہو گا تو وہ بھی سامنے لائیں گے اور حساب کرنے کو ہم کافی ہیں۔(۴۷) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو جو کتاب (تورات) دی تھی وہ (حق و باطل میں) فرق کرنے والی تھی اور ایسے پرہیزگاروں کے لئے روشنی اور نصیحت [۴۳] تھی۔(۴۸) جو اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ روز

حقائق کا ہو گا جیسے ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَالۡوَزۡنُ يَوۡمَئِذِ ۨالۡحَقُّ﴾ (۷:۸)

❁ حدیث بطاقہ:۔ اور اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جو حدیث بطاقہ کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی قیامت کے دن ایک شخص کو پکارا جائے گا جس کے ننانوے گناہوں کے دفتر ہوں گے اور اس سے پوچھا جائے گا کہ دیکھو کہ ان دفتروں کے مندرجات درست ہیں اور میرے کراماکاتبین نے تجھ پر کچھ زیادتی تو نہیں کی؟ وہ کہے گا اے پروردگار! یہ سب کچھ درست ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا تمہاری کچھ نیکیاں بھی ہیں؟ وہ کہے گا، کوئی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہاری نیکیاں بھی ہیں اور آج کے دن کسی پر ظلم نہیں ہو گا۔ پھر اس کے لئے ایک پرچی نکالی جائے گی جس پر اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ درج ہو گا۔ وہ کہے گا اے پروردگار ان ننانوے گناہ کے دفتر کے مقابلہ میں اس پرچی کی کیا حقیقت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تجھ پر کچھ زیادتی نہیں ہو گی۔ چنانچہ میزان الاعمال کے ایک پلڑے میں گناہوں کے ننانوے دفتر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں یہ پرچی تو گناہوں کا پلڑا اوپر اٹھ جائے گا اور پرچی والا نیکیوں کا پلڑا بھاری نکلے گا۔ (ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب مایرجی من رحمة الله يوم القيامة) اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اعمال کے حقائق کو تولنے میں ہر ایک کے ساتھ پورا پورا عدل و انصاف ہو گا۔ پھر اس کے مطابق ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے لفظ عدل یا قسط کی ضد ظلم ہے اور ظلم اللہ تعالیٰ کی شان کے منافی ہے۔ لہٰذا نہ تو یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بھی بدلہ نہ دے اور نہ یہ ممکن ہے کہ عمل کے لحاظ سے اجر کم عطا فرمائے۔ اور یہ دونوں ظلم کی صورتیں ہیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کا اجر عدل سے بڑھ کر عطا فرمائے اور اس صفت کا نام احسان ہے۔ جو عدل سے بھی برتر صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہ کسی کو عمل سے زیادہ اجر دے۔ کسی کی خطائیں معاف ہی کر دے۔ اور اگر حقوق العباد کا معاملہ ہو تو بندوں کو اپنی طرف سے ان کے حق عطا کر کے مجرم کو معاف کر دے۔ یہ تو سب کچھ ممکن ہے لیکن اللہ سے ظلم ممکن نہیں۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں حساب لینا آتا ہے۔ ہم اعمال کے حقائق کی تعیین کو بھی خوب جانتے ہیں اور کسی کے رائی بھر عمل کو بھی اور اس سلسلہ میں ہمیں کسی مددگار کی بھی ضرورت نہیں اور ﴿كَفٰى بِنَا حٰسِبِيۡنَ﴾ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہمارا لیا ہوا حساب آخری اور فیصلہ کن ہو گا۔ جس کی نہ کوئی پڑتال کرنے کا حق رکھتا ہے اور نہ ہی کہیں اس کے خلاف اپیل ہو سکے گی۔ کوئی دوسرا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی کچھ بھی مدد نہ کر سکے گا۔

[۴۳] ❁ تورات کی صفات:۔ یعنی یہ ہدایت اور انذار کا سلسلہ قریش مکہ سے ہی مختص نہیں، پہلی قوموں کی طرف بھی ہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ
اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ

قیامت[۴۴] سے ڈرتے رہتے ہیں۔(۴۹) اور یہ (قرآن) بھی ایسی ہی بابرکت نصیحت[۴۵] ہے جسے ہم نے اتارا ہے۔ پھر کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟(۵۰) اور اس سے بھی پہلے[۴۶] ہم نے ابراہیم کو ہوشمندی بخشی تھی اور ہم اس (کے حال) سے خوب واقف تھے۔(۵۱) جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ: یہ مورتیاں

رسول اور اپنی کتابیں نازل کرتے رہے ہیں۔ انہی کتابوں میں سے سر فہرست تورات ہے جو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی تھی۔ یہ حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب تھی۔ ان کے آپس میں اختلافات کی حقیقت واضح کر کے صحیح راہ کی نشاندہی کرتی تھی۔ اور اس کی روشنی میں سیدھا راستہ صاف صاف نظر آنے لگتا تھا۔ نیز وہ اولاد آدم کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے والی نصیحت تھی۔ اور اس میں پند و نصیحت کے وافر اسباق موجود تھے۔

[۴۴] اگرچہ یہ کتاب سب لوگوں کے لئے نازل کی گئی تھی۔ مگر اس سے فائدہ اور نصیحت تو صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ پر بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور اس کی ہدایت کے طالب ہوتے ہیں اور آخرت کے دن اللہ کے حضور پیش ہونے اور اپنے اعمال کی بازپرس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور انہیں ہر وقت یہی فکر دامنگیر رہتی ہے اور بازپرس کی فکر انہیں اس دنیا میں انتہائی محتاط زندگی گزارنے پر آمادہ کرتی رہتی ہے۔

[۴۵] ❁ **قرآن کی صفات بمقابلہ تورات:۔** اور یہ قرآن جسے ہم نے اے قریشیو! تمہاری طرف نازل کیا ہے یہ تورات سے بھی زیادہ بابرکت ہے۔ جس میں سابقہ تمام آسمانی کتب کی خوبیاں بھی موجود ہیں اور ان سب کا خلاصہ بھی اس میں آ گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں انسان کی ہدایت سے متعلق ہر چیز کو پوری تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ قرآن فرقان بھی ہے، ضیاء اور نور بھی ہے، ذکر اور تذکرہ بھی ہے اور قیامت تک کے لوگوں کے لئے رحمت اور باعث رحمت بھی ہے۔ پھر بھی اگر تم ایسی بابرکت کتاب کا انکار کرتے ہو تو تمہاری بدبختی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

[۴۶] ❁ **رُشد کا مفہوم:۔** رُشد سے مراد ایسی ہوش مندی ہے۔ جس سے انسان اپنے فائدہ و نقصان، نیک و بد اور خیر و شر میں امتیاز کرنے اور فائدہ کی بات کو قبول کرنے اور نقصان کی بات کو رد کرنے کے قابل ہو جائے۔ خواہ یہ نفع و نقصان دنیوی ہو یا اخروی ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے بہت مدت پہلے ہم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ہوش مندی اور عقل سلیم عطا کی تھی۔ وہ زمانے کے رسم و رواج کے پیروکار نہیں تھے۔ بلکہ ہر بات کے نفع و نقصان کو خود سوچنے کے عادی تھے۔ اور ہم ان کے حالات سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے کہ وہ فی الواقع رسالت الٰہی کے مستحق ہیں۔ لہٰذا ہم نے انہیں نبوت عطا فرمائی۔ اگرچہ یہ ہوش مندی بھی ہم نے ہی انہیں عطا کی تھی۔

[۴۷] یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہوش مندی کا تقاضا تھا کہ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں کو بے جان اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَاۗءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ
اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾
قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ڮ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ

کیا ہیں جن کے آگے تم بندگی کے لئے[۴۷] بیٹھے رہتے ہو؟(۵۲) وہ کہنے لگے: ''ہم نے اپنے آباء و اجداد[۴۸] کو ان کی عبادت کرتے ہی پایا ہے'' (۵۳) (سیدنا) ابراہیم نے کہا: پھر تو تم بھی اور تمہارے آباء واجداد بھی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو'' (۵۴) وہ کہنے لگے: ''کیا تو ہمارے پاس کوئی سچی بات[۴۹] لایا ہے یا ویسے ہی دل لگی کر رہا ہے'' (۵۵) اس نے جواب دیا: ''(دل لگی نہیں) بلکہ (سچی بات یہی ہے کہ) تمہارا پروردگار وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا[۵۰] اور میں اس

ساکت وصامت بتوں کے سامنے سجدہ ریز دیکھا تو فوراً دل میں سوچنے لگے کہ ان بے جان پتھروں کے سامنے، جو نہ حرکت کر سکتے ہیں، نہ سنتے ہیں، نہ بولتے ہیں۔ سجدہ کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ ایسی چیزوں کو سجدہ کرنا تو سراسر انسانیت کی توہین اور تذلیل ہے۔ قوم کی اس انسانیت سوز حرکت پر وہ مدتوں دل ہی دل میں کڑھتے اور نفرت کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے اپنی طبیعت کے تقاضا سے مجبور ہو کر اپنے باپ اور اپنی قوم سے یہ سوال کر ہی دیا کہ مجھے بھی تو کچھ بتاؤ کہ جن بے جان مورتیوں کے سامنے تم بیٹھ کر ان کی عبادت میں مشغول رہتے ہو اس کا فائدہ کیا ہے؟

[۴۸] تقلید آباء کی مذمت:۔ اب اگر بتوں کے سامنے عبادت کرنے کا کوئی عملی فائدہ ہوتا یا ان کے پاس کوئی معقول جواب ہوتا تو قوم کے لوگ یقیناً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بتا کر انہیں مطمئن کر دیتے۔ لیکن انہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا اس بات کے سوا کوئی جواب میسر نہ آیا کہ چونکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو بھی ایسا ہی کرتے پایا ہے، لہٰذا ہم بھی ان کی اتباع میں یہی کچھ کر رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سوال کا معقول جواب نہیں تھا کیونکہ اس پر پھر بھی سوال پیدا ہوتا تھا کہ تمہارے باپ دادوں کو ان کی پرستش سے کیا فائدہ ہوا تھا جواب تم اس فائدہ کی توقع میں ان کی عبادت کر رہے ہو۔ اور اس مقام پر سوال کی اہمیت یہ ہے کہ قریش مکہ بھی بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور جب ان سے یہی سوال کیا جاتا تو ان کا جواب بھی بعینہ یہی کچھ ہوتا تھا۔ مزید برآں وہ اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار بھی کہتے تھے۔ گویا یہ سوال ''گفتہ آید در حدیث دیگراں'' کے مصداق قریش مکہ سے بھی تھا۔

[۴۹] گویا قوم ابراہیم کو اپنے اس بت پرستی کے مذہب کی حقانیت پر اتنا پختہ یقین تھا کہ یہ بات ان کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ کوئی شخص اس مذہب کی مخالفت بھی کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ سیدنا ابراہیم سے پوچھنے لگے کہ تم نے جو ہم پر بتوں کی پرستش کی بنا پر صریح گمراہی کا فتویٰ لگایا ہے یہ بات صدق دل اور سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہے ہو یا ویسے ہی کچھ دل لگی کرنے کا خیال آگیا تھا؟

[۵۰] سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ دل لگی کی بات نہیں بلکہ میں فی الواقع یہی کچھ سمجھتا ہوں کہ یہ پتھر کے بت جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ

بات پر گواہی دیتا ہوں۔(٥٦) اور اللہ کی قسم! میں تمہارے چلے جانے کے بعد تمہارے بتوں سے ضرور دو دو ہاتھ [٥١] کروں گا۔(٥٧) چنانچہ بڑے بت کو چھوڑ کر باقی سب بتوں کو ابراہیم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تاکہ وہ اس (بڑے بت) [٥٢] کی طرف رجوع کریں۔(٥٨) وہ کہنے لگے: "ہمارے معبودوں کا یہ حال کس نے کر دیا؟ بلاشبہ وہ

اپنے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں وہ تمہارے نفع و نقصان کے مالک کیسے بن سکتے ہیں۔ اور میں تو اپنے نفع و نقصان کا مالک صرف اپنے اس پروردگار کو سمجھتا ہوں جس نے ہم سب کو بھی اور زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور ان پر پورے اختیار کے ساتھ حکمرانی کر رہا ہے اور میں یہ بات محض وہم و گمان کی بنا پر نہیں بلکہ پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔

[٥١] سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دل میں سوچا کہ یہ لوگ باتوں سے تو اپنی گمراہی کو سمجھتے نہیں۔ اب انہیں کسی عملی تجربہ سے سمجھائے بغیر چارہ نہیں۔ لہٰذا اللہ کی قسم کھالی۔ کہ جب یہ لوگ اپنے بتوں کے پاس سے غیر حاضر ہوئے تو پھر میں ان کے مشکل کشاؤں کی خبر لوں گا۔ اب اتفاق کی بات کہ ان کے جشنِ نوروز یعنی قومی میلہ کا دن قریب آگیا تو یہ سب لوگ اس میلہ پر چلے گئے۔ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایسا موقع میسر آگیا جس کا انہیں انتظار تھا۔

[٥٢] ۞ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا:۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم سیارہ پرست تھی۔ اور انسانی زندگی پر سیاروں کے اثرات کے انتہائی معتقد تھے۔ انہیں سیاروں مثلاً سورج، چاند، زہرہ، عطارد، مشتری، مریخ اور زحل وغیرہ کی ارواح کی ایک مخصوص شکل انہوں نے متعین کر رکھی تھی۔ اور اسی شکل کے مجسمے بنائے جاتے تھے جن کی یہ لوگ پوجا کرتے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ہوش مندی کی ابتدا میں پہلا تجربہ اپنی ذات پر کیا تھا اور دیکھا تھا کہ یہ سیارے یہ چاند اور یہ سورج کیا میری زندگی پر کچھ اثر انداز ہوتے ہیں یا نہیں۔ اور تجربہ سے انہیں یہی ثابت ہوا تھا کہ ایسی باتیں سب انسانی توہمات ہیں۔ اسی بنا پر قلبی یقین کے ساتھ وہ اپنی قوم سے مجادلہ اور مقابلہ پر اتر آئے تھے۔ ان لوگوں کا جشن نوروز اس دن ہوتا تھا جب سورج برج حمل میں داخل ہوتا تھا اور آج کل کے حساب سے یہ دن یکم اپریل کا دن بنتا ہے اور یہی موسم بہار ہوتا ہے اور معتدل موسم ہوتا ہے۔ جشن نوروز پر جب سب لوگ جانے لگے تو پہلے اپنے بتوں کے سامنے نذر و نیاز کی مٹھائیاں رکھیں۔ پھر بت خانہ کو جانے لگے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی اس میلہ میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ دوڑائی جیسے سیاروں کی چال دیکھ رہے ہوں اور کہہ دیا کہ میں تو بیمار ہوں لہٰذا مجھے ساتھ لے جا کر اپنے رنگ میں بھنگ نہ ڈالو۔ اور مجھے یہیں رہنے دو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیاروں کی طرف نگاہ اس لئے نہیں کی تھی کہ آپ ان کے اثرات پر یقین رکھتے تھے بلکہ اس لئے دوڑائی تھی کہ آپ کی ستارہ پرست قوم آپ کے اس عذر کو معقول سمجھ لے۔

جب یہ سب لوگ میلہ پر چلے گئے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہی سنہری موقعہ تھا۔ آپ نے ایک تبر یا کلہاڑا لیا بت خانہ کا دروازہ کھولا اور انکے بتوں کو مار مار کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ البتہ بڑے بت کو چھوڑ دیا۔ اور کلہاڑا اس کے کندھے پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى
اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ
بَلْ فَعَلَهٗ ڰ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْــَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا

بڑا ظالم ہے۔(۵۹) (بعض) لوگ کہنے لگے: ہم نے ایک نوجوان کو ان بتوں کا ذکر کرتے سنا تھا جس کا نام ابراہیم[۵۳] ہے۔(۶۰) وہ کہنے لگے: پھر اسے لوگوں کے سامنے لاؤ[۵۴] تاکہ وہ دیکھ لیں (کہ ہم اس سے کیا کرتے ہیں)(۶۱) (جب ابراہیم آگئے تو) انہوں نے پوچھا: ابراہیم! ہمارے معبودوں سے یہ کارستانی تم نے کی ہے؟(۶۲) ابراہیم نے جواب دیا: نہیں بلکہ ان کے بڑے (بت) نے ہی یہ کچھ کیا ہوگا۔ لہٰذا انہیں (ٹوٹے ہوئے بتوں) سے ہی پوچھ لو۔ اگر بولتے[۵۵] ہوں؟ (۶۳) پھر انہوں نے اپنے دل میں سوچا تو (دل میں) کہنے لگے:

رکھ دیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ سب کارستانی اس بڑے بت کی ہے۔

آیت کے الفاظ ہیں ﴿لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾ (تاکہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں) الیہ کی ضمیر اس بڑے بت کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھنے سے بھی ان کا اپنا یہی مقصود تھا نیز یہ لوگ سخت مشکل کے وقت بڑے بت ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور الیہ کی ضمیر خود سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ مابعد کی دو آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

[۵۳] جب ان لوگوں نے میلہ سے واپس آکر اپنے مشکل کشاؤں کی یہ خستہ حالی دیکھی تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ انہیں یہ خیال تک نہ آیا کہ بڑے بت کے کندھے پر جو کلہاڑا ہے تو شاید اسی بڑے خدا نے چھوٹے خداؤں کو تہس نہس کر دیا ہو۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بت تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے، توڑ پھوڑ کا کام کیسے کر سکتے ہیں؟ اور یہی کچھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام انہیں سمجھانا چاہتے تھے۔ انہیں خیال آیا تو صرف یہ کہ جس کسی نے یہ کام کیا ہے وہ بڑا ظالم ہے۔ اب ان مشکل کشاؤں کی ناراضگی سے ہم پر قہر نازل ہو کے رہے گا اور اس قہر سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم اس ظالم کا سراغ لگائیں اور اسے قرار واقعی سزا دیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام چونکہ کئی لوگوں کے سامنے یہ اظہار خیال کر چکے تھے کہ "یہ بے جان پتھر کی مورتیاں نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ سنوار سکتی ہیں لہٰذا ان کی عبادت کرنا صریح گمراہی اور انسانیت کی توہین ہے" لہٰذا بعض لوگوں کو فوراً یہ خیال آگیا کہ یہ کارستانی ابراہیم کی ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی شخص ہماری نظر میں ایسا نہیں جو ہمارے ان معبودوں کے حق میں اس قدر گستاخ واقع ہوا ہو۔

[۵۴] پھر جب اس "ظالم" کی نشان دہی ہو چکی تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ اس کو جو کچھ سزا دینا چاہتے ہو وہ سب لوگوں کے سامنے علی الاعلان دی جانی چاہئے۔ تاکہ لوگوں کے دل اپنے معبودوں کی طرف سے ٹھنڈے ہوں اور سزا بھی ایسی عبرت ناک ہونی چاہئے کہ آئندہ کسی کو ان مشکل کشاؤں کی شان میں گستاخی کرنے کی جرأت نہ ہو۔

[۵۵] چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سب لوگوں کے سامنے بر سر میدان لایا گیا اور ان سے پہلا سوال جو ہوا تو وہ اعتراف جرم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظَّٰلِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوا۟ عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰٓؤُلَآءِ يَنطِقُونَ ﴿٦٥﴾
قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا
تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا۟ حَرِّقُوهُ وَٱنصُرُوٓا۟ ءَالِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ

ظالم تو تم خود ہو۔(۶۴) پھر لاجواب ہو کر شرم کے مارے سرنگوں ہو گئے۔ اور کہنے لگے یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ (بت) بولتے نہیں۔(۶۵) (اس پر ابراہیم نے) کہا: پھر کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو[۵۶] جو نہ تمہیں کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔(۶۶) تف ہے تم پر اور ان پر بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم ذرا بھی نہیں سوچتے؟ (۶۷) وہ بولے: "اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو ابراہیم کو جلا ڈالو[۵۷] اور (اس طرح) اپنے

سے متعلق تھا۔ کیونکہ جب تک مجرم کا جرم ہی ثابت نہ ہو سزا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سیدنا ابراہیم سے پوچھا گیا کہ: آیا ہمارے مشکل کشاؤں کو تم ہی نے توڑا پھوڑا ہے؟ اس سوال کا جواب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیا کہ قرینہ کی شہادت تو یہ ہے کہ یہ سب کارستانی بڑے بت کی ہے۔ جس نے کلہاڑا اپنے کندھے پر اٹھا رکھا ہے۔ ممکن ہے بڑے خدا کو تمہارے جانے کے بعد چھوٹے خداؤں پر غصہ آ گیا ہو اور اس نے انہیں تہس نہس کر دیا ہو۔ اور اس سوال کا اصل حل یہ ہے کہ ان مظلوم اور ٹوٹے پھوٹے مشکل کشاؤں سے ہی پوچھ لو کہ ان پر کس نے یہ ظلم روا رکھا ہے اور یقین جانو کہ اگر وہ بولتے ہیں تو یقیناً تم کو اس سوال کا جواب دے دیں گے۔

[۵۶] مشکل کشاؤں کی بے بسی:۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس جواب پر مجمع میں جمع شدہ سب لوگوں کو اپنے مشکل کشاؤں کی بے بسی کا ٹھیک طور پر احساس ہو گیا اور لوگوں کے پاس ماسوائے شرمندگی اور خاموشی کے اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ لگے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کہ اب اس بات کا کیا جواب دیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام دراصل یہی کچھ چاہتے تھے اور یہ جو کچھ ہوا یہ سیدنا ابراہیم کی توقعات اور منشاء کے عین مطابق تھا۔ تبلیغ اور ردِ شرک کا جو سنہری موقعہ اس وقت ہاتھ آیا تھا شاید اس سے پہلے کبھی نہ آیا ہو۔ چنانچہ اس وقت آپ نے اس بھرے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ تمہارے مشکل کشا اپنا بھی دفاع نہیں کر سکتے تو پھر وہ تمہاری کیا مشکلیں دور کر سکتے ہیں یا تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور افسوس تو تم لوگوں پر ہے جو یہ باتیں جانتے ہوئے بھی ایسے مشکل کشاؤں کی عبادت کیے جا رہے ہو جو اپنے ظالم سے بھی بدلہ لینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

[۵۷] سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنا:۔ عقلی میدان میں جب قوم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے نادم اور لاجواب ہو گئی تو اب "ڈنڈے کے استعمال" کی باتیں ہونے لگیں۔ اور جہلاء کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ جب دلیل و حجت کے میدان میں پٹ جائیں تو ضد بازی پر اتر آتے ہیں اور اپنی اکثریت کے بل بوتے پر قوت کے استعمال پر اتر آتے ہیں۔ اب صورت حال یہ تھی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر خود بت تراش، بت فروش اور عراق کے بادشاہ نمرود کا درباری مہنت تھا۔ اب اگر وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات مانتا تو اس کا روزگار' اس کی آمدنی کے ذرائع اور دربار میں اس کا مرتبہ و مقام سب کچھ ختم ہو تا تھا۔ لہٰذا قوم کے لوگوں سے بڑھ کر آزر ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے دین کا دشمن بن گیا تھا۔ اب ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ

معبودوں کی امداد کرو" (۶۸) ہم نے آگ کو حکم دیا: "اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی[۵۸] اور سلامتی والی بن جا" (۶۹) وہ تو چاہتے

لوگوں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ جیسے بھی ہو سکے اپنے مشکل کشاؤں کی عزت اور وقار کو بچاؤ اور اس کا بہتر حل یہ ہے کہ ابراہیم کو بھڑکتی آگ میں جلا کر اسے صفحہ ہستی سے ختم کر دو۔ چنانچہ اس غرض کے لئے سرکاری سطح پر ایک بہت بڑا الاؤ تیار کیا گیا اور ایک فلاخن کے ذریعہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس کے اندر پھینک دیا گیا۔

[۵۸] مفسرین کہتے ہیں کہ جب سیدنا ابراہیمؑ کو الاؤ میں ڈالا جانے لگا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ "کہو تو آپ کی مدد کروں؟" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا: مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ مجھے میرا اللہ کافی ہے" پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا: "اچھا اپنے اللہ سے دعا ہی کرو" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "میرا اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور مجھے یہی کافی ہے" اب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مخلص بندے کی یوں مدد فرمائی کہ آگ کو حکم دے دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی ہو جا مگر اتنی ٹھنڈی بھی نہیں کہ ٹھنڈک کی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف پہنچے بلکہ صرف اس حد تک ٹھنڈی ہو کہ سیدنا ابراہیم آگ کے درمیان صحیح وسالم رہ سکیں۔ یہ آگ جو کئی دنوں میں تپائی گئی تھی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی کئی دن اس آگ میں رکھا گیا مگر آپ کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ جو رسیاں آپ کی مشکیں باندھنے کے لئے استعمال کی گئی وہ تو جل گئیں مگر آپ کے جسم کو کچھ گزند نہ پہنچا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ دن کیا آرام وراحت کے دن تھے جب میں آگ میں رہا تھا۔

❁ <u>معجزہ کا انکار دراصل قدرتِ الٰہی کا انکار ہے:۔</u> اب یہ تو ظاہر ہے کہ یہ واقعہ خرق عادت یا عام معمول (Routine) کے خلاف ہے جس میں حاوی سبب اور مسبب کے درمیانی رشتہ کو منقطع کر دیا گیا ہے۔ آگ کا خاصہ ہر چیز کو جلا دینا اور بھسم کر دینا ہے اور یہ خاصہ آگ سے اللہ تعالیٰ نے سلب کر لیا تھا۔ اب جن لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے بھی کوئی خرقِ عادت کام کرنا یا معجزہ رونما کرنا یا سبب اور مسبب کے درمیانی تعلق کو منقطع کر دینا ممکن نہیں ہے۔ اور اسی بنا پر وہ ایسے واقعات کی دور از کار تاویلیں کرنے لگتے ہیں تا آنکہ انہیں طبعی امور کے تابع بنا کے چھوڑیں تو ہم ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ آخر وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کی بھی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں۔ طبعی امور پر تو نیچری، دہریے اور وجود باری تعالیٰ کے منکر سب ہی یقین رکھتے ہیں۔ اور اگر وہ ایسا کام اس لئے کرتے ہیں کہ جدید زمانے کا عقل پرست طبقہ بھی ایسے تاویل کردہ واقعہ کو ماننے پر آمادہ ہو جائے تو یہ اور بھی بری بات ہے قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا تھا کہ ہر زمانہ کے نظریات کے مطابق ڈھال لیا جایا کرے۔ قرآن نے اللہ تعالیٰ کا جو تعارف کرایا ہے وہ یہ ہے کہ طبعی قوانین کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے ان میں استثناء کا بھی اور بوقت ضرورت وہ اپنے ان بنائے ہوئے قوانین میں تبدیلی بھی کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ لہٰذا اللہ اور قرآن پر ایمان لانے والوں پر قطعاً یہ فرض نہیں کیا گیا کہ وہ ہر دور کے لوگوں سے قرآن کے مضامین کو منوا کے چھوڑیں۔ خواہ اس کام کے لئے انہیں کیسی غیر معقول اور دور از کار تاویلیں کرنی پڑیں۔ سر سید احمد خان نے اس واقعہ کے متعلق لکھا کہ یہ کفار کا فقط ابراہیم علیہ السلام کو جلانے یا مارنے کا ارادہ تھا لیکن اس پر عمل نہیں ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اتنی ہی بات تھی تو اللہ تعالیٰ کو یہ فرمانے کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ضرورت تھی۔ ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ﴾ اب اس سے آگے چلئے حافظ عنایت اللہ اثری صاحب چونکہ حدیث کو بھی مانتے ہیں اور بخاری کی مرفوع حدیث حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی ان کی طبیعت اس واقعہ کو ماننے پر آمادہ نہیں ہوتی اور سخت گرانبار نظر آتی ہے۔ چنانچہ وہ خود ہی ایک سوال اٹھا کر اس کا جواب دیتے ہیں۔ جسے ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہاں درج کر رہے ہیں:

سوال: کیا ابراہیم علیہ السلام کو سچ مچ آگ میں ڈالا گیا تھا یا وہ صرف کفار کے فتنہ و فساد کی آگ تھی۔ جسے اللہ پاک نے ٹھنڈا کر دیا۔ قرآن میں اگرچہ ارادہ القاء آیا ہے مگر بخاری میں مرفوعاً حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ آیا ہے؟" (بیان المختار ص ۱۱۵)

جواب: ہو سکتا ہے وہ فتنہ و فساد کی آگ ہو جسے اللہ پاک نے ٹھنڈا کر دیا ہو جیسا کہ وہ فرماتا ہے ﴿كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ﴾ (۵: ۶۴) یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتے اور سلگاتے رہتے ہیں۔ جسے ہم ہی بجھاتے اور ٹھنڈا کرتے رہتے ہیں" (حوالہ ایضاً)

اس آیت اور اس کے ترجمہ میں اثری صاحب نے مندرجہ ذیل مغالطے دیے ہیں:

(۱) اس آیت میں اوقدوا کا استعمال کنایتاً اور محاورتاً ہے ورنہ لڑائی کی آگ حقیقتاً ایسی نہیں ہوتی جس میں لکڑی وغیرہ جل جائیں یا وہ دوسری چیزوں کو جلا کر راکھ بنا ڈالے۔

(۲) قرآن کریم نے حرّقوہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر جلا دو۔

(۳) اطفأ کے معنی بجھانا تو ٹھیک ہے مگر ٹھنڈا کرنا نہیں ہے۔ آپ نے اس کا اضافہ کر کے اشتباہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

(۴) قرآن کریم کے الفاظ ﴿بَرْدًا وَّسَلٰمًا﴾ (یعنی ٹھنڈی بھی ہو جا اور سلامتی والی بھی) اس میں بجھنے کا ذکر تک نہیں۔ کہ سرے سے آگ ہی بجھ جائے اور ابراہیم علیہ السلام جلنے سے بچ جائیں۔ اور یہی وہ الفاظ ہیں جو ان حضرات کے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے ہی نہیں گئے تھے تو پھر اللہ کا یہ حکم کیا معنی رکھتا ہے؟

اب اثری صاحب کے جواب کا دوسرا حصہ سنیے جو حدیث سے متعلق ہے۔ فرماتے ہیں "اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سچ مچ انہوں نے آگ میں جلا دینے کا ارادہ کر لیا اور القی فی النار الحدیث سے بھی پیدا شدہ خطرناک حالات سے مصادقت مراد ہے کہ کام بالکل تیار تھا۔ مگر اللہ پاک نے آپ کو بال بال بچا لیا" (حوالہ ایضاً)

۞ **معجزہ کی اثری تاویل اور اس کا جواب:۔** کچھ سمجھے آپ کہ مصادقت سے کیا مراد ہے؟ یعنی ابراہیم علیہ السلام آگ سے بچے اور ہٹے رہے اور آگ ابراہیم علیہ السلام سے بچی اور ہٹی رہی یعنی آگ میں پڑنے کے باوجود دونوں نے ایک دوسرے کو چھوا نہیں "اب سوال یہ ہے کہ یہ تو پھر معجزہ کی صورت بن گئی۔ کہ آگ کے الاؤ میں پڑنے کے باوجود نہ آگ نے آپ کو چھوا اور نہ آپ نے آگ کو چھوا اور یہی کچھ ہم کہتے ہیں۔ آپ کی مثال تو "آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا" والی بن گئی کہ ایک معجزہ کی تاویل کرتے کرتے ایک دوسرے معجزہ میں جا پھنسے۔ البتہ اثری صاحب کے خیال میں یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم علیہ السلام آگ میں پڑے اور آگ اپنا جلانے کا کام نہ کرے اور یہی بات اللہ کی قدرت سے بھی انکار ہے اور قرآن و حدیث کو تسلیم کرنے سے بھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاَخْسَرِيْنَ ۝﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا
لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ
بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝﴿۷۳﴾
وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ اِنَّهُمْ
ع ۵ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴿۷۵﴾ وَنُوْحًا اِذْ

تھے کہ ابراہیم [۵۹] کو دکھ پہنچائیں مگر ہم نے انہیں ہی نقصان میں ڈال دیا۔(۷۰) اور ہم ابراہیم اور لوط کو ان سے بچا کر اس سرزمین (شام) کی طرف لے گئے جس میں ہم نے اہل عالم [۶۰] کے لئے برکتیں رکھی ہیں۔(۷۱) پھر ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا کیا اور یعقوب اس پر مزید۔ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا تھا۔(۷۲) نیز ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک اعمال کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی اور وہ سب [۶۱] ہمارے عبادت گزار تھے۔(۷۳) اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے کام کرتے تھے۔ بلاشبہ وہ بہت برے اور نافرمان لوگ تھے۔(۷۴) اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں [۶۲] داخل کر لیا۔ کیونکہ وہ بڑے صالح بندے تھے۔(۷۵) اور نوح کو

حدیث کو تسلیم کرنے سے بھی۔

[۵۹] یعنی مشرک تو اپنے معبودوں کی گستاخی کا اس صورت میں بدلہ لینا چاہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اذیت ناک موت سے دوچار کر کے صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیں۔ لیکن آپ کا آگ کے درمیان رہ کر کئی دنوں کے بعد زندہ سلامت نکل آنا ساری قوم کے لئے ایک نیا چیلنج بن گیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ابراہیم کو نقصان پہنچانا ان کے بس سے باہر ہے۔ اور یہ بات ان کے لئے اور بھی زیادہ دل شکنی کا باعث بن گئی۔

[۶۰] سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سیدنا لوط علیہ السلام کی ہجرت:۔ یہ واقعہ دیکھ کر بھی سیدنا لوط علیہ السلام کے سوا کوئی شخص بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ایمان نہ لایا۔ سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھائی حاران کے بیٹے یعنی سیدنا ابراہیم کے بھتیجے تھے۔ جب قوم سے دشمنی ٹھن گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو عراق سے شام کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ شام کا علاقہ بابرکت اس لئے ہے کہ دنیوی لحاظ سے یہ بہت زرخیز اور شاداب خطہ زمین ہے۔ اور روحانی لحاظ سے اس لئے کہ یہی خطہ دو ہزار سال تک انبیاء کا مسکن و مدفن رہا ہے۔

[۶۱] سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے کی عمر میں اولاد کے لئے دعا کی تو اللہ نے سیدنا اسحاق عطا فرمایا پھر سیدنا ابراہیم کے جیتے جی سیدنا اسحاق کے ہاں سیدنا یعقوب پیدا ہوئے اور تینوں نبی تھے اور یہ تو واضح ہے کہ نبی اپنے دور کا صالح ترین فرد ہوتا ہے اور ان سب انبیاء کی شریعتوں میں نماز اور زکوٰۃ ایسے ہی فرض تھی جیسے شریعت محمدیہ میں فرض کی گئی ہے البتہ جزئیات کا اختلاف ہوتا ہی رہا ہے۔

[۶۲] سیدنا لوط علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی بدکردار قوم کا قصہ پہلے سورہ اعراف آیت نمبر ۸۰ تا ۸۹، سورہ ہود آیت نمبر ۷۷ تا ۹۲ اور سورہ حجر آیت نمبر ۶۰ تا ۷۲ میں گزر چکا ہے۔ متعلقہ حواشی ملاحظہ فرما لئے جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ
اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾

بھی (اپنی رحمت میں داخل کیا) جبکہ ان سب سے پہلے انہوں نے (ہمیں) پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں اور ان کے گھر والوں [۶۳] کو شدید بے چینی سے نجات دی (۷۶) اور ان لوگوں کے خلاف ان کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا۔ وہ لوگ بھی بہت برے تھے لہٰذا ہم نے ان سب [۶۴] کو غرق کر دیا۔(۷۷)

اور داؤد اور سلیمان کو بھی (یہی نعمت دی تھی) جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جسے کچھ لوگوں کی بکریاں [۶۵] اجاڑ گئی تھیں اور جب وہ فیصلہ کر رہے تھے تو ہم انہیں دیکھ رہے تھے۔(۷۸)

[۶۳] سیدنا نوح علیہ السلام کا قصہ بھی سورہ اعراف اور سورہ ہود میں گزر چکا ہے وہ حواشی بھی سامنے رکھے جائیں۔

[۶۴] ۞ دنیا میں پہلی مشرک قوم، قوم نوح تھی:۔ سیدنا نوح علیہ السلام کا مرکز تبلیغ عراق میں دریائے دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ تھا۔ آپ پہلے نبی ہیں جنہوں نے شرک کے خلاف جہاد کیا۔ آپ کی بعثت سے پہلے آپ کی قوم بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی اور تاریخ انسانیت میں یہ پہلی قوم تھی جس نے بت پوجنا شروع کئے تھے۔ آپ کی قوم انتہائی ضدی اور ہٹ دھرم واقع ہوئی تھی۔ آپ نے ان کے خلاف ساڑھے نو سو سال جہاد کیا۔ مگر چند آدمیوں کے سوا کوئی آپ پر ایمان نہ لایا۔ بلکہ آپ کی اور آپ کے گنتی کے چند پیروکاروں کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔ آپ کے اتنے طویل عرصہ کے لئے صبر و برداشت کی داد دینا پڑتی ہے۔ ایک دفعہ آپؑ نے نہایت مغموم لہجہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ (۵۴:۱۰) یعنی اے میرے پروردگار میں ان لوگوں سے دب گیا ہوں سو اب تو ہی ان سے میرا بدلہ لے۔ اور ایک دفعہ ان کی ضد، ہٹ دھرمی سے نہایت مایوس ہو کر یہ دعا کی: پروردگار! زمین پر کافروں کا کوئی بھی گھرانہ باقی نہ رہنے دے۔ کیونکہ جو اولاد یہ جنیں گے وہ بھی فاجر اور کافر ہی ہوگی۔ جس سے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اس وقت روئے زمین پر صرف یہی علاقہ انسانوں سے آباد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا طوفان بھیجا جس میں تمام کافر ڈوب کر مر گئے اور سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کو اللہ تعالیٰ نے کشتی پر سوار کر کے بچا لیا۔

[۶۵] ۞ نفش کا لغوی مفہوم:۔ اس آیت میں نفش کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی رات کے وقت بکریوں کا بغیر چرواہے کے چرنے کے لئے منتشر ہونا ہے۔ (مفردات القرآن) ہوا یہ تھا کہ کچھ لوگوں کی بکریاں کسی کی کھیتی کو رات کے وقت چر کر اجاڑ گئی تھیں۔ کھیتی والے نے داؤد علیہ السلام کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ آپ نے مدعا علیہ کو بلایا تو اس نے واقعہ کا اعتراف کر لیا۔ اب از روئے انصاف و قانون پورا ہرجانہ بکریوں کے مالک پر پڑتا تھا۔ اس سلسلہ میں شرعی قاعدہ یا قانون درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک باغ میں گھس گئی اور اسے خراب کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ دن کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ

اس وقت ہم نے سلیمان کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا جبکہ ہم نے قوتِ فیصلہ اور علم[٦٦] دونوں کو عطا کیا تھا اور داؤد کے ساتھ ہم نے

باغوں کی نگہبانی باغ والوں کے ذمہ ہے۔ اور رات کو جو مویشی خراب کریں تو ان کے مالک ان کا ہرجانہ دیں۔ (مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ۔ کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة فصل ثانی)

❁ اجڑی کھیتی کے متعلق سیدنا داؤد اور سلیمان کا فیصلہ:۔ اور یہی شرعی قاعدہ اس دور میں بھی تھا اب یہ اتفاق کی بات تھی کہ جتنا کھیتی کا نقصان ہوا تھا اس کی قیمت کے لگ بھگ بکریوں کی قیمت بنتی تھی۔ چنانچہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ بکریوں والا اپنی بکریاں کھیتی والے کو دے دے۔ تاکہ اس کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ سیدنا سلیمان بھی پاس موجود تھے انہوں نے اس فیصلہ سے اختلاف کیا اور کہا کہ میرے خیال میں یہ فیصلہ یوں ہونا چاہئے کہ بکریوں والا اپنی بکریاں کھیتی والے کو دے دے مگر یہ بکریاں کھیتی والے کے پاس بطور رہن ہوں گی۔ کھیتی والا ان کی پرورش بھی کرے اور ان سے دودھ اور اون وغیرہ کے فوائد بھی حاصل کرے۔ اور اس دوران بکریوں والا کھیتی کی نگہداشت کرے اور اس کی آبپاشی کرے تاآنکہ وہ کھیتی اپنی پہلی سی حالت پر آجائے اور جب کھیتی پہلی حالت پر آجائے تو بکریوں والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ اس فیصلہ سے کھیتی والے کے نقصان کی بھی تلافی ہو جاتی تھی اور بکریوں والے کا بھی کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا سلیمان علیہ السلام کے اس فیصلہ کو سیدنا داؤد نے بھی درست تسلیم کیا اور اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔ یہی وہ فیصلہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فیصلہ سلیمان علیہ السلام کو ہم نے سمجھایا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

[٦٦] اب دیکھئے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام دونوں نبی ہیں۔ اور دونوں کو اللہ نے قوتِ فیصلہ بھی عطا کی تھی اور علمِ نبوت بھی۔ اس کے باوجود سیدنا داؤد سے فیصلہ میں اجتہادی غلطی ہو گئی۔ یعنی قاضی خواہ نہایت نیک نیتی سے فیصلہ کرے اس سے اجتہادی غلطی کا امکان ہے۔ اب اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے:

حسن بصری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام دونوں کو قوت فیصلہ اور علم دیا تھا۔ پھر اللہ نے سلیمان علیہ السلام کی تو تعریف کی اور داؤد پر ملامت نہیں کی (اگرچہ وہ فیصلہ درست نہ تھا) اور قرآن میں اللہ تعالیٰ ان دونوں پیغمبروں کا ذکر نہ کرتا تو میں سمجھتا ہوں کہ قاضی لوگ تباہ ہو جاتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سلیمان کی تو درست فیصلہ پر تعریف کی اور داؤد علیہ السلام کو (ان کی اجتہادی غلطی پر) معذور رکھا۔ (بخاری۔ کتاب الاحکام۔ باب متیٰ یستوجب الرجل القضاء)

(٢) ❁ اجتہاد اگر درست ہو تو مجتہد کیلئے دوہرا اجر ہے اور غلطی ہو جائے تو بھی ایک اجر ہے:۔ سیدنا عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کر کے کوئی فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ درست ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر (بہ تقاضائے بشریت) فیصلہ میں غلطی کر جائے تو بھی اس کو ایک اجر ملے گا" (بخاری، کتاب الاعتصام۔ باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطا)

(٣) ❁ تین قسم کے قاضی اور علم کے بغیر فیصلہ کرنے والا جہنمی ہے:۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ

پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر [۶۷] کر دیا کہ وہ ان کے ہمراہ تسبیح کیا کریں اور یہ تسخیر ہم ہی کرنے والے تھے۔(۷۹)
اور ہم نے داؤد کو تمہارے (فائدہ کے) لئے زرہ بنانے کی صنعت سکھادی تھی تاکہ تمہیں لڑائی کی زد سے

فرمایا: قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک جنتی ہے اور دو جہنمی۔ جنتی وہ قاضی ہے جو حق کو پہچان جائے اور اس کے مطابق فیصلہ دے مگر جو شخص حق کو پہچاننے کے باوجود خلاف حق فیصلہ دے وہ جہنمی ہے۔ اسی طرح وہ بھی جہنمی ہے جو علم کے بغیر لوگوں کے فیصلے کرنے بیٹھ جائے۔ (ابوداؤد۔ کتاب القضاء۔ باب فی القاضی یخطی)

سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے متعلق ایک واقعہ احادیث میں بھی مذکور ہے جو بالکل اسی نوعیت کا ہے۔ جو درج ذیل ہے:

❁ شیر خوار بچے کے متعلق دونوں کا فیصلہ :۔ سیدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (بنی اسرائیل میں) دو عورتیں تھیں ان کا ایک ایک بچہ تھا۔ بھیڑیا آیا اور ایک بچہ اٹھالے گیا اب دونوں آپس میں جھگڑنے لگیں۔ ایک نے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا اور دوسری نے کہا نہیں، تیرا بچہ لے گیا۔ آخر دونوں فیصلے کے لئے سیدنا داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں۔ انہوں نے بچہ بڑی عمر والی کو دلا دیا۔ پھر یہ دونوں عورتیں دوبارہ فیصلہ کے لئے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس آئیں اور اپنا اپنا دعویٰ پیش کیا اس وقت سیدنا سلیمان علیہ السلام صرف گیارہ برس کے تھے۔ انہوں نے حکم دیا: ایک کلہاڑی لاؤ میں اس بچہ کو آدھا آدھا کر کے دونوں کو دے دیتا ہوں۔ یہ سن کر کم عمر والی عورت بولی "اللہ آپ پر رحم کرے ایسا نہ کیجئے۔ یہ بچہ اسی بڑی عمر والی کا ہے۔ پھر سیدنا سلیمان علیہ السلام نے بچہ چھوٹی عمر والی کو دلا دیا۔ (بخاری۔ کتاب الفرائض۔ اذا ادعت المراۃ ابنا)

❁ قرینہ کی شہادت :۔ یعنی سیدنا داؤد علیہ السلام نے اس لحاظ سے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا کہ ایک تو وہ بڑی تھی اور دوسرے بچہ اس کے قبضہ میں تھا۔ لیکن جو فیصلہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دیا وہ عین فطرت انسانی کے مطابق تھا۔ جب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے بچے کو دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا دونوں کو دینے کا فیصلہ کیا تو حقیقی ماں جو چھوٹی عورت تھی فوراً اپنے بچے کے دو ٹکڑے ہونے پر تلملا اٹھی۔ اور اس نے یہ سوچ کر کہ میرا بچہ زندہ رہے خواہ میرے پاس نہ رہے فوراً کہنے لگی کہ بچہ اس بڑی عورت کا ہے۔ اسے دے دیا جائے۔ لیکن بڑی عمر والی عورت خاموشی سے یہ فیصلہ سنتی رہی۔ اس کا بچہ ہوتا تو اسے کچھ تکلیف ہوتی یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر کے بچہ اسے دلا دیا۔ فیصلہ کے وقت ایسی باتیں سوجھ جانا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لئے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی دین تھی۔

[۶۷] ❁ سیدنا داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی :۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی زبان زد عام و خاص بن چکی ہے اور لحن داؤدی کا لفظ محاورتاً استعمال ہوتا ہے۔ آپ کی آواز اس قدر سریلی اور خوشگوار تھی کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے گیت گاتے تو ساری کائنات مسحور ہو جاتی اور وجد میں آنے لگتی تھی۔ پہاڑوں میں گونج پیدا ہوتی اور یوں معلوم ہوتا کہ پہاڑ بھی آپ کے ساتھ ساتھ حمد و ثنا کے گیت گا رہے ہیں۔ یہی حال طیور کا تھا جہاں آپ حمد و ثنا کے گیت گاتے وہاں پرندے اکٹھے ہو جاتے اور آپ کے ہمنوا بن جاتے تھے اور ان معنوں کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے:۔

❁ ابوموسیٰ اشعری کی خوش الحانی :۔ ایک دفعہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری جو نہایت خوش الحان تھے، اپنی سریلی آواز میں قرآن کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَهَلۡ اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ ۝۸۰ وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ عَاصِفَةً تَجۡرِيۡ بِاَمۡرِهٖۤ اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِيۡ

بچائے۔ پھر کیا تم شکر گزار [۶۸] بنتے ہو؟(۸۰) نیز ہم نے سلیمان کے لئے تند و تیز ہوا کو مسخر کر دیا تھا جو اس کے

تلاوت کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا تو ان کی آواز سن کر ٹھہر گئے اور دیر تک آپ کی تلاوت سنتے رہے، جب انہوں نے تلاوت ختم کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: لقد اوتی مزماراً من مزامیر اٰل داود......... یعنی اس شخص کو سیدنا داؤد کی خوش الحانی کا ایک حصہ ملا ہے۔ (بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب حسن الصوت بالقراءۃ)

آپ کی خوش الحانی اور آپ کی تسبیحات میں پہاڑوں اور پرندوں کے ساتھ دینے کا ذکر سورہ سبا کی آیت نمبر ۱۰ اور سورہ ص کی آیت نمبر ۱۸ میں بھی آیا ہے۔ پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کیسی تھی اور سیدنا داؤد کے وہ کس طرح ہمنوا بن جاتے تھے یہ پوری کیفیت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

چونکہ پہاڑوں اور پرندوں کا سیدنا داؤد کے ساتھ مل کر تسبیحات کا پڑھنا اور ہم آہنگ ہونا ایک خرقِ عادت امر ہے لہٰذا پرویز صاحب کو ان باتوں کی تاویل کی ضرورت پڑ گئی اور اپنی تفسیر مفہوم القرآن میں یٰجِبَالُ (اے پہاڑو) کا مفہوم بیان فرمایا "اے سرکش سردارو"! گویا اللہ میاں کو سرکش سرداروں کے لئے جبال کے علاوہ کوئی لفظ نہیں ملتا تھا اور سورہ ص کی آیت نمبر ۱۹ میں یہی مضمون آیا تو بمصداق دروغ گو را حافظہ نباشد وہاں جبال کا مفہوم "پہاڑی قبائل" بیان فرما دیا۔ اور الطیر کا مفہوم قبیلہ طیر بیان فرمایا اور اوّبی کا مفہوم بیان فرمایا کہ "داؤد کے ساتھ تم بھی نہایت سرگرمی سے قانونِ خداوندی کی اطاعت کرو" (لغات القرآن ج ا ص ۲۸۳) حالانکہ پرویز صاحب خود اسی لغات میں اوّب کا معنی بالارادہ رجوع کرنا لکھ چکے ہیں۔ یعنی اے پہاڑو اور پرندو! داؤد کی طرف بالارادہ رجوع کرو اور اس مقام پر نہایت سرگرمی سے قانونِ خداوندی کی اطاعت کا مفہوم بیان فرمایا۔ ذرا سوچئے کہ اس مفہوم میں قانونِ خداوندی قرآن کے کس لفظ کا معنی یا مفہوم ہو سکتا ہے اور نہایت سرگرمی سے اطاعت کس لفظ کا؟ سچ فرمایا تھا اقبال نے:

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا دیتے ہیں پاژند

[۶۸] سیدنا داؤد اور لوہے کی ڈھلائی اور زرہ سازی:۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زرہ سازی کے موجد سیدنا داؤد علیہ السلام ہیں۔ اس کی مزید تفصیل سورہ سبا میں یوں ہے: ﴿وَاَلَنَّا لَهُ الۡحَدِيۡدَ اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرۡ فِى السَّرۡدِ﴾ (۳۴: ۱۰، ۱۱) یعنی ہم نے داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم بنا دیا تھا اور انہیں ہدایت کی تھی کہ پورے ماپ کی زرہیں بنائیں اور اس کی کڑیوں میں اندازے کے ساتھ جوڑ لگائیں۔ آپ کے لئے لوہے کو نرم کرنے کے دو معنی لئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا اور آپ جس طرح چاہتے اس کی زنجیریں بنا کر زرہیں تیار کر لیتے تھے اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوہے کے پگھلانے کا اور ڈھلائی کا کام سکھا دیا تھا۔ آپ کا زمانہ اندازاً ۱۰۱۰ ق م سے ۹۴۵ ق م تک ہے۔ جبکہ یہی زمانہ لوہے کا زمانہ (Iron Age) کہلاتا ہے۔ اس سے بیشتر جو لوہے سے تلواریں اور نیزے یا دوسری اشیاء بنائی جاتی تھیں اس کا طریق کار یہی تھا کہ لوہے کو آگ میں تپایا جاتا اور جب وہ آگ کی طرح سرخ ہو جاتا تو اسے کوٹ کاٹ کر ایسی اشیاء تیار کر لی جاتی تھیں۔ لوہے کی ڈھلائی کے فن سے بھی اگرچہ چند ایک اقوام واقف ہو چکی تھی تاہم یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ

حکم سے اس سرزمین[۶۹] کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر چیز کو خوب[۷۰] جانتے ہیں۔(۸۱) شیطانوں کو بھی اس کے تابع بنا دیا تھا جو اس کے لئے (سمندر میں موتی، جواہرات نکالنے کے لئے)

سب کچھ صیغہ راز میں ہی رکھا جاتا تھا اور جنگی اغراض کے لئے لوہے کی زرہیں بنانے کا کام داؤد علیہ السلام نے ہی شروع کیا تھا۔ لڑائی کے دوران اپنی حفاظت کے لئے زرہ چونکہ ایک نہایت اہم ہتھیار ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ کیا تم اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہو کہ اس نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے ذریعہ بنی نوع انسانی کو زرہ سازی کا فن سکھا دیا۔ واضح رہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام بیت المال سے کچھ بھی نہیں لیتے تھے بلکہ اپنی ہاتھ کی کمائی پر ہی گزر اوقات کرتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے:

سیدنا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: داؤد علیہ السلام پر زبور کا پڑھنا اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ وہ جانور پر زین کسنے کا حکم دیتے اور ابھی زین پوری طرح کسی بھی نہیں جاتی تھی کہ آپ زبور پڑھ چکتے اور آپ کی گزر اوقات صرف اپنے ہاتھ کی کمائی پر تھی۔ (بخاری، کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ و آتینا داؤد زبورا)

[۶۹] سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کی تسخیر:۔ پہلے سیدنا داؤدؑ اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے فیصلے کا ذکر ہوا۔ بعد میں ان پر انعامات کا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کو ایک معجزہ تو یہ عطا ہوا کہ تند و تیز ہوا ان کے لئے مسخر کر دی گئی تھی۔ وہ ہوا کو جس طرح کا حکم دیتے وہ آپ کی تابع فرمان رہتی اور اس طرح آپ ایک ماہ کا سفر صرف چند گھنٹوں یعنی ۳ سے ۶ گھنٹوں کے درمیان کر لیا کرتے تھے۔ قرآن کریم کی تصریحات سے یہی کچھ ثابت ہے اور اس کی ایک توجیہ، جو عام طور پر مشہور ہے، یہ کی گئی ہے کہ آپ نے ایک بہت بڑا تخت بنوایا تھا۔ جب آپ چاہتے اس پر خود بھی آپ کے اعیان سلطنت بھی بیٹھ جاتے اور بھی جسے چاہتے اس پر بٹھا لیتے، پھر ہوا کو حکم دیتے تو وہ اس تخت کو اٹھا لیتی اور جب یہ تخت زمین سے خاصا بلند ہو جاتا تو آپ اپنے مطلوب مقام پر شام کا سفر کیا کرتے تھے اور جہاں آپ کو اترنا ہوتا تو آپ ہوا کو حکم دیتے تو وہ نرمی سے چلنے لگتی اور جہاں آپ چاہتے وہاں اتر جاتے تھے۔ اس طرح جو کام آج کے ہوائی جہاز پٹرول کے ذریعہ کرتے ہیں۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام یہی کام ہوا سے لیا کرتے تھے۔ اور اس کی رفتار بھی تقریباً وہی ہوتی تھی جو آج کل ہوائی جہازوں کی ہے۔ اس دور میں یہ ایک معجزہ تھا مگر آج کے دور میں ایک عادی اور معمول کی چیز بن چکا ہے اور اس سفر کی دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ سیدنا داؤد کو تو اللہ تعالیٰ نے لوہے کی ڈھلائی کا کام سکھایا تھا۔ جبکہ سلیمان علیہ السلام کو لوہے کے علاوہ تانبے کی ڈھلائی کا فن بھی سکھا دیا تھا اور آپ کے دور میں یہ کام آپ کی نگرانی میں وسیع پیمانہ پر ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ﴾ (۳۴:۱۲) (یعنی ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے بہا دیئے تھے) جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کے دور میں لوہے اور تانبے کی مصنوعات نے خاصی ترقی کی تھی اور آپ ان کی وسیع پیمانہ پر تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ کے بحری بیڑے یمن سے شام اور شام سے یمن آتے جاتے تھے۔ اور چونکہ ہوا آپ کے تابع فرمان تھی لہٰذا یہ بیڑے برق رفتاری سے سفر کرتے اور ایک ماہ کا سفر چند گھنٹوں میں طے کر لیتے تھے۔

[۷۰] یعنی ہم یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ کون کس بات کا اہل ہے اور یہ بھی کسی چیز مثلاً ہوا سے ہی کیا کیا کام لیا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ

غوطہ لگاتے [۷۱] اور اس کے علاوہ اور بھی کئی کام کرتے تھے اور ہم ہی ان سب کے محافظ [۷۲] تھے۔(۸۲) اور یہی نعمت ہم نے ایوب کو بھی دی تھی جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا: "مجھے بیماری لگ گئی [۷۳] ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے" (۸۳) چنانچہ ہم نے ان کی دعا قبول کی اور جو بیماری انہیں لگی تھی اسے دور کر دیا۔

[۷۱] جن سے مراد دیہاتی لوگ۔ جنوں پر حکومت:۔ جو حضرات معجزات کی تاویل کرنے کے عادی ہیں اور جب تک وہ انہیں طبعی امور کے تابع نہ بنالیں انہیں چین نہیں آتا۔ وہ اس آیت میں شیطانوں سے مراد دیہاتی طاقتور انسان لیتے ہیں۔ حالانکہ دیہاتی طاقتور لوگ بھی انسان ہی ہوتے ہیں ان کے دیہاتی یا طاقتور ہونے سے ان کی نوع نہیں بدل جاتی۔ دنیا میں جتنی بھی فلک بوس عمارتیں ہیں یا بھاری کام ہوتے ہیں۔ یہ سب کام دیہاتی طاقتور ہی سرانجام دیتے ہیں۔ یہ شہری نازنینوں کا کام نہیں ہوتا۔ اور دیہاتی طاقتور ہر بادشاہ بلکہ ہر سرمایہ دار کو آسانی سے میسر آسکتے ہیں۔ پھر اس میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کی کیا خصوصیت رہی جن کے خادمین میں اللہ نے بطور خاص جنوں کا نام لیا ہے۔

[۷۲] یعنی ہم نے ان شیطانوں کو سلیمان علیہ السلام کے تابع فرمان بنا رکھا تھا۔ وہ نہ ان کی حکم عدولی کر سکتے تھے اور نہ ان کے ہاں سے بھاگ سکتے تھے اور یہ سلیمان علیہ السلام کا کوئی ذاتی کمال نہ تھا بلکہ شیطان ان کے تابع فرمان رہنے پر اس لئے مجبور تھے کہ ہم خود ان کے محافظ تھے۔

[۷۳] سیدنا ایوب کس دور میں مبعوث ہوئے؟ یا کس علاقہ میں مبعوث ہوئے؟ آپ نے تبلیغ کا فریضہ کتنا عرصہ سرانجام دیا؟ اور آپ کے ساتھ آپ کی قوم نے کیا سلوک کیا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کی تفصیل کتاب و سنت میں مذکور نہیں۔ قیاس سے آپ کے دور نبوت کی جو تعیین کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ سیدنا یوسف علیہ السلام اور سیدنا شعیب علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں یعنی تقریباً ڈیڑھ ہزار قبل مسیح مبعوث ہوئے تھے۔

سیدنا ایوب کی بیماری اور صبر:۔ کتاب و سنت نے سیدنا ایوب کی جس خصوصیت سے ہمیں متعارف کرایا ہے وہ آپ کا صبر ہے۔ آپ کا ابتدائی زمانہ نہایت خوشحالی کا دور تھا۔ مال کی سب اقسام: اولاد، بیویاں، جائیداد غرضیکہ سب کچھ وافر مقدار میں عطا ہوا تھا اور آپ کثرتِ اموال و اراضی میں مشہور تھے۔ اس دور میں آپ ہمیشہ اللہ کا شکر بجالاتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسری طرح آزمانا چاہا اور آپ پر ابتلاء کا دور جو آیا کہ ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اپنا یہ حال تھا کہ کسی طویل بیماری میں مبتلا ہوگئے اور ایسے بیمار پڑے کہ ایک بیوی کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ بلکہ لوگوں نے اپنی بستی سے باہر نکال دیا۔ اس ابتلاء کے طویل دور میں آپ نے صبر و استقامت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا جو ضرب المثل بن چکا ہے۔ صحیح روایات کے مطابق آپ کے ابتلاء کا دور ۱۲ سال ہے۔ پھر جب اللہ سے اپنی بیماری کے لئے دعا کی تو اس دعا میں شکوہ و شکایت نام کو نہیں۔ بلکہ عرض مدعا نہیں، کسی چیز کا مطالبہ نہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی انتہائی صابر، قانع اور خوددار آدمی اپنے مالک کو کوئی بات یاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِّثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ
كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَا النُّوْنِ

اور انہیں ہم نے صرف اس کے اہل و عیال ہی نہ دیئے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی[۷۴] اور بھی دیئے اور یہ ہماری طرف سے خاص رحمت تھی اور (اس میں بھی) عبادت گزاروں[۷۵] کے لئے ایک سبق تھا۔(۸۴)

اور اسمٰعیل، ادریس اور ذوالکفل[۷۶] کو بھی نعمت دی تھی اور یہ سب بڑے صابر تھے۔(۸۵) اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشبہ یہ صالح بندے تھے۔(۸۶) اور مچھلی والے[۷۷] (یونس) کو بھی ہم

کرا رہا ہو۔ کہا تو صرف اتنا کہا کہ پروردگار! میں طویل مدت سے بیمار ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے۔

[۷۴] ❁ چشمہ کا ظہور اور اس میں نہانے سے صحت کی بحالی:۔ جب سیدنا ایوبؑ اس صبر کے امتحان میں بھی پوری طرح کامیاب ہوگئے تو رحمت باری تعالیٰ جوش میں آگئی۔ آپ کی یہی بے مطالبہ دعا یوں مقبول ہوئی کہ اللہ نے اسی مقام پر ایک چشمہ رواں کر دیا۔ آپ کو صرف یہی حکم ہوا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ پاؤں مارنے کی دیر تھی کہ چشمہ پھوٹ پڑا۔ جس کا پانی میٹھا، ٹھنڈا، شفا بخش اور جلدی امراض کو دور کرنے والا تھا۔ آپ اس میں غسل فرمایا کرتے اور اسی کا پانی پیتے رہے۔ آپ کی بیماری، جلد کی بیماری تھی جو اس طرح غسل کرنے اور پانی پیتے رہنے سے جلد ہی دور ہوگئی اور جتنا مال و دولت اور آل اولاد اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے عطا فرمائی تھی۔ اس سے دگنی عطا فرما دی اور یہ اللہ کی رحمت اور آپ کے صبر کا پھل تھا۔

[۷۵] عبادت گزاری کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان خوشحالی کے دور میں اللہ کا شکر بجالاتا رہے اور تنگی اور تنگدستی کے دور میں صبر و استقامت سے کام لے۔ جیسا کہ سیدنا ایوب علیہ السلام نے نمونہ پیش کیا تھا اس جملہ میں سبق یہ ہے کہ جو شخص بھی اس طرح اللہ کا عبادت گزار بنتا ہے۔ ایوب علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ اسے بھی پہلے سے زیادہ انعامات سے نوازتا ہے۔

[۷۶] ❁ ذوالکفل کون تھے ؟:۔ ذوالکفل کے حالات بھی کتاب و سنت میں کم ہی مذکور ہوئے ہیں۔ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے۔ یعنی آپ نبی تھے یا نہیں۔ مگر چونکہ آپ کا ذکر انبیاء کے ہی درمیان آیا ہے اس لیے گمان غالب یہی ہے کہ آپ نبی تھے۔ آپ الیسع کے خلیفہ تھے۔ آپ کا لقب ذوالکفل (بمعنی صاحبِ نصیب) اور نام بشیر بن ایوب ہے۔ شام کا علاقہ ہی آپ کی دعوت کا مرکز ہے۔ عمالقہ شاہ وقت بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔ آپ نے اس سے بنی اسرائیل کو آزاد کرایا۔ پھر وہ بادشاہ بھی مسلمان ہوگیا اور حکومت آپ کے سپرد کی۔ جس کے نتیجہ میں شام کے علاقہ میں ایک دفعہ پھر خوب اسلام پھیلا۔

[۷۷] ❁ نون کا لغوی مفہوم:۔ سیدنا یونس کو قرآن میں اس مقام پر ذالنون کہا گیا ہے اور سورۃ القلم میں صاحب الحوت۔ حوت اسم جنس ہے جس کا اطلاق ہر قسم کی چھوٹی بڑی مچھلی پر ہو سکتا ہے۔ جبکہ نون سب سے بڑی (وھیل مچھلی) کو کہتے ہیں۔ (مفردات القرآن) اور آپ کا یہ لقب اس لئے ہوا کہ آپ ایک مدت مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ زندہ و سلامت رہے اور اس دوران اللہ کی تسبیحات پڑھتے رہے۔

❁ سیدنا یونس مچھلی کے پیٹ میں اور آپ کی دعا:۔ آپ اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے۔ آپ کا زمانہ بعثت نویں صدی ق م

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ